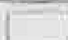
شاہراہ بہشت

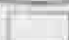
امیر حمزہ

شاہراہِ بہشت

امیر حمزہ

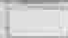
آئینۂ کتاب



مسلمانوں اور
عیسائیوں کی


مسلمانوں اور
عیسائیوں کی

توحید سے
واقف ہیں؟




فہرست مضامین

☆ تقدیم 13

☆ جب میں کعبۃ اللہ میں بیٹھا تھا ! 15

مزارات کا مقام

(رسول رحمت کی نظر میں!)

☆ اچھی بات کو متکبر ہی ٹھکراتا ہے 20

☆ اچھی بات کو مومن ہی مانتا ہے 21

☆ کائنات کی سب سے قیمتی دولت! 22

☆ شیطان کا ڈاکہ اور قوم نوح کے پنج تن 24

☆ ابلیسی ڈاکے کا ایک اور انداز۔ منظم خانقاہی نظام کا نفاذ 24

☆ آستانے قرآن کے آئینے میں 29

☆ پتھری اور کاغذی تصویریں 30

☆ کاغذی بتوں کی پرستش 31

☆ قبر پرستی کے نئے نئے انداز 33

☆ قبر پرستی کے مقامات پر اللہ کی عبادت 34

☆ مشرک کا المیہ 36

☆ پختہ قبر انسانیت کے منافی ہے 39

☆ صدر پاکستان کو ایک اہم دینی مشورہ 40

☆ کسی بزرگ کی قبر کو قبرستان سے الگ بنانا شرک کو
قدم جمانے کی دعوت دینا ہے 41

☆ آخرت کی یادیں کہاں مزاروں پر یا قبرستانوں میں؟ 43

☆ کیا یہاں آخرت کی یاد آسکتی ہے؟ 45

☆ بیت اللہ کے ساتھ محاذ آرائی 48

☆ جب سلطان عبدالعزیز کے جواب نے قبوں کا کباب بنادیا! 49

☆ قیامت قبر پرستوں پر قائم ہو گی 51

ہجویری دربار سے الٰہی دربار تک

(ایک زندہ وجاوید کردار کی سچی داستان)

☆ داتا دربار کی طرف روانگی کیسے ہوئی؟ 57

☆ دربار پر حاضری 58

☆ حضرت کے ذکر کی تپش 59

☆ رہبانیت کی انتہا 60

☆ حضرت معین الدین چشتی اور ایک فاحشہ عورت 60

☆ جب تک داتا قبر سے نکل کر بغل گیر نہ ہو گا...... 62

☆ منزل کی قربت کا اشارہ...... 63

☆ ولی کامل بننے کے لئے ابھی...... تھوک کھانے کی منزلیں باقی تھیں!! 64

بابا جی کے احکامات 68

☆ پہلا حکم!...... مجھے غسل دو 68

☆ دوسرا حکم!...... بلیوں کا بچہ بلیوں والی سرکار کے پاس چھوڑ کر آؤ! 69

☆ تیسرا حکم!...... میرا فضلہ اٹھاؤ 70

☆ عجیب تبرک! 71

☆ چوتھا حکم!...... بھکاری بن کر بھیک مانگو 72

☆ آخر کار مایوس کن جگہ سے مایوس ہی لوٹنا پڑا 73

☆ آہ! لوگ میری پستی کو ولایت کی معراج سمجھ بیٹھے 75

☆ مایوسی کے بعد امید کی کرن 76
☆ اصلی داتا دربار کی تعمیر 77

مسلمانوں اور عیسائیوں کی نعتیں

☆ جادو سروں کا چھا گیا 84
☆ آؤ موج منایئے ! 84
☆ تجھے جب بھی پکارا 85
☆ عیسائیت کا پیغام مسلمان فنکاروں کے ذریعہ 86
☆ مسلمانوں کی نعتوں کے چند نمونے 89
☆ ''کن'' تے کل دی گل اے 94
☆ عیسائیوں کی ''کن'' 96
☆ عابدہ خانم کی نعت 97
☆ عیسائی میلادیوں کا پختہ اعتقاد- مسلم میلادیوں کا شکی خیال 102
☆ ''کتا'' بننے میں تقدم و ترقی 106
☆ کاش! مجھے کتے کھا جاتے 108
☆ روٹیوں' بوٹیوں' تھالیوں کتوں اور گدھوں کو سلام 109
☆ آئینہ حقیقت میں ایک منظر 112
☆ کیا ہم نعت کے خلاف ہیں؟ 115
☆ نعت جس سے رسول اللہ نے منع کر دیا 116
☆ قیامت کا منظر! 119

مسلمانوں اور عیسائیوں کی میلادی عیدیں

(جشن عید میلاد النبی اور کرسمس ڈے تاریخ کے ریکارڈ سے)

☆ جب میں چرچ میں پہنچا تو...... 127

☆ چرنی کیا ہے ......؟ 128
☆ عید میلاد کی رسومات پادریوں کی نظر میں 129
☆ کرسمس فادر کی روایت نے کیسے جنم لیا؟ 129
☆ کرسمس ٹری کی بدعت کب اور کیسے شروع ہوئی؟ 130
☆ جشن عید میلاد النبیؐ 131
☆ وفات کے دن جشن! 132
☆ جشن عید میلاد النبی کب اور کیسے شروع ہوا؟ 133
☆ لاہور میں عید میلاد النبی کب شروع ہوئی؟ 135

کیا آپ کلمہ توحید سے واقف ہیں؟

☆ کلمہ ایمان کی اہمیت 147
☆ (لا) کا قرآنی مفہوم 148
☆ قانون الٰہی کے مخالف کی مخالفت 149
☆ قابل غور و فکر اور قابل عمل ایک نکتہ 152
☆ مشرکوں نے پیغمبر اور اس کی ماں کو (الٰہ) بنا ڈالا 154
☆ جب قوم نوحؑ نے اولیاء کرام کو "الٰہ" کا مرتبہ دے دیا! 155
☆ قوم ابراھیم نے "اصنام" پتھر کی تصاویر کو اپنا "الٰہ" بنالیا 156
☆ لوگ الٰہ کیوں بناتے ہیں؟ 156
☆ خودساختہ الٰہوں کی ٹھاٹھ باٹھ اپنے مریدوں کی محتاج ہے 158
☆ عبادت کیا ہے؟ 160
☆ بدن کی عبادت اللہ کے لئے ہے 161
☆ ذکر و دعا اور فریاد و نعرے سب زبانی عبادتیں ہیں 163
☆ نذر و نیاز اور صدقات بھی مالی عبادات ہیں 165

☆ نذر و نیاز اور ایصال ثواب کی رسومات میں شرک کی آمیزش! 168
☆ اللہ ہی مشکل کشاء ہے 172
☆ اللہ ہی بگڑی بنانے والا ہے 173
☆ اللہ ہی غوث الاعظم ہے 174
☆ اللہ ہی غریب نواز ہے 175
☆ اللہ ہی داتا ہے 176
☆ اللہ ہی گنج بخش ہے 176
☆ اللہ ہی دستگیر ہے 177
☆ بزرگوں کو القاب کس نے دیئے؟ 178
☆ لاالہ الااللہ کا تقاضا 179
☆ کون ہے جو لاالہ الااللہ کے تقاضوں پر لبیک کہے؟ 179
☆ اے انسان! اپنے پروردگار "اللہ" کو پہچان 183
☆ جنت کی چابی لاالہ الااللہ 186

نولکھ ہزاری کے مجاور کی کہانی

☆ نولکھ ہزاری کا مفہوم 192
☆ سرکار کا تعارف 193
☆ ایک دلخراش واقعہ 194
☆ سرکار کے حالات زندگی اور چند کرامتیں 195
☆ نولکھ ہزاری ڈنڈا 195
☆ سکھوں سے مشابہت 196
☆ جب مرید قابل اعتراض حالت میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے!! 197
☆ پیشاب سے نہانے کی برکتیں!! 197

☆ متبرک راکھ	198
☆ میں کیسے تائب ہوا؟	200
☆ تقلید سے تحقیق کی طرف	201
☆ شیطان کا جال	203
☆ گھر آنے پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے	204
☆ میں نے کیا کیا؟	204
☆ کڑوی بات	205

اصلی داتا دربار کی تلاش میں

☆ اصلی داتا دربار کی طرف......	210
☆ داتا کی قبر شاہی قلعے میں ہے بھاٹی چوک میں نہیں!!	212
☆ احتجاج............	217
☆ دولہے کی قبر پر......!!	217
☆ ہم قوالی ہاؤس پہنچ گئے	219
☆ نقلی داتا دربار کی طرف	220
☆ قبروں کے مجاور	222
☆ شاہ ایران، ذوالفقار علی بھٹو اور گولڈن گیٹ	223

مسلمان (ولی) عیسائی (سینٹ)

☆ پیر بغداد اور حضرت حسینؓ کی تصاویر	230
☆ عیسائی راہبوں (ولیوں) کی عجیب و غریب باتیں!	233
☆ فقر کے پردے میں دنیا پرستی	237

تقدیم

فضیلۃ الشیخ ابو طلحہ حفظہ اللہ تعالیٰ

بر صغیر کا مذہبی مزاج صوفیانہ رہا ہے' یہی وجہ ہے کہ پاک وہند میں مزار اور قبر پرستی کو "تصوف" کے نام پر بہت فروغ ملا ہے- لوگ بڑے اخلاص کے ساتھ اولیاء و صلحاء کی قبروں پر نذرو نیاز دیتے ہیں اور بڑے بڑے میلے اور عرس یہاں کی مذہبی ثقافت بن چکے ہیں-

حقیقت یہ ہے کہ اس علاقے میں ہندوازم کے سائے بہت گہرے ہیں اور یہاں کے وہ لوگ جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے وہ ہندوانہ رسم و رواج اور مذہب کے معاملے میں بھی ہندوہی کی پیروی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور شیطان نے ان چیزوں کو ان کے لئے اس قدر مزین اور خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے کہ وہ انہی رسموں اور بدعتوں کو دین سمجھتے ہیں- اس پر مستزاد یہ کہ مولویوں نے بدعات کو مساجد و مدارس سے پیش کر کے انہیں سند جواز مہیا کر دی ہے- غرض اسلام شرک وبدعت کی جس وبا کو ختم کرنے آیا تھا'اب وہی وبا اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے نظر آتی ہے- خاص

طور پر پیری مریدی کی وبا میں بے شمار لوگ اپنا ایمان' مال اور عزتیں تک برباد کروا رہے ہیں -ایسے معاشرے میں واضح ہے کہ توحید کی دعوت اور سنت کے احیاء کی کس قدر ضرورت اور محنت درکار ہے مگر......افسوسناک امر یہ ہے کہ اس وقت توحید کے داعی اور سنت کے علمبردار بھی جمہوری سیاسی محنت میں اس قدر مگن ہیں اور ممبری کے حصول کی جدو جہد میں اس حد تک کوشاں ہیں کہ وہ پیغمبرانہ دعوت کو یا تو بھول چکے ہیں یا پھر سیاسی مجبوریوں نے ان کی زبانیں بند کر رکھی ہیں اور ان کے قلم روک رکھے ہیں -وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ شرک وبدعات کے خلاف بولنے یا لکھنے سے کہیں ہماری سیاست کو نقصان نہ پہنچے' جسے وہ اپنے خیال کے مطابق اسلام کے دفاع کے لئے کرتے ہیں- یہ بات ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ شرک وبدعت کی مخالفت سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے اور اس پر خاموشی اسلام کے لئے کس طرح مفید ہے!!

زیر نظر کتاب "شاہراہ بہشت" بھی انقلابی داعیانہ مضامین پر مشتمل ہے جن کا اسلوب ثقیل علمی اور تحقیقی رنگ کی بجائے دعوتی رنگ اپنائے ہوئے ہے اور اس میں ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو ہمارے معاشرے کے موجودہ حالات کے مطابق ہے- مولانا امیر حمزہ صاحب نے ان مضامین کو کتابی شکل میں مرتب کر کے توحید کی طرف دعوت دینے کا جذبہ رکھنے والے عام لوگوں کے لئے بھی موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ اس کتاب کا خود مطالعہ کریں اور اسے زیادہ سے زیادہ پھیلا کر کاروان توحید میں اضافہ کریں اور اللہ کے ہاں اجر و ثواب پائیں-

جب میں کعبہ میں بیٹھا تھا......!!

معزز قارئین! یہ کتاب سات مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کا موضوع توحید کی دعوت اور شرک سے آگاہی ہے۔اہلِ توحید۔کہ جن کے سینوں میں اللہ کریم کی محبت اور اللہ کی مخلوق کو شاہراہ بہشت پہ چلانے کا داعیانہ اور پیغمبرانہ جذبہ موجزن ہے' ان سے میری گذارش ہے کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کرنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کریں تاکہ بھولی بھٹکی انسانیت راہ راست پہ آجائے......ذرا غور کریں اصحاب شرک درباروں پہ شرکیہ نذریں مان کر لاکھوں کروڑوں روپیہ برباد کرتے ہیں--کیا اہل توحید اللہ کی محبت میں ایسے دعوتی مضامین کو چھپوانے کی نذریں نہیں مان سکتے کہ جنہیں درباروں پر تقسیم کر کے لوگوں کو حقائق سے آگاہ کیا جائے۔محمد اللہ--اس کتاب کے دس کے قریب ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔بے شمار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توحید کے نور سے منور فرمایا۔بیت اللہ میں بیٹھے مجھے انڈین بھائیوں نے بتلایا کہ کتنے ہی لوگ اس کتاب کو پڑھ کر زیور ایمان سے آراستہ ہوئے اور انڈیا میں اس کتاب کی فوٹو کاپیاں کر کے تقسیم کی گئیں۔محمد اللہ موجودہ ایڈیشن میں تین عدد نئے مضامین کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ضعیف احادیث نکال کر صحیح احادیث لائی گئی ہیں۔زیر نظر ایڈیشن کو مضامین کے اضافوں کے علاوہ بھی بعض اضافوں کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے...... دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن سے وہ راضی ہو۔(آمین)

امیر حمزہ

نومبر 1998ء لاہور

”مزارات“

رسول رحمت کی نظر میں

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے- ان نعمتوں میں سے ایک کان بھی ہے- آپ نے اب تک اس کان سے اربوں کھربوں باتیں سنی ہوں گی مگر آج ہم آپ سے ایک بات سننے کی درخواست کرتے ہیں اور یہ بات ہماری نہیں بلکہ اس ذات کی بات ہے جس نے آپ کو کان جیسا آلہ عنایت فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ سننے کی قوت ودیعت فرمائی ہے- تو ذرا سنئے اپنے سمیع و علیم رب کی بات :

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (الزمر ۳۹/ ۱۷-۱۸)

ترجمہ : (میرے پیغمبر) میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو بات غور سے سنتے ہیں- اور جو اچھی بات ہوتی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں- یہی وہ لوگ ہیں جن کی رہنمائی اللہ نے کی ہے اور یہی تو ہیں وہ صاحب عقل لوگ- (الزمر ۳۹ ۱۷:۱۸)

یعنی پہلی شرط غور سے سننا ہے اور پھر وہ اچھی بات ہو تو اس کو اختیار کر لینا عقلمندوں کی نشانی بتلائی گئی ہے۔ سیدھی راہ بھی انہی لوگوں کا حصہ ہے اور جنت کی خوشخبریاں بھی ایسے لوگوں کے لئے ہیں۔ اب اچھے ذہن میں فوراً یہ بات آئے گی کہ اچھی بات کہاں سے ملے گی اور کس کی بات اچھی ہو گی ؟ چنانچہ اچھا ذہن رکھنے والے ہاتھوں نے جب کائنات کی سب سے اچھی کتاب قرآن کو کھولا تو اچھی بات کی فکر پیدا کرنے والے مالک نے خود بتلایا :

﴿ ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ ٱلۡحَدِيثِ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۲۳)

ترجمہ : اللہ نے اچھی بات نازل فرمائی ہے

اور پھر اچھی بات بتانے والے کی صفت بھی یوں بیان فرمادی :

﴿ وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلٗا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ ﴾ (حم السجدة ۴۱/ ۳۳)

ترجمہ : اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔

(فصلت ۴۱ : ۳۳)

یعنی بات اچھی تو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی ہے' نہ کہ اس شخص کی جو اپنی ذات کی طرف 'اپنے کمالات کی طرف' اپنی برتر نسل اور برادری کی طرف یا کسی انسان یا گروہ کی طرف دعوت دے۔

اب یہ اچھی بات جسے اللہ نے قرآن اور حدیث کی صورت میں اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا۔ اسے سورہ ''محمد'' میں اپنی طرف سے حق کا نام دیا اور پھر جو لوگ اس حق کو مان لیں' ان کے گناہوں کو مٹانے اور ان کے احوال کو درست کرنے کا وعدہ فرمایا۔

اچھی بات کو متکبر ہی ٹھکراتا ہے :

اب جو لوگ اس حق کو سننے کے باوجود نہ مانیں' ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اظہار یوں فرمایا :

﴿ يَسۡمَعُ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرٗا كَأَن لَّمۡ يَسۡمَعۡهَاۖ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ

أَلِيمٍ ﴿٨﴾ (الجاثية٤٥/ ٨)

ترجمہ : اسے اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں' انہیں سنتا تو ہے لیکن پھر تکبر کرتے ہوئے اڑ جاتا ہے' جیسے اس نے انہیں سنا ہی نہیں (میرے رسول ﷺ) ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ (الجاثیہ ۴۵ : ۸)

معلوم ہوا جو حق کو سننے کے باوجود اسے نہ مانے' وہ اللہ کے ہاں تکبر کرنے والا ہے۔ اب یہ تکبر کیا ہے؟ چنانچہ اس کے بارے جب اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعریف یوں بیان فرمائی :

«وَلَكِنَّ الْكِبْرُ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ»(مسلم)

ترجمہ : تکبر کرنے والا وہ ہے جو حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر جانے یعنی حق پیش کرنے والوں کو حقیر سمجھ کر حق کو ٹھکرا دینے والا ہی متکبر ہے۔

(صحیح مسلم :کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ)

اچھی بات کو مومن ہی مانتا ہے :

اس کے برعکس جو لوگ حق کو سنتے ہی اسے پہچان کر اپنے اللہ کی طرف بے اختیار لپکتے اور دوڑتے ہیں اور تکبر کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے' ذرا ان کی فطری کیفیت اور والہانہ حالت کو بھی ملاحظہ فرمائیے :

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾

ترجمہ : جو رسول ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے جب وہ اسے سنتے ہیں تو آپ ﷺ دیکھتے ہیں کہ حق کو پہچان جانے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں : اے رب ہمارے! ہم ایمان لے آئے' ہمیں (حق کی) شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (المائدہ ۵ : ۸۳)

اللہ ذی شان نے ان کی اس شان کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا :

﴿ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِـَٔايَـٰتِنَا ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا۟ بِهَا خَرُّوا۟ سُجَّدًا وَسَبَّحُوا۟ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿١٥﴾ ﴾ (السجدة ٣٢/ ١٥)

ترجمہ : بلاشبہ ہماری آیات پر ایمان تو وہ لوگ لاتے ہیں کہ جب انہیں یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریفوں کے ساتھ خوبیاں بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (السجدہ ۳۲ :۱۵)

کائنات کی سب سے قیمتی دولت :

حق سننے اور دیکھنے کے بعد اگلا مرحلہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں انسان کا دشمن شیطان اپنا پورا زور صرف کرتا ہے۔ایمان لانے کی صورت میں مومن کو آنے والے مالی نقصانات سے ڈراتا ہے۔ جان کو درپیش خطرات سے آگاہ کرتا ہے۔اس کی موجودہ حیثیت و مقام اور مرتبہ کے جاتے رہنے کا اندیشہ اس کے دل میں ڈالتا ہے اور اس قسم کے دوسرے حقیر اور فانی فائدوں کی فہرستیں اس کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔اور ان کے بدلے اس دولت سے اسے دور رکھنے اور روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے جو اس ساری کائنات سے قیمتی دولت ہے اور وہ اتنی گراں اور قیمتی ہے کہ اس کی قیمت سے خود عرش والے رب نے اپنے رسول ﷺ کی امت کو یوں آگاہ فرمادیا ہے :

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : میں نے رسول اللہ سے سنا آپ فرمارہے تھے : اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک بندے کو ساری کائنات کے سامنے لائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے 99 رجسٹر پھیلا دیئے جائیں گے۔یہ رجسٹر منتہائے نظر تک پھیلا ہوگا۔اللہ تعالیٰ پوچھیں گے : کیا جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہے تو اس کا انکار کرتا ہے ؟ کیا بندے لکھنے والوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے ؟ وہ کہے گا : نہیں اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ

پوچھیں گے: تیرا کوئی عذر ہے؟ کہے گا: نہیں-اللہ فرمائیں گے: کیونکہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور تجھ پر آج ظلم نہیں ہوگا- تو پھر ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا-جس میں اشھد اَنْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عبده وَ رَسُوْلُه" درج ہوگا -اللہ فرمائیں گے: وزن کی جگہ چل-وہ کہے گا: اے اللہ! یہ ٹکڑا اتنے بڑے رجسٹروں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے!! اللہ فرمائیں گے: ظلم نہیں ہوگا-

راوی کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا:

«فَتُوْضَعُ السجلاَّتُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلاَّتِ وَثَقُلَتْ البِطَامَةُ وَلاَ يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ»

ترجمہ: تمام رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں اور ایک کاغذ کا ٹکڑا دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا-رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہو کر اوپر اٹھ جائے گا اور کلمے کے ٹکڑے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا-اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی-

(ترمذی :کتاب الایمان باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ -ابن ماجہ :ابواب الزھد باب صفة امة محمد صلی اللہ علیه وسلم -مسند الامام احمد :جلد 2ص213)

اب جس نے شیطان کی تمام بندشوں کو پاش پاش کر کے بغیر کسی تاخیر کے ایمان کے مضبوط کڑے کو تھام لیا-اس نے شیطان کو روتا ہوا چھوڑا اور کائنات کی سب سے قیمتی دولت کو پالیا-

آدم کے بیٹے کا دشمن بھلا کب باز آنے والا تھا-وہ نئے نئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر بار بار حملہ آور ہوتا رہا' مگر جو اس دولت کو پا چکا تھا اور اس کی قدر جان چکا تھا' اس کی حلاوت اور مٹھاس کو چکھ چکا تھا' اس پر شیطان کا کوئی ایک وار بھی کارگر نہ ہو سکا-بلالؓ جو اس شیرینی سے آشنا ہو چکا تھا احد احد کے نعرے بلند کرتا رہا' مگر شیطان کا نمائندہ امیہ امام کائنات کے اس محبوب یار سے کائنات کی سب سے قیمتی دولت چھین نہ سکا-

شیطان کا ڈاکہ اور قوم نوح کے "پنج تن":

انسان کے دشمن شیطان نے ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کی اور اس منصوبے کے مطابق وہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں پر حملہ آور ہوا۔ یہ حملہ اس نے کس انداز سے کیا' اس کی تفصیل مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ اس میں وہ قرآن کی سورہ نوح میں مذکور قوم نوح کے "پنج تن" "سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر" کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات سمجھائی کہ یہ نیک لوگ جس جگہ بیٹھتے تھے...... وہاں بطور یادگار پتھر نصب کرو اور اس پتھر کو ان کے نام سے پکارو۔ لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اگلے لوگ مر گئے اور علم ان سے جاتا رہا' تب ان کی اولاد نے ان کی یادگاروں کی عبادت شروع کر دی۔

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر باب ودا و سواعا ولا یغوث و یعوق)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: اکثر سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مر گئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے' پھر ان کی تصاویر بنائیں' پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی عبادت کرنے لگے۔

شیطان کے اس وار کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے آکر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو شیطان کی چال سے باخبر کیا اور ایمان کی دولت کو پیش کیا مگر اس قوم نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عالمگیر طوفان بھیج کر قبروں کے ان مجاوروں اور پرستاروں کو ملیا میٹ کر دیا۔

ابلیسی ڈاکے کا ایک اور انداز' منظّم خانقاہی نظام کا نفاذ:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جن جن گمراہ قوموں کا ذکر کیا ہے' ان کے حالات یہی

بتلاتے ہیں کہ ان میں سے شیطان نے جس قوم کو بھی گمراہ کیا..... زندہ اور مردہ بزرگوں کی پوجاپاٹ سے گمراہ کیا اور بہکایا- یہ بات بھی قرآن کے مطالعہ سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے ان گمراہوں کی ہدایت کے لئے جس وقت جس پیغمبر کو بھی بھیجا اس نے اپنی قوم کو بزرگ پرستی کے اس شرکیہ راستے سے ہٹانے میں اپنی عمر کو کھپایا اور انہیں توحید کے راستے پر لانے میں اپنی کوششوں کو صرف فرمایا- تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مبعوث فرمایا- آپؑ بھی اپنے سے پہلے انبیاء کی طرح اپنی قوم یہود کو توحید کی طرف بلاتے رہے- مگر المیہ یہ ہوا کہ آپؑ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خود وہ لوگ جو آپؑ کو مان کر عیسائی کہلائے' انہوں نے آپؑ پر نازل شریعت پر چلنے کے بجائے صوفیت ایجاد کر ڈالی-

ان کے اس فعل کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے :

﴿ وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَـٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ رِضْوَٰنِ ٱللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾ (الحدید ۵۷/ ۲۷)

ترجمہ : اور انہوں نے صوفیت کی بدعت ایجاد کر ڈالی' ہم نے انہیں یہ حکم نہ دیا تھا مگر انہوں نے اللہ کی رضا کی تلاش میں ایسا کیا' پھر اس کے نباہ کرنے کا جو حق تھا وہ بھی ادا نہ کر سکے- (الحدید ۵۷ : ۲۷)

یاد رہے ان عیسائی صوفیوں کا مقصد رضائے الٰہی کی تلاش تھا' مگر اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ذریعہ بنانے کی بجائے اپنی طرف سے صوفیت (رہبانیت) کا طریقہ ایجاد کر لیا- یہ اصحاب طریقت تارک الدنیا اور درویش بن گئے' مگر ان کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ یہ لوگ اس کے بعد اپنی ایجاد کردہ صوفیت کا پاس بھی نہ کر سکے اور الٹا درویشی اور فقر کے روپ میں دنیادار بن گئے اور مریدوں کی نذروں نیازوں پر پلتے پلتے دولت کے حریص بلکہ پجاری بن گئے- حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کی خانقاہیں اور آستانے بے حیائی اور بد معاشی کے اڈے بن گئے-

پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ یہ اولیائے کرام بغیر سرمایہ لگائے اس نفع بخش خانقاہی کاروبار میں اتنی دور تک چلے گئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کہف (غار) کے نوجوان موحدین کے ذریعہ انہیں توحید کی طرف پلٹنے کا ایک سنہری موقع فراہم فرمایا تو یہ لوگ بجائے عقیدہ توحید قبول کرنے کے الٹا شرک کی دلدل میں اور زیادہ دھنس گئے۔

ہدایت حاصل کرنے کا جو موقع ان صوفیوں نے ضائع کیا اور اس وقت انہوں نے جو طرز عمل اختیار کیا' قرآن نے اس کا ذکر یوں مرقوم کیا ہے:

﴿ إِذْ يَتَنَٰزَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ ۖ فَقَالُوا۟ ٱبْنُوا۟ عَلَيْهِم بُنْيَٰنًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ ٱلَّذِينَ غَلَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴾

ترجمہ: جبکہ وہ (عیسائی) آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (غار والوں) کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے کہا: ان پر ایک عمارت تعمیر کر دو' ان کا رب ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ مگر جو لوگ ان کے معاملے پر غالب تھے' انہوں نے کہا: ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔ (الکہف ۲۱- ۱۸)

یعنی انہیں نام نہاد روحانی کاروبار چمکانے کے لئے ایک سنہری موقع ہاتھ آگیا تھا اور پوجنے کے لئے اللہ کے چند نیک بندے مزید میسر آگئے تھے' جو اس غار میں ابدی نیند سو چکے تھے۔

لوگو! یہ بات بھولنے نہ پائے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

«عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُوْلُ قَبْلَ أَنْ يَمُوْتَ بِخَمْسٍ أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ» (مسلم)

ترجمہ : حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو وفات پانے سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا : خبردار ہو جاؤ! کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ خبردار! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا' میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم : کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور و اتخاذ الصور فیہا الخ)

اللہ کے رسول ﷺ کے منع کرنے کے باوجود گمراہ قوموں کی دیکھا دیکھی آپ ﷺ کی امت کے جو لوگ قبر پرستی پر مبنی خانقاہی نظام کے شغل میں مشغول ہو جائیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی بھی ملاحظہ ہو :

«عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّي لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ فَمَنْ؟»(متفق علیه)

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : تم بہر صورت پہلی امتوں کی پیروی میں ایسے برابر ہو جاؤ گے جیسے بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں جا داخل ہوئے تو تم بھی اس کی پیروی کرو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا : اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہودی اور عیسائی مراد ہیں ؟ آپ ﷺ نے جواب دیا تو اور کون ہیں ؟

(صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر من بنی اسرائیل رقم الحدیث 3456 کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم رقم الحدیث 7320 صحیح مسلم : کتاب العلم حدیث نمبر 2669)

یہود و نصاریٰ کے طرز عمل کو ایک نظر دیکھئے کہ کیسے انہوں نے صوفیت ایجاد کی' خانقاہی نظام بنایا اور نیک لوگوں کی قبریں پوجنے کو اپنا شعار اور امتیاز بنایا- اس کے ساتھ ساتھ اپنے سچے نبی ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت کو بھی بغور دیکھتے جایئے کہ آج مسلمان کہلانے والی قوم نے کس طرح قرآن اور اپنے نبی ﷺ کی احادیث کو ایک طرف رکھ دیا اور صوفیت کی بدعت کو ایجاد کر ڈالا- پھر اس کے کئی سلسلے قادریہ' سہروردیہ' چشتیہ وغیرہ کی صورت میں ایجاد کیے- ہر سلسلے کا دوسرے سلسلے سے جدا اور الگ طریق کار بنایا گیا- مختلف سلسلوں کے مختلف بانی وجود میں آئے- پھر ان بانیوں کو پیران طریقت کا نام دیا گیا اور یہ سارا دھندا اور جال اللہ کی رضا کی تلاش میں بنایا گیا-

پھر ان سلسلوں کے علمبردار مزارات کے مجاور اور گدی نشین بنے- باپ کے بعد بیٹے اور بیٹے کے بعد پوتے نے اپنی روحانی گدی کو حاصل کیا- پھر ان مزارات پر بیٹھنے والی اس روحانی فوج کی مالی حالت کو دیکھیں تو ان میں سے بعض کروڑ پتی اور بعض ارب پتی ہیں' محلات کے مالک ہیں اور ان کی شاہ خرچیاں امیر' دولت مند ملکوں کے شہزادوں کو بھی مات کیے ہوئے ہیں- اور جہاں تک ان کی اخلاقی حالت کا تعلق ہے وہ پوچھنے والی بات ہی نہیں ہے' کیونکہ یہ روحانیت کے مراکز ہیں- ہاں البتہ ان روحانی مراکز کی ''روحانی حرکتیں'' آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں' جبکہ مزارات پر ان حرکات کا کھلے عام مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے- یہ ہیں عالم روحانیت اور صوفیت کے بادشاہ اور شہزادے جو اپنے سالانہ عرسوں (شادیوں) پر لاکھوں کروڑوں کی نیازیں وصول کر کے' اپنے مریدوں کو روحانی فیوض و برکات سے مستفید کرنے کے دعوے کرتے ہیں- اور در حقیقت یہ ہیں وہ لوگ جو اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی پر سو فیصد پورا ترتے ہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی قبر پرستانہ

آوازبازگشت کو اپنے ولیوں کے قبوں میں سناتے دکھلائی دیتے ہیں۔

آستانے قرآن کے آئینے میں :

آیئے !اب ذرا فرقان حمید میں ان آستانوں کا مقام تلاش کریں اور دیکھیں کہ اللہ کی اس آخری کتاب نے جو حق باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ان مزارات اور آستانوں کو کس نظر سے دیکھا ہے ؟ تاکہ ہم بھی انہیں اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے انہیں قرآن نے دیکھا ہے۔

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ (المائدہ۵/ ۳)

ترجمہ : تم پر مردار' خون' سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر مشہور کر دیا جائے حرام کر دیئے گئے ہیں۔اور جو جانور گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو' سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔نیز یہ بھی تمہارے لئے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو' یہ سب افعال گناہ ہیں۔

یہ کل گیارہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور ان گیارہ چیزوں میں سے جو جانور کسی آستانے پر ذبح کیا جائے' اسے بھی حرام قرار دیا ہے' جب کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کی آیت نمبر 90 میں آستانوں کے وجود ہی کو حرام کے الفاظ سے بھی بڑھ کر گندگی کے الفاظ سے تعبیر کر دیا اور پھر اسے شیطانی عمل قرار دے دیا اور مومنوں کو خاص

طور پر مخاطب کر کے اس گندے کام سے الگ رہنے کی تلقین فرمادی- اور پھر الگ رہنے کی صورت میں کامیابی کی نوید بھی سنادی- اب اللہ عزوجل کا یہ فرمان ملاحظہ فرمایئے :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٩٠﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٩٠)

ترجمہ : اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں' ان سے بچو تاکہ تم کامرانی حاصل کرو- (المائدہ : 90)

اب اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں تمام اقوام کے خانقاہی نظام کی حقیقت کو جاننے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کرلیں اور موجودہ خانقاہوں اور آستانوں کو بھی دیکھ لیں- یہاں پر جمع ہونے والی بھیڑ میں عقیدے کا گند نظر آئے گا- عقیدے کے گند کے ساتھ ساتھ ہمیں جسم کے گند کے آثار اور مظاہر بھی دیکھنے کو ملیں گے - اب غور طلب بات یہ ہے جس کام کی ابتداء شیطان کرنے والا ہو اور جس کام کو عرش والا شیطانی کام کا نام دے' بھلا اس میں سوائے گند اور بدبو کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے!

پتھری اور کاغذی تصویریں :

آپ ملاحظہ فرماچکے کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں شرک شروع ہوا تو بزرگوں کی پتھری تصویروں سے شروع ہوا- ابراہیم علیہ السلام کی توحید کی دعوت کے آڑے آئیں تو یہی بزرگوں کی تصویریں ہی تھیں' خود رسول اللہ کا سامنا ہوا تو بیت اللہ میں رکھی ہوئی بزرگوں کی انہی تصویروں سے ہوا- حتیٰ کہ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں -چنانچہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں

بزرگوں کی تصاویر کا ستیاناس کیا تھا- اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے جد امجد خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کی تصویروں سمیت تمام بزرگوں کی تصویروں کو برباد کیا-

کاغذی بتوں کی پرستش :

یہ تصویریں بنانے' سجانے اور لگانے والے اور پھر ان کی عبادت کرنے والے تو تھے کفار اور مشرکین' مگر آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت بھی ان سے مختلف دکھائی نہیں دیتی- مزید تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے

یہ ایران کے شیعہ ہیں' اپنے آپ کو اسلامی انقلاب کے داعی کہلاتے ہیں- ان کا راہبر خمینی جو کہ 5 مئی 1990ء کو دنیا سے کوچ کر چکا ہے' یہ اس کی ہدایت پر اس کی تصویروں کو- سینے سے چمٹائے ' گلے سے لگائے ' بیت اللہ میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں- سعودی عرب کے مواحد لوگ اس توحید کے مرکز کعبہ کو جسے اللہ کے رسول ﷺ نے تصویروں سے پاک کیا تھا ' بھلا ان تصویروں کو کیونکر گھسنے دیں گے !! مگر یہ ہیں کہ اللہ کے پاک گھر کو کاغذی بتوں کی آلودگیوں سے آلودہ کرنے سے باز نہیں آ رہے-

اسی طرح ہمارے ملک پاکستان میں یہ شیخ عبد القادر جیلانی کی تصویر ہے- مشرکوں کے عقیدہ کے مطابق بارہ سال پہلے ڈوب جانے والی کشتی کے نیچے ہاتھ دے کر اسے ساحل پر لگا رہے ہیں- اب یہ ان کی مشکل کشائی کو ظاہر کرنے والا کاغذی بت دکانوں پر بکتا ہے اور گھروں میں لٹکایا جاتا ہے-

اسی طرح یہ ایک اور بزرگ کی تصویر ہے' اس کا سارا جسم ننگ دھڑنگ ہے- صرف ایک معمولی سی لنگوٹی پہنے ہوئے ہے اور جانوروں میں یہ گھرا ہوا ہے- کئی تصویروں میں

بزرگ شیروں پر سوار دکھائی دیتے ہیں۔ان کے ساتھ ان کے مزارات کی تصاویر بھی دکھائی دیتی ہیں۔

اچھا! تو اب کئی توحید کے نعرے لگانے والے اور اقامت دین کا پرچم بلند کرنے والے بھی شیطان کے اس تصویری جال میں بری طرح پھنسے دکھائی دے رہے ہیں۔وہ اپنے بڑوں اور شہیدوں کی تصاویر کو گھروں کی زینت بنائے بیٹھے ہیں۔ان کاغذی بتوں کو رنگین چھپوا کر اپنے جلسوں میں فروخت کر کے طریق آزری کو تقویت دے رہے ہیں۔اس باطل فعل کے ساتھ حق کے کچھ کلمات لکھ کر حق وباطل کی ملاوٹ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ باطل اس وقت تک پنپ نہیں سکتا جب تک اسے حق کا کچھ سہارا نہ دیا جائے۔

یہ کن لوگوں کے لچھن ہیں؟ جو اس امت نے اختیار کر لئے ہیں اور جن لوگوں نے یہ اختیار کئے تھے انہیں اسلام کس نام سے یاد کرتا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زبان سے سنئے:

«عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبْشَةِ وَمَا فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ أُوْلٰئِكَ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوا عَلٰي قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُوْلٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللهِ»(بخاري ومسلم)

ترجمہ: مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ میں عیسائیوں کا گرجا دیکھا جس میں تصاویر بھی آویزاں تھیں، تو اس کا اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں جب کوئی نیک آدمی مر

جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دیتے اور پھر اس میں اس شخص کی تصاویر لٹکا دیتے- فرمایا : یہ لوگ اللہ کے ہاں" بد ترین مخلوق ہیں-

صحیح بخاری :کتاب الصلوۃ باب هل تبنش قبور شرکی الجاهلیه الخ رقم الحدیث 427 کتاب احادیث الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل رقم الحدیث 3454-3453 کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر رقم الحدیث 1341 صحیح مسلم :کتاب المساجد و مواضع الصلوة باب النهی عن بناء المسجد علی القبور رقم الحدیث528

قبر پرستی کے نئے نئے انداز :

شیعہ حضرات ہر سال تعزیہ نکالتے ہیں-اس تعزیئے میں حضرت حسینؓ کا کاغذوں سے تیار کردہ مصنوعی مزار بناتے ہیں اور اپنے جلوس میں "یا حسین" کے شرکیہ نعرے بلند کرتے ہوئے اسے اٹھائے پھرتے ہیں-اس پر چڑھاوے اور نذر و نیاز نچھاور کرتے ہیں-اسی طرح کچھ دوسرے قبر پرست اپنے اپنے بزرگوں کے شاندار مزارات کی تصاویر کو اپنے گھروں کی زینت بنائے ہوئے ہیں-یعنی قبر پرستی کی یہ مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں جو رواج پا چکی ہیں اور قبر پرستی کے یہ وہ مختلف مظاہر ہیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے "وثن" کے نام سے موسوم فرمایا ہے-

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب سے اپنی قبر کو " وثن" بت(عبادت کی جگہ)نہ بننے دینے کی یوں دعا مانگی :

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَي قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ»(المؤطا)

ترجمہ : اللہ کے رسول ﷺ نے دعا مانگی-اے اللہ ! میری قبر کو وثن نہ بننے دینا کہ اس کی پوجا ہونے لگے-اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو

عبادت گاہ بنالیتی ہے۔

(مؤطا امام مالک: کتاب جامع الصلوۃ رقم الحدیث 85عن عطاء بن یسار)

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ ﷺ کی قبر کو عرس، میلے، طواف، چڑھاوے اور نذرونیاز وغیرہ سے محفوظ رکھ کر وثن بننے سے بچالیا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں :

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

مگر اب لوگوں کے شرکیہ ذہنوں نے ایک نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ جائے نماز پر مسجد نبوی کی تصویر بنادی جاتی ہے اور اس کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی قبر کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی اس قسم کی تصاویر مسجدوں اور گھروں میں بھی آویزاں نظر آتی ہیں۔ بہر حال یہ فعل اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے اور جیسے شیعوں کے کاغذی تعزیئے کی تصویر اور دیگر بزرگوں کے مزارات کی تصویریں قبر پرستی کی علامت ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی قبر کی تصویر کو یوں جائے نماز کی زینت بنانا اور گھروں میں لٹکانا بھی قبر پرستانہ فعل ہے کہ جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور اب ایرانی شیعوں نے تو خمینی کے مزار کا انداز ہی کعبے کا بناڈالا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

قبر پرستی کے مقامات پر اللہ کی عبادت :

ہمیں معلوم ہے کہ ہماری مندرجہ بالا بات بعض لوگوں کو ناگوار گزرے گی، مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں قبر پرستی کے عقیدے یا فعل کا معمولی سا شک وشبہ بھی ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے پیشگی حفاظت کے طور پر اس مقام عقیدے یا فعل سے انتہائی سختی کے ساتھ اپنی امت کو دور کر دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ابو داؤد کی صحیح حدیث ملاحظہ ہو :

«عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَنْحَرَ اِبِلاً بِبُوَّانَةَ

فَسَأَلَ النَّبِيَّ فَقَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لاَ قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوا لاَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ أَوْفِ بِنَذْرِكَ»

ترجمہ : حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے مروی ہے-وہ کہتے ہیں :ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر جاکر چند اونٹ ذبح کرے گا- تو نذر ماننے والے نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا : کیا وہاں جاہلیت کی پوجی جانے والی جگہوں میں کوئی جگہ تھی ؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا "نہیں"- آپ ﷺ نے پھر پوچھا : کیا ان مشرکوں کے میلوں میں سے کوئی میلہ (عرس) وہاں لگتا تھا؟...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا" نہیں"تب آپ ﷺ نے فرمایا : اپنی نذر کو پورا کرلے-

(سنن ابی داؤد: کتاب الایمان و النذر باب مایومر به من الوفاء بالنذر رقم الحدیث 3313)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ کس طرح اللہ کے رسول ﷺ ان مقامات پر اللہ کی خالص عبادت سے بھی منع فرماتے نظر آرہے ہیں کہ جہاں پہلے بھی شرک ہوتا رہا ہے-اور یہ احتیاط اس لئے روا رکھی گئی ہے تاکہ اللہ کی عبادت کا معاملہ خلط ملط اور شرک کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائے' نہ ہی شرک کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت اور لوگوں کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب رہنے پائے-

اب جب کہ ایسی معمولی سی مشابہت بھی اللہ کے رسول ﷺ کو گوارا نہیں تو جہاں واضح شرک ہو رہا ہو...... وہاں اللہ کی عبادت کیسے گوارا کی جاسکتی ہے-؟ آخرت کی سوچ رکھنے والوں کے لئے یہ بات انتہائی غورو فکر کی متقاضی ہے-

اس موقع پر یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ " وثن " کے لفظ میں عرس اور میلہ بھی شامل ہے مگر چونکہ میلہ مشرکوں کا بڑا دل پسند اور محبوب مشغلہ ہے- لہٰذا اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے "وثن "کیساتھ بطور خاص میلے کے بارے بھی پوچھا- سچی بات تو

یہ ہے کہ منکرات اور فواحشات کو پھیلانے والی یہ وہ انتہائی قبیح حرکت ہے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ کی پاک اور نفیس طبیعت کو انتہائی نفرت تھی، جبھی تو آپ ﷺ نے اپنی امت کو واضح طور پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

«لاَ تَتَّخِذُوا قَبْرِيْ عِيْدًا»(سنن)

ترجمہ: میری قبر پر عرس (میلہ) نہ لگانا۔

(مسند الامام احمد: جلد 2ص367مجمع الزوائد منبع الفوائد :جلد 3 ص 4)

پھر دیگر لوگوں کی قبروں کے بارے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

«لاَ تُصَلُّوا إِلَي الْقُبُوْرِ وَلاَ تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا»

ترجمہ: قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر سجادہ نشین بن کر بیٹھ جاؤ۔

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب النہی عن الجلوس علی القبر الخ رقم الحدیث 972عن ابی مرثد الغنوی)

اور یہ سجادہ نشینی اللہ کے ہاں کتنا بڑا جرم ہے' اللہ کے رسول ﷺ ہی کی زبان سے سن لیجئے:

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ لأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَي جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخَلُّصَ إِلَي جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَي قَبْرٍ»(مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلادے' پھر اس کے بدن کو جا لگے تو یہ (آگ) اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر سجادہ نشین بنے۔

(صحیح مسلم :کتاب الجنائز باب النہی عن الجلوس علی القبر الخ رقم الحدیث971)

مشرک کا المیہ:

شرک کرنے والے کا المیہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا کی باقی چیزیں دیکھی اور چھوئی جاتی

ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے معبود کو دیکھنا اور چھونا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ مزارات پر جاگرتا ہے۔ اب مزاروں میں سے جو مزار جتنا زیادہ خوبصورت اور چمک دمک والا ہوگا' وہ قبر پرستانہ ذہن کے لوگوں سے اتنا ہی زیادہ آباد اور پر رونق ہوگا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان مقابر کو سجانے اور چمکانے دمکانے کی جتنی کاریگریاں ہو سکتی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عمل اور فرمان سے ان سب کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکا۔ تاکہ "نہ رہے بانس' نہ بجے بانسری"

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَي رَسُوْلُ اللهِ عَنْ تَجْصِيْصِ الْقَبْرِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْكِتَابَةِ عَلَيْهَا»(مسلم)

ترجمہ : حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :اللہ کے رسول ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی کہ اس پر مجاوری کی جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے اور اس پر لکھنے سے (کتبہ لگانے سے) بھی منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب النہی عن تجصیص للقبر و البناء علیه رقم الحدیث970)

بلکہ ابو داؤد کی حدیث میں جسکے راوی حضرت جابرؓ ہی ہیں' احتیاط کرتے ہوئے یہاں تک فرما دیا:

«نَهَى رَسُوْلُ اللهِ أَنْ يُزَادَ عَلَيْهَا غَيْرُ تُرَابِهَا»

اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے بھی منع فرمادیا کہ قبر کی اپنی مٹی کے علاوہ اس پر مزید مٹی کا اضافہ کیا جائے۔

(سنن النسائی :کتاب الجنائز باب الزیادۃ علی القبر رقم الحدیث 2029 ابو داؤد: کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر 3226 علامہ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

قبرستان "میانی صاحب" بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث "اوورلوڈ" ہو چکا ہے

قدیم ترین قبرستان میں با اثر اور دولت مند خاندانوں نے 5 سو سے زائد احاطے مخصوص کر وا رکھے ہیں

14 مربعوں پر محیط قبرستان اب 6 مربعے پر رہ گیا ہے جہاں سالانہ 6 ہزار میتیں سپرد خاک کی جاتی ہیں

قبرستان میں جوں جوں جگہ ختم ہو رہی ہے گورکنوں کی تعداد اتنی ہی بڑھتی جا رہی ہے

لاوارث قبروں میں 20، 20 میتیں اتار چکے ہیں گرمیوں میں شرح اموات بہت کم ہوتی ہے: گورکنوں کا موقف

جگہ پیدا کرنے کے لئے پختہ قبر کی فیس میں اضافہ کیا جس سے اب اس رجحان میں کمی آئی ہے: انتظامیہ

لاہور (نیوز رپورٹر سے) مغلوں کے دور میں انارکلی سے شروع ہو کر اچھرہ پر ختم ہونے والا قبرستان "میانی صاحب" آج بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث "اوورلوڈ" ہو چکا ہے۔ ۱۲۰۶ کنال اراضی پر محیط یہ قبرستان بھی معاشرے کی طرح طبقاتی تقسیم اور برادری نظام کی تصویر بن گیا ہے۔ با اثر اور دولت مند خاندانوں نے

باقی صفحہ 7 کالم 6 پر

پنجاب کے اس قدیم قبرستان میں اپنے لئے ۵۰۰ سے زائد احاطے مخصوص کروا رکھے ہیں جس کے باعث اب مرنے والے ... کو ...

کفن چوروں نے زندوں کے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے

بارش گورکنوں پر حسن برساتی رہی مرنے والوں کے لواحقین منت سماجت اور دولت سے قبریں الاٹ کراتے رہے

کچی قبر کا ریٹ پانچ سو سے پانچ ہزار تک جبکہ پختہ قبر کا دس ہزار سے پچاس ہزار ہے

حالیہ بارشوں سے قبروں کو شدید نقصان پہنچا بہت سی قبریں اپنا نشان کھو چکی ہیں

میانی صاحب میں پختہ قبریں بھی بیٹھ چکی ہیں مرمت کیلئے اجازت یا مک مکا کرنا پڑتا ہے

اے ڈی ایل جی یا کارپوریشن سے اجازت کے باوجود مرمت کی فیس تین ہزار لی جاتی ہے

عام حالات میں بچے کی قبر کی پرچی پانچ روپے میں بڑے دو سو روپے میں بنتی ہے

آدھی قبر پکی کرنے کی سرکاری فیس پانچ سو روپے مکمل کے چار سے پانچ ہزار روپے مقرر کی گئی ہے

چھت والی قبر کے بیس سے تیس ہزار جبکہ گنبد بنوانے کے پچاس ہزار وصول کئے جاتے ہیں

مٹی ڈلوانے کے پانچ سو تک کتبے کے پانچ ہزار اور کتبہ لگانے کے پانچ سو سے ایک ہزار تک دینے پڑتے ہیں

لاہور (خصوصی رپورٹ) گورکنوں نے قبروں کے ریٹ بڑھا دیئے غریبوں کا جینا مرنا دشوار قبرستانوں میں انتظامیہ اور گورکن خدا اور رسول کو بھی بھول چکے ہیں وہ مردے کے کفن کے ساتھ لواحقین کے کپڑے بھی اتار رہے ہیں غریبوں کا کوئی پرسان حال نہیں شہر میں قبر کا ریٹ 1500 تا 5 ہزار اور پکی قبر کا ریٹ 10 تا 50 ہزار روپے تک پہنچ گیا بڑے قبرستانوں میں قبر کی مرمت کے لئے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی ہے تفصیلات کے مطابق حالیہ شدید بارشوں کے باعث نہ صرف شہری زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے بلکہ اس عذاب الٰہی سے شہر خموشاں

باقی صفحہ 3 کالم 2

پکی قبریں بننے کے فیشن کے مضمرات اخبارات کے آئینے میں!

پختہ قبر انسانیت کے منافی فعل ہے:

کچھ عرصہ ہوا کہ چین کے بارے خبر آئی تھی اور اب 29 جون کو "نوائے وقت" میں کوریا کے بارے خبر تھی کہ وہاں جگہ کی کمی کے باعث لوگوں نے مردوں کو دفنانے کی بجائے جلانا شروع کر دیا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال اب ہمارے ہاں کے بڑے شہروں میں بھی رونما ہو چکی ہے۔ جہاں قبروں کے حصول کے لئے دشواریاں پیش آ رہی ہیں اور بعض جگہوں پر تو پیسے اچھے خاصے خرچ کرنے کے بعد قبر کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ پکی قبروں کا چلن عام ہے۔ آبادی کے اعتبار سے قبرستانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے' لہٰذا مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن اگر سنت رسول ﷺ کے مطابق تمام قبریں کچی بنائی جائیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود ہی اگلی قبریں مٹتی چلی جائیں۔ قیامت کے روز ایک ایک قبر سے ستر ستر آوازیں آنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ قبروں پر قبریں بنتی چلی جائیں۔ اس طرح مشکلات بھی پیش نہ آئیں اور فضول خرچی کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ شریعت کی مخالفت بھی نہ ہو۔

ایک قابل غور حقیقت یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء تشریف لائے ہیں۔ اب ان میں سے جن نبیوں کی قبریں معلوم ہیں' ان کی تعداد بمشکل پندرہ بیس کے قریب ہو گی۔ اب اگر قبروں کا باقی رہنا اتنا ہی ضروری ہوتا تو تمام اولاد آدم سے افضل انبیاء کی جماعت کی قبریں باقی اور محفوظ و مامون ہوتیں' مگر ایسا نہیں ہے' تو اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ قبروں کو دیرپا بنانا اور ان کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہوئے ان کی مجاوری کرنا' اس کی نہ صرف یہ کہ دین اسلام میں کوئی ضرورت اور اہمیت نہیں ہے بلکہ یہ اس شریعت کے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے' کے صریحاً خلاف ہے اور یہ ایک غیر فطری شغل ہے' جس میں غیر فطری نظریات کے حامل لوگ مشغول ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس غیر شرعی فعل کے ساتھ کون سا رویہ اپنایا۔ مسلم

شریف کی حدیث سنئے :

«عَنْ أَبِي الْهِيَاجِ الأَسَدِيِّ قَالَ: قَالَ لِي عَلِيٌّ: أَلاَ أَبْعَثُكَ عَلَي مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ أَنْ لاَ تَدَعْ تِمْثَالاً إِلاَّ طَمَسْتَهُ وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ»

ترجمہ : ابو الہیاج اسعدی فرماتے ہیں : کہ مجھے حضرت علیؓ نے کہا : کیا میں تجھے اس مشن پر روانہ نہ کروں جس پر مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا- وہ مشن یہ ہے کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑ مگر اسے مٹادے اور نہ ہی کسی اونچی قبر کو چھوڑ مگر اسے برابر کردے-

(صحیح مسلم : کتاب الجنائز باب الأمر بتسویة القبر رقم الحدیث 979)

صدر پاکستان کو ایک اہم دینی مشورہ :

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ ہونے کے باوجود اپنے کفن کے لئے پرانی چادر کا انتخاب کیا اور جب ان کی بیٹی نے نئے کپڑے کے کفن کی بات کی تو آپؓ نے جواب دیا : نئے کپڑوں کی زندوں کو ضرورت زیادہ ہے- لہذا مجھے یہ پرانا ہی بہتر ہے- چنانچہ آج بھی پاکستان میں اگر تمام مزارات اور پختہ قبروں کے سنگ مرمر اور وہاں لگا ہوا سونا چاندی اور اینٹوں کو اکھاڑ کر زندہ لوگوں کے کام لایا جائے تو لاکھوں بے گھر غریبوں کے مکان پختہ بن سکتے ہیں اور نئے فوت ہونے والے لوگوں کے لئے قبروں کے حصول میں مشکلات کا مسئلہ بھی باآسانی حل ہو سکتا ہے- اور پھر جو خوش نصیب یہ دینی کارنامہ سرانجام دیں گے- وہ اللہ کے محبوب اور اس کی مخلوق میں مقبول اور ہر دلعزیز ہو جائیں گے- کیونکہ یہ کام دینی بھی ہے اور رفاہی بھی- لہٰذا صدر پاکستان اور دیگر رفاہی اداروں کو یہ احسن کام بجالانے کے لئے سبقت کرنی چاہئے-

کسی بزرگ کی قبر کو قبرستان سے الگ بنانا شرک کو قدم جمانے کی دعوت دینا ہے :

حقیقت یہ ہے کہ کسی حضرت یا بزرگ کی قبر کو مسلمانوں کے عام قبرستان سے الگ بنانے سے ہی وہ قبر غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتی ہے اور پھر وہ شرک کے شاہکار کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے۔اب ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جن کے الگ قبر بنانے کا مقصد ہی یہی کھیل کھیلنا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کچھ وہ لوگ ہیں کہ جو دعوے دار تو توحید کے ہیں مگر اس قسم کے افعال کر بیٹھتے ہیں۔ جیسا کہ جماعت اسلامی والوں نے مولانا مودودی کی قبر کو پہلے منصورہ میں بنانے کی کوشش کی، مگر پھر ان کے گھر والوں کے اصرار پر مولانا کو ان کے گھر میں ہی دفن کر دیا گیا۔اسی طرح بعض اہلحدیث حضرات نے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ کو ان کے مدرسے میں دفن کر دیا۔

اب اگر انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ قبرستان میں دفن کرنے سے کہیں ان کی پوجا نہ شروع ہو جائے، تو حقیقت یہ ہے کہ جو اندیشہ قبرستان میں دفن کرنے سے ان کو لاحق ہوا ہے، وہ قبرستان کی نسبت الگ طور پر دفن کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔اور پھر اگر اس غیر مناسب اندیشے کے پیش نظر بزرگوں کی قبروں کو الگ بنانا شروع کر دیا جائے تو ذرا سوچیئے کہ کیا یہ ساری دنیا قبرستان ہی نہ بن جائے گی ؟ اور اب مولانا عبداللہ بڈھیمالوی کو بھی عام قبرستان سے الگ دفن کر کے ان کی قبر کو منفرد بنا دیا گیا ہے۔

یہ غلط روایت جس کی ابتداء توحید کے نام لیواؤں سے ہوئی ہے، اس سے لوگوں نے دلیلیں پکڑنا شروع کر دی ہیں۔ابھی چند سال قبل ایک مدرسہ کے بانی نے جو کہ نئے نئے اہلحدیث ہوئے ہیں۔اپنے مدرسے میں قبر بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔جب انہیں اس سے روکا گیا تو انہیں نے اپنے حق میں ماموں کانجن کے مدرسہ کی دلیل پیش کی۔تب ہم نے انہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح مسئلے سے آگاہ کیا تو وہ اپنا فیصلہ بدلنے پر رضامند ہو

گئے۔

باقی رہا اللہ کے رسول ﷺ کی قبر مبارک کے الگ بننے کا معاملہ...... تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے جسے امت کے کسی فرد کے لئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ مثال کے طور پر امت کے کسی فرد کے لئے بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنا حرام ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیک وقت چار سے زائد بیویاں رہی ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے نکاح حرام تھا جبکہ کسی اور کی بیوی کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے۔ ایسے ہی الگ قبر کے معاملے میں بھی آپ ﷺ کی یہ خصوصیت ترمذی شریف میں مرقوم ہے کہ پیغمبر جہاں فوت ہوتا ہے وہیں اس کی قبر بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں فوت ہوئے اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہیں آپ ﷺ کی قبر بنادی گئی۔ اب یہاں عمارت تو پہلے ہی موجود تھی اور وہ آپ کی پیاری بیوی اور مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی عمارت تھی۔ اب رسول اللہ ﷺ کی یہ جو خصوصیت تھی اس کی حکمت کے بارے خود اس حجرے کی مالکہ مومنوں کی ماں کی زبان مبارک سے سن لیجئے کہ اس میں کون سی حکمت پوشیدہ تھی :

«عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْلاَ ذَاكَ لأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا» (بخاري)

ترجمہ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر ظاہر کر دی جاتی لیکن آپ ﷺ اس سے ڈرے کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر عبادت گاہ نہ بنالی جائے۔

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وعمر رقم الحدیث 1390)

باقی جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبروں کا تعلق ہے

«لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اخْتَلَفُوْا فِي دَفْنِهِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ: مَا قَبَضَ اللهُ نَبِيًّا إِلاَّ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ»

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو صحابہؓ میں ان کے دفن کے متعلق اختلاف ہو گیا-ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ سے ایک چیز سنی ہے جو مجمع میں بھولی آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کو وہیں فوت کرتا ہے جس جگہ دفن ہونا اس کو پسند ہوتا ہے

اس وجہ سے آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا

(احکام الجنائز: ص137) ترمذی :کتاب الجنائز مؤطا الجنائز)

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں یہ حدیث تعدد طرق اور شواہد کی بناء پر ثابت ہے

باقی جہاں تک حضر ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبروں کا تعلق ہے تو وہ اس ئے بنیں کہ وہاں اللہ کے رسولؐ کی قبر بن چکی تھی ورنہ کسی بھی صورت ان جلیل القدر صحابہ کی قبریں وہاں نہ بنتیں

آخرت کی یادیں کہاں' مزاروں پر یا قبرستانوں میں ؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم مزارات پر جاتے ہیں' مگر وہاں صرف دعا کرنے جاتے ہیں' مانگنے کچھ نہیں جاتے' تو ان لوگوں کی خدمت میں چند گذارشات ہیں- پہلی تو یہ ہے کہ

اس مزار کا پختہ بنایا جانا...... اس پر چادر چڑھاوے...... دیئے کا جلایا جانا...... کتبے کا لگایا جانا اور میلے کا منایا جانا...... سب اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین کی خلاف ورزی ہے-

دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں قبروں پر قرآن کی تلاوت منع ہے اور یہاں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے' مزید یہ کہ یہاں مساجد کی صورت میں عبادت گاہیں تعمیر کی گئی ہیں' جن کے بنانے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے-

تیسرا یہ کہ یہاں عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے جن کی بہت بڑی تعداد ننگے منہ اور زیبائش و آرائش سے آراستہ ہوتی ہے یعنی جو کیفیت بازاروں میں عورتوں کی دیکھنے میں آتی ہے' وہی بلکہ اس سے بڑھ کر یہاں دکھائی دیتی ہے- اسی لئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے اچھی جگہ مسجد کو اور سب سے بری جگہ بازار کو قرار دیا- اب حقیقت یہ ہے کہ بازار کی تمام خصوصیات یہاں جلوہ گر ہوتی ہیں-

چوتھا یہ کہ میلے کے دنوں میں یہاں ناچ گانے' بھنگڑے اور بے حیائی کے تمام مظاہر عروج پر ہوتے ہیں-

اب اگر ان کو روکنے اور یہاں آنے والوں کو صحیح دین کی تبلیغ کرنے کا حوصلہ اور جرأت آپ میں موجود ہے تو شوق سے جائیے اور ضرور جائیے...... لیکن اگر ان تمام برائیوں کو دیکھ کر خاموشی سے لوٹ آئیں اور کہیں کہ "جی میں تو وہاں دعا کرنے گیا تھا" تو سن لیجئے! یہ آپ کی دینی غیرت کی موت ہے اور آپ منکرات میں حصہ دار بن کر آئے ہیں- باقی جہاں تک قبروں پر دعا کرنے کا تعلق ہے تو یاد رکھئے وہاں جانے اور دعا کرنے کا ایک مقصد ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا ہے- لہذا اگر وہ مقصد پورا ہو تو جانا ٹھیک ہے ورنہ جانا گناہ کا بوجھ اٹھانے کے سوا کچھ نہیں ہے-

چنانچہ قبروں پر جانے کا مقصد جو اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے' سن لیجئے!

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الآخِرَةَ»(مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو' اس لئے کہ یہ آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں-

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب استئیذان النبی ربہ فی زیارہ قبر امہ)

اب اللہ کے رسول ﷺ نے مزارات کے بارے نہیں بلکہ قبروں کے بارے کہا ہے کہ وہاں آخرت کی یاد آتی ہے- اب حق لگتی اور سچی بات تو یہ ہے کہ قبرستان میں اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق کچی قبریں ہوں' پھر کچھ زمین بوس اور خستہ حال ہوں

-وہاں اپنے پیاروں اور عزیزوں کی قبریں بھی موجود ہوں- تو آخرت کی یاد دہانی کا مقصد دو چند ہو جائے گا- پھر وہاں موجود درختوں کے ہلنے سے شائیں شائیں کی آوازیں آرہی ہوں- یہ سارا منظر انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور بربادی کی حقیقت اجاگر کر کے اسے آخرت کی یاد دلائے اور پھر انسان کا اندر گواہی دے کہ کتنی بے ثبات اور ناپائیدار ہے یہ دنیا اور اسے آخرت کی یاد آجائے اور پھر اس خاموش بستی کے باسیوں کی مغفرت کے لئے اللہ کے حضور ہاتھ بلند کردے کہ یہ دعا کے محتاج ہیں اور وہ واپس لوٹے تو اس حال میں کہ اس کا دل دنیا میں لگنے کے بجائے آخرت کا ہو کر رہ جائے اور اس حال میں واپس آئے کہ اس کے دل سے گناہوں کا میل آنسو بن کر آنکھوں سے بہہ جائے-یوں آتی ہے آخرت کی یاد کہ جسے یاد کرنے کا حکم دیا ہے' آخرت کی طرف بلانے والے آخری پیغمبر ﷺ نے-

اب مزارات کے حال واحوال بھی ملاحظہ فرمالیجئے- یہ دیکھنے والے کو ابھی دکھائی دیا نہیں اور دور سے ہی خوشبوؤں کی مہکیں اٹھ رہی ہیں- سنگ مرمر سے یہ مزار سجا ہوا ہے' گرمیوں میں پنکھے اور ایئر کنڈیشنرز لگے ہوئے ہیں- ٹھنڈے پانی اور دودھ کی سبیلیں جاری ہیں- حلوے زردے اور کھیروں کے لنگر تقسیم ہو رہے ہیں- عورتوں کے بناؤ سنگھار کے تمام جلوے اپنے جوبن پر حسن پرستوں کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں- قوال سرنگیوں اور باجوں کے ساتھ لوگوں کو مست کر رہے ہیں...... بھنگڑے اور دھمالیں لوگوں کے دلوں کو گرمارہی ہیں...... یہاں قائم ہوٹلوں میں وی سی آر اور ڈش پوری دنیا کا "گند" فلموں کے نام پر پردہ سکرین پر انڈل رہے ہیں-

کیا یہاں آخرت کی یاد آسکتی ہے ؟

مسئلے کو ذرا وضاحت سے سمجھنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کا ایک فرمان ملاحظہ فرمائیں- مسلم شریف کی حدیث ہے :

آپ ﷺ نے ایک مسافر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : وہ لمبا سفر کرتا ہے- پراگندہ حال'

گرد آلود اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب پھیلائے ہوئے کہتا ہے : رب میرے - اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے - پینا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے اور حرام مال ہی سے وہ پلا ہے' تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟

(صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا رقم : 65)

بالکل اسی طرح اس مزار پر جہاں سارے کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو رہے ہیں بلکہ حقیقت میں اس مزار کا وجود ہی اللہ سے بغاوت ہے اور پھر یہاں صاحب مزار کو داتا (دینے والا) دستگیر (ہاتھ پکڑنے والا) غوث الاعظم (فریاد کو پہنچنے والا) اور مشکل کشا وغیرہ کے القابات بول بول کر اللہ کی گستاخیاں کی جارہی ہیں - اور یہاں دعا کے لئے آنے والا ان تمام منکر کاموں میں گھرا ہوا ہے' اسے اللہ کے وقار کا یہاں کوئی خیال نہیں آتا اور وہ اللہ کی مخلوق کو اس شرک جیسے عظیم ظلم اور گناہ کے ارتکاب سے منع نہیں کرتا' تو انصاف سے بتلایئے! اس کی دعا کا یہاں کون سا موقع ہے؟ اس کی دعا تو ایسے ہی ہے کہ

نادان گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اور ذرا غور تو فرمایئے! کہ شیطان شرک کی اس منڈی میں لوگوں کے ایمانوں کا سودا کر رہا ہے اور یہ بے چارا ہے کہ شرک کی منڈی پر شرک کی بولیوں میں دعا کرنے کا مسئلہ پوچھ رہا ہے - یاد رکھئے! یہاں اس حال میں دعا کرنا' اللہ کے ہاں بھی جرم ہے اور لوگوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں - وہاں جانے والے سمجھیں گے کہ جیسے ہم حضرت سے فریاد کرنے آئے ہیں یہ بھی آیا ہے - دوسری طرف یہ صاحب' شرک کے اس مرکز پر اپنا فریضہ ادا کئے بغیر یہاں سے چلتا بنے گا تو اللہ کے ہاں مجرم اس طرح ٹھہرا کہ یہ اس منڈی کی شرکیہ رونق میں اضافے کا سبب بنا اور یہاں اپنے مالک کی گستاخیوں اور توہینوں کو دیکھ کر خاموشی سے چلتا بنا - یہ اگر یہاں پر اپنے رب کی توحید کو بیان نہ کر سکتا تھا - یہاں پر ہونے والی بے ہودگیوں کی اصلاح نہ کر سکتا تھا' تو اس سے بہتر تھا کہ یہاں آتا ہی نا -

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے شرک کے ان اڈوں اور ایسی مقدس جگھوں سے کہ جہاں شرک کا شائبہ ہو یا جو جگھیں شرک کا ذریعہ بن سکتی ہوں" کی طرف جانے سے اپنی امت کو سختی سے منع فرمادیا اور صرف تین جگھوں کی طرف ثواب کی غرض ے سفر کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا :

«لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا»(بخاري ومسلم)

ترجمہ : تین مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف سفر کا سامان نہ باندھا جائے۔ مسجد حرام (بیت اللہ) مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)

(صحیح بخاری :کتاب فضل الصلوۃ فی مسجد مکة والمدینه باب مسجد بیت المقدس رقم الحدیث 1197-صحیح مسلم :کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم إلی حج اور غیرہ رقم الحدیث 827 کلاهما)

اب ان تین جگھوں کا تعین اللہ کے رسول ﷺ نے کر دیا ہے اور ان جگھوں کی زیارت کے ثواب سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اب کسی بھی اور جگہ کو یہ مرتبہ دینا کہ لوگ دور دراز سے چل کر وہاں جائیں اور اس مقام کو مخصوص کر کے وہاں ثواب کا اعتقاد رکھیں۔ یہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔ صحابہ کرام تو لوگوں کو ان جگھوں سے بھی روکتے تھے جس کا کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رہا ہو تا کہ کہیں یہ شرک کا ذریعہ نہ بن جائے۔

«عَنْ قَزْعَةَ: قَالَ اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ إِلَى الطُّوْرِ فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: قَالَ لاَ تُشَدُّ الرِحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ النَبِيِّ وَالْمَسْجِدِ الأَقْصَى وَدَعْ عَنْكَ الطُّوْرَ فَلاَ تَأْتِهِ»

حضرت قزعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے کوہ طور کی طرف زیارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو میں

نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کے متعلق پوچھا کہ ایسا کرنا کیسا ہو گا ؟...... تو انہوں نے جواب دیا : کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف ثواب کے ارادہ سے زیارت کے لئے جانے سے منع فرمادیا ہے -وہ تین مقامات مسجد الحرام (بیت اللہ) مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) اور مسجد نبوی ہیں -اس لئے (اس حدیث کی روشنی میں) اے قزعہ تو زیارت کے لئے کوہ طور کی طرف نہ جا-

(اخبار مكة للإ زرقی ص 304 علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں -)

اگر صحابہ کرام ہمارے دور میں ہوتے تو کیا ثواب کے لئے مزاروں اور درباروں پہ جانے کی اجازت دیتے ؟

مزید بر آں اس فرمان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی جگہ کو یہ رتبہ دے دیا جائے اور وہاں عبادت خالص اللہ ہی کی بجالائی جائے اور شرک کا ارتکاب بھی نہ کیا جائے اور اس جگہ پر کسی کا مزار بھی نہ ہو...... تب بھی یہ فعل اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے صریحاً خلاف ہو گا- مگر ذرا غور فرمایئے ایسے مقامات کے بارے جو ہیں ہی بزرگوں کے مزارات اور شرک کے اڈے 'ان کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف جانے سے منع فرمایا ہے بلکہ انہیں ڈھا دینا اپنے ذاتی عمل سے بتلایا ہے- تو ایسے مقامات کی طرف سفر کرنا کتنا بڑا جرم ہو گا' اللہ ذوالجلال کے ہاں ؟

بیت اللہ کے ساتھ محاذ آرائی :

حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے مقام کو بنانا اور اس کی طرف جانا' اپنی طرف سے چوتھی جگہ کا اضافہ کرنا ہے اور ان تین جگہوں کی اہمیت کو کم کرنا ہے - جہاں تک اللہ کے گھر کعبہ کا تعلق ہے تو اس کی اہمیت کو کم کرنے کی مہم تو جاری ہے اور زور شور سے جاری ہے -اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ کو شریف کہا مگر آج مزاروں کے حوالے سے ہر شہر اور ہر گاؤں شریف

بن چکا ہے- پھر جو کچھ بیت اللہ میں کیا جاتا ہے-وہی مزارات پر دہرایا جاتا ہے- بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے-ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ کے گرد طواف کو نماز کی مثل قرار دیا ہے-اب یہاں قبر کے گرد پھیرے لگا کر صاحب قبر کی عبادت کی جاتی ہے- وہاں حجر اسود کا بوسہ لیا جاتا ہے' یہاں حضرت کے مزار پر لگے ہوئے سرخ و سفید پتھروں کو چوما جاتا ہے-وہاں ملتزم کے ساتھ چمٹ کر اپنے اللہ سے فریادیں کی جاتیں ہیں- تو یہاں مزار کے ستونوں کے ساتھ لپٹ کر حضرت کے نام کی دہائیاں دی جاتی ہیں-وہاں سال میں دو دفعہ کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا ہے تو یہاں سال میں بے شمار مرتبہ حضرت کے مزار کو رنگ برنگی اور سنہری چادروں سے سجایا جاتا ہے-بیت اللہ کو غسل دیا جاتا ہے تو یہاں جناب علی ہجویری صاحب کے مزار کو پچاس پچاس من عرق گلاب کے ساتھ دھویا جاتا ہے-وہاں لبیک لبیک کہہ کر اللہ کے حضور حاضری کا اعلان کیا جاتا ہے تو یہاں شرکیہ اشعار اور قوالیاں گا کر تلبیہ کی نقل اتار لی جاتی ہے- غرض ہر میدان میں اللہ کے گھر کا مقابلہ دکھائی دیتا ہے اور نادان دوستوں نے کعبہ کے مقابلے میں بے شمار کعبے بنا کر ابو ھہ کے کام کو خوب رواج دیا ہے-

جب سلطان عبد العزیز کے جواب نے قبوں کا کباب بنا دیا :

ترکوں کے زمانے میں یہی کچھ عرب کی پاک سرزمین میں بھی ہو چکا تھا- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگوں کے مزارات بنا کر ان کے ساتھ اسی قسم کا سلوک روا رکھا گیا تھا-تب اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کو امام محمد بن عبد الوہاب اور محمد بن سعود کی صورت میں دو توحید کے فرزند عطا فرمائے-ایک کو توحید کے علم و عمل سے نوازا جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں توحید کی تلوار کو تھمایا اور اپنے پیارے آخری رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پھر اس کی اصلی صورت میں سرزمین حجاز میں جلوہ گر فرما دیا- پھر دوبارہ شاہ فیصل کا باپ ابن سعود کا فرزند سلطان عبد العزیز سعودی عرب میں خادم الحرمین الشریفین بنا اور اس نے باقی رہے

سے شرکیہ مقامات اور مزارات سے بھی سر زمین عرب کو پاک وصاف کر دیا- تب بر صغیر کے بعض مولوی سلطان کو اس مقدس دینی کام سے ہٹانے گئے تو سلطان نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

"اگر تم قرآن کی کوئی آیت یا محمد رسول اللہ ﷺ کا کوئی ایک فرمان' ان مزاروں کے حق میں لے آؤ تو میں انہیں سونے چاندی سے آراستہ کر دوں گا"

مزارات کی نمائندگی کرنے والوں کے پاس سلطان کے اس جواب کا کوئی توڑ نہ تھا- تب دلیل کے میدان میں لاجواب ہو کر گھر کو لوٹے- ٠

سلطان کے جواب پر خوش ہو کر اس وقت کے معروف مسلمان لیڈر مولانا ظفر علی خان نے سلطان کے ان جرات مندانہ اسلامی اقدامات کو اپنے اخبار "زمیندار" میں خراج تحسین پیش کیا اور اپنے اشعار میں اس امید کا اظہار کیا کہ باقی دنیا میں شرکیہ نجاستوں کی تطہیر ان شاءاللہ سلطان جیسے موحد ہاتھوں سے ہوگی-

آخری لمحات میں اللہ کے رسولؐ کی وصیت :

بھائیو اور بہنو! اب آخر میں اللہ کے رسول کے دو پیارے فرمان سن لیجئے

پہلا فرمان ان لمحات سے متعلق ہے جب انسان دنیا کی سرحد سے قدم اٹھائے ہوئے ہوتا ہے اور آخرت کی سرحد میں اپنا اٹھایا ہوا قدم رکھنے کو تیار ہوتا ہے -

اس موقع پر جو بات بھی کہی جاتی ہے وہ وصیت کہلاتی ہے اور اب آپ جس وصیت سے واقف ہونے والے ہیں' یہ تمام نبیوں کے آخر میں آنے والے' سب نبیوں کے امام امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے اور یہ اس رحمت للعٰلمین پیغمبر کی وصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ انتہائی شفیق اور مہربان قرار دیا ہے-

تو دیکھئے اور سنئے اپنے پیارے نبی ﷺ کی وصیت جس میں ہم سب کی بھلائی کی خاطر ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے پیشگی خبر دار کر دیا گیا ہے :

«عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ وَفِي رِوَايَةٍ لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللهِ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلَي وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَي الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ»(بخاري ومسلم)

ترجمہ : مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس مرض میں جس سے آپ ﷺ جانبر نہ ہو سکے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ پر موت کی کیفیات طاری ہوئیں تو آپ ﷺ اپنی چادر کو اپنے چہرے پر ڈالتے' پھر جب گھٹن محسوس کرتے تو چادر ہٹا دیتے- اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں' عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا-

(صحیح بخاری :کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل رقم الحدیث 3453 صحیح مسلم :کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد من القبور)

"قیامت" قبر پرستوں پر قائم ہو گی :

جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے تو قیامت قائم ہونے کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک انتہائی خوشگوار ہوا بھیجے گا اور وہ ہر اس شخص کے فوت ہونے کا سبب بن جائے گی کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو گا-

(صحیح مسلم :کتاب الفتن و اشراطه الساعة باب فی عبادة الاصنام عند قرب الساعة)

یعنی اللہ تعالیٰ اتنے مہربان ہوں گے کہ ان کے ہاں ایمان کی معمولی سی مقدار بھی معتبر ہو گی- مگر قبر پرستوں کے بارے بھی دیکھئے کہ قبر پرستی کے عقیدے کے ساتھ ان کے ایمان کو ایمان تسلیم ہی نہیں کیا جا رہا اور چونکہ شرک کی موجودگی میں ایمان برباد ہو جاتا ہے اور رائی کے دانے جتنا بھی باقی نہیں بچتا' تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا- اور

حقیقت تو یہی ہے کہ جب کوئی شے موجود ہی نہیں اور اگر موجود تھی تو برباد ہو چکی؛ لہٰذا اب ذکر کس کا ہو؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو قبر پرستی کے اس مذموم جہنمی فعل سے بچائے کیونکہ بڑے بد قسمت ہیں یہ لوگ کہ قیامت بھی انہی پر قائم ہوگی۔ تو اب سنئے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان:

«عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمْ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءُ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ»(أحمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول ﷺ اللہ نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگوں میں سے بدترین ہوں گے وہ لوگ جنہیں قیامت آلے گی اور وہ زندہ ہوں گے اور ایسے لوگ وہ ہوں گے جو قبروں کو عبادت گاہ بناتے ہیں۔

(مسند الامام احمد جلد1ص 405 - 435)

ہجویری مزار سے الٰہی دربار تک

(ایک زندہ و جاوید کردار کی سچی داستان)

میں نے میٹرک اپنے گاؤں کے سینی بار ہائی اسکول سے سائنس کے ساتھ فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ تصوف کے رنگ میں تو بچپن ہی سے رنگا ہوا تھا کیونکہ ہمارا گھرانہ زبر دست قسم کا پیر پرست ہے۔ چنانچہ دیدار الٰہی کے لئے اور صاحب ڈیوٹی (ولی) بننے کے اشتیاق میں اکثر کوشاں رہتا۔ یہاں تک کہ ساری ساری رات مسجد میں گزارتا۔ یا پھر تنہائی میں ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر بگلے کی طرح بھگتی کرتا۔ کبھی الٹا لٹک کر اپنی گمنام منزل کے حصول کی سعی لاحاصل کرتا۔ مگر فاصلہ تھا کہ بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ شوق وصال میں کبھی کسی درگاہ اور کبھی کسی دربار پر حاضری دیتا۔ اپنے حلقہ یاراں کی طرح جب عشق کا مروڑ پیٹ میں زیادہ اٹھتا تو کبھی وجد آجاتا۔ کبھی حال چھڑ جاتا اور کبھی خالی دھمال پر ہی گزارہ کرنا پڑتا۔

اسی طرح ماہ و سال گزرتے رہے اور درویشی کی گرہ دل میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ کبھی کبھی ترجمے والا قرآن مجید پڑھتا تو ذہن کسی اور ہی تبقت کی طرف

چلا جاتا- کیونکہ وہاں ہمارے جیسی دھینگا مشتی کا تصور تک نہ تھا- جب میں اپنے والد صاحب سے دریافت کرتا تو وہ کہتے :بیٹا قرآن ہماری سمجھ میں آنے والی چیز نہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں- یہ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں- میں بھی ذہن کو ادھر ادھر گھما کے دل کو تسلی دیتا کہ بزرگ ٹھیک ہی کہتے ہوں گے-کیونکہ میں سمجھتا تھا اور دیکھتا تھا کہ والد صاحب اہل معرفت کے حلقے میں منجھے ہوئے تھے اور اپنا الگ ایک مقام رکھتے تھے (اور رکھتے ہیں) گیارہویں شریف کا ختم شریف بڑی پابندی اور بڑے اہتمام سے دلوایا جاتا تھا (اور دلوایا جاتا ہے) جس میں' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا تھا- یہ تو خیر سن ہی رکھا تھا کہ عشق اور معرفت کی دنیا میں بڑی کٹھنائیاں ہیں اور اس راستے میں اترنا جان جوکھوں کا ہی کام ہے- بہر حال میں نے اس "پر خار اور پر خوار" راستے پر چلنے کا چیلنج قبول کر لیا- اس وادی مغضوب کی طرف چلنے سے پہلے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا تو لازمی شرط ہے اس لئے جہاں بڑوں نے ہاتھ دیئے' وہاں ہم نے سر دینا بھی قبول کیا ہوا تھا-

ہاتھوں میں ہاتھ دینے والے یہ خوب جانتے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے پھر وہی اول و آخر' ظاہر و باطن' حاضر و ناظر' جہاں دو ہوں وہاں تیسرا وہ ہوتا ہے اور جہاں چار ہوں وہاں پانچواں اسے سمجھا جاتا ہے-

میں بھی اسی تصور کے لبادے میں لپٹا ہوا تھا- اس لئے عقیدت کے جوش میں کبھی کبھی اپنے مرشد پاک کی تصویر کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتا (جو گھر میں ہمہ وقت موجود ہوتی تھی) اور اپنی آبدیدہ آنکھوں کو اپنے پیر و مرشد' آقا و مولا' حاجت روا' مشکل کشا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر ٹھنڈک پہنچاتا تھا- یہی سبق سکھایا جاتا تھا کہ سیاہ و سفید کے مالک بھی وہی' بارش برسانے والے بھی وہی' رازق بھی وہی' مالک کل بھی وہی- (یاد رہے آج کل ان کی ایک ٹانگ ٹوٹ چکی ہے اور وہ لنگڑا کر چلتے ہیں اور اس بزرگ کو بعد میں بوجوہ چھوڑ دیا گیا تھا) اور یہی سبق ہم نے ازبر کر رکھا تھا- ہاں تو بات ذرا دوسری طرف نکل گئی' تو میں کہہ رہا تھا کہ میں نے چیلنج قبول کر لیا [illegible] تھا اور

اس جذبے سے سرشار میں چھوٹی بڑی درگاہوں پر ٹکریں مارتا رہتا تھا- مگر اپنے اللہ سے بغلگیر نہ ہو سکا- دن گزرتے گئے- اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا رہتا ہے

"کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا"

آخر ایک دن اس فانی دنیا کی جھوٹی لذات اور عیش و عشرت کی زندگی کو، میں نے خیرباد کہہ دیا اور حضرت داتا گنج بخش صاحب کے دربار پر جانے کا پروگرام بنایا- دل میں یہ فیصلہ کیا کہ جب تک داتا صاحب ولایت کی مہر نہیں لگا دیتے، واپس نہیں آؤں گا-

داتا دربار کی طرف روانگی کیسے ہوئی؟:

قرآن نے جس کو کھلا دشمن کہا ہے میں اس کے پنجوں میں اچھی طرح جکڑ گیا تھا- اور سچی بات ہے کہ اندر ہی اندر مجھے بشارتیں بھی ہونے لگیں تھیں، جو کہ شیطان کے وسوسے تھے کہ جلدی جاؤ تمہارا فیض وہیں کھلے گا وغیرہ وغیرہ- لوگوں کے دل میں بھی میری عزت تھی- شب بیداری کے سبب لوگ مجھے کچھ کچھ ولایت کے عہدے پر فائز سمجھنے لگے- شاہ کوٹ (فیصل آباد پنجاب) میں ہماری آڑھت کی دکان بھی تھی- والد صاحب دکان پر تھے، میں نے والدہ سے اجازت لی- سناروں کے گھر میں نازو نعم سے پلنے والے نے جب شاہانہ لباس اتار پھینکا اور فقیروں والا پھٹا پرانا لباس پہنا تو لوگ حیران تھے (لباس و خوراک کی نفاست پسندی کی وجہ سے والد صاحب کے دوست مجھے "شہزادہ" کہہ کر پکارتے تھے) میں سیدھا شاہ کوٹ والد صاحب کے پاس پہنچا اور اجازت مانگی- والد صاحب مجھے اس حالت میں دیکھ کر ششدر رہ گئے اور رو کر کہنے لگے: بیٹا! اس طرح جا رہے ہو- میں نے کہا: ہاں فقیر بادشاہوں کے ہاں اسی طرح ہی جایا کرتے ہیں- والد صاحب نے اونچی اونچی رونا شروع کر دیا- مجھ سے بھی نہ رہا گیا، پاس بیٹھے لوگ بھی زارو قطار رونے لگے- بعض لوگ کہتے تھے: بھائی غلام محمد تو خوش قسمت ہے جس کو اللہ نے ایسا بیٹا عطا کیا ہے-

آخر رونے دھونے کے بعد والد صاحب نے کہا : بیٹا ہم ولیوں کے ماننے والے ہیں اور داتا صاحب کے آرڈر پر تم جا رہے ہو' میں تم کو اس نیک مقصد سے منع تو نہیں کرتا۔ (میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بشارتیں شروع ہو گئی تھیں جو میں اپنے بزرگوں کو بتا چکا تھا) ویسے تم جانتے ہو کہ میں تمہارے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا۔ میں نے کہا : ٹھیک ہے لیکن یہ فقیر تو اب جا ہی رہا ہے۔ شاہ کوٹ میں نو لکھ ہزاری کا مشہور دربار ہے' میں سیدھا دربار پر گیا' وہاں حاضری وغیرہ دی اور اپنی منزل کی جانب یعنی داتا دربار کی طرف چل دیا۔ اپنی ہوش میں لاہور کی طرف میرا یہ پہلا سفر تھا۔

یہ بات مشہور ہے کہ جب تک پیر مکی صاحب کے دربار پر حاضری نہ دی جائے داتا صاحب اپنے ہاں کسی قسم کی حاضری قبول نہیں کرتے۔

دربار پر حاضری :

حسب رسم میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر میں داتا دربار پہنچا اور جاتے ہی قبر مبارک پر سجدہ ریز ہو گیا۔ میں اونچی اونچی رو رہا تھا' اتنے میں ایک باوا صاحب آئے' مجھے پکڑا اور تسلی دینے لگے۔ میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ بس پھر کیا تھا!!

ٹک ٹک دیدم...... لب نہ کشیدم

قبر مقدس کو دیکھتا رہتا اور چپ رہتا۔ کچھ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ کا مقرب بننے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں!! نفس سے زبردست "جہاد" کرنا پڑتا ہے' سو میں نے بھی ریہرسل شروع کر دی' اس جہاد کی...... جون جولائی کی کڑکتی دھوپ میں ایسا جہاد کرنے والے ہی اس کی حقیقت جان سکتے ہیں' دوسروں کو کیا معلوم!

"جس تن لاگے سو ہی جانے"

صوفیا کرام فرماتے ہیں : شیرنی کا دودھ خالص سونے کے برتن کے علاوہ اور کسی برتن میں نہیں ٹھہرتا ' برتن ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے جس سینے میں معرفت کا علم داخل کرنا ہو

'پہلے اسے صاف اور سونے کی طرح خالص کرنا پڑتا ہے- اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو پہلے گندگی سے پاک صاف کرنا ضروری ہے' جس کے لئے کھانے پینے سے پرہیز کرنا لازمی شرط ہے- یہاں معرفت الٰہی کو شیرنی کے دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے 'تو میرے سامنے بھی میرے ہی گاؤں کی ایک زندہ مثال تھی- ہمارے گاؤں کے ایک بزرگ ہیں 'انہوں نے بارہ برس تک روٹی نہیں کھائی اور سوکھ کر کانٹا بنے ہوئے تھے- اور دور حاضر کے اولیاء وصوفیاء کے نزدیک مقام خداوندی تک پہنچ چکے تھے- مشہور ہے "رانجھا رانجھا کردی میں آپے رانجھا ہوئی" یعنی جو بندے اس قدر زیادہ اللہ اللہ کرتے ہیں 'ایک وقت آتا ہے کہ وہ خود خدا کا روپ ہو جاتے ہیں-

حضرت کے ذکر کی تپش :

اسرار خداوندی سے واقف حضرات اس بات کو خوب جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ علی احمد صابر کلیر شریف والے مقام خداوندی پر فائز تھے- مشہور ومعروف واقعہ جو ان سے منسوب ہے' وہ مختصراً کچھ یوں ہے کہ :

انہوں نے چھتیس برس ایک جنگل میں بغیر کھائے پیئے گزار دیئے- وہ اس قدر یاد الٰہی میں مشغول رہے کہ کھانے پینے کا ہوش نہ رہا- بارہ بارہ میل تک چاروں طرف ان کے (ذکر الٰہی) کی تپش محسوس کی جاتی تھی- اور اگر کوئی پرندہ ان کے سر کے اوپر سے بھی گزر جاتا تو جل کر نیچے گر جاتا- آپ ایک گلر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر وظیفہ کیا کرتے تھے- چھتیس برس وہاں رہے- اس درخت کی ٹہنیاں اور جڑیں وغیرہ آپ کے سارے جسم کے گرد لپٹ چکی تھیں- پھر آپ کو واپس لانے کا قصہ بڑا طویل ہے- بہر حال جب واپس آئے تو ان کی شادی کر دی گئی- آپ کی بیوی جب آپ کے پاس آئی اور کہا : میں آپ کی بیوی ہوں- تو حضرت فرمانے لگے : اللہ میاں کی بھی کوئی بیوی ہوتی ہے !! وہ کہنے لگی : جی آپ اس طرح تو مذاق نہ کریں' میں واقعی آپ کی بیوی ہوں- حضرت صاحب نے جب جلال میں آ کر

ان کی طرف دیکھا تو وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی-(یہ ہے مقام خداوندی) سمجھ دار عورتیں شادی سے پہلے خوب جان لیا کریں کہ موصوف کہیں اس مقام پر تو فائز نہیں ہے...... بصورت دیگر......)

رہبانیت کی انتہا :

ہاں تو میں بھی اس جہد مسلسل میں لگا رہا-اب خوراک کا یہ عالم تھا کہ دن میں کبھی کبھار چند ایک چنے کے دانے کھاتا اور دو گھونٹ پانی پی لیتا-یوں تو وہاں کھانے پینے کی چیزوں کی کوئی کمی نہیں تھی-لوگ میرے قریب انواع اقسام کی مٹھائیاں اور کھانے لا کر رکھ دیتے لیکن میں کبھی آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھتا تھا' کیونکہ میری دنیا ہی کچھ اور تھی- خدا جھوٹ نہ بلوائے' سترہ یا اٹھارہ دن بعد مجھے رفع حاجت ہوتی تھی-اب رونا دھونا اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ میری آنکھوں کا پانی تک خشک ہو گیا' مگر میں پھر بھی شکست ماننے والا نہ تھا-گرمی اور خشکی کے سبب نیند بالکل ختم ہو چکی تھی- میرے علاوہ قبر مبارک کے قرب وجوار میں اور لوگ بھی چلہ کشی میں مصروف رہتے تھے-مگر میرا مسئلہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا-اب وہ سارے لوگ بھی مجھے ایک پہنچا ہوا بزرگ خیال کرنے لگے- چھوٹی عمر میں کوئی بڑی بات ہو جائے تو حیرت تو ہوتی ہی ہے- میری عمر بھی کچھ زیادہ تو نہ تھی' ابھی داڑھی بھی ٹھیک سے نہ اتری تھی-کہ میں معرفت کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا- مزار پر لوگ حاضری دینے تو آتے ہی تھے کوئی کچھ مراد لے کر آتا اور کوئی کچھ-کیونکہ اکثر لوگوں کی مرادیں تقریباً ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں اور وہ پوری بھی وہاں ہی ہوتی تھیں-

حضرت معین الدین چشتی اور ایک فاحشہ عورت :

(سینہ بسینہ علم سے) ایسا ہی ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتی داتا صاحب کے دربار پر حاضری دینے کے لئے آئے تو میری طرح دیدار چاہتے تھے'

جو مشکل دکھائی دیتا تھا- کافی دن گزر گئے مگر کوئی بات نہ بنی - دیکھتے کیا ہیں !ایک بدکردار عورت آئی اور سلام کی رسم سے فارغ ہو کر کہنے لگی :"داتا میرا یار ملا دے - اگر میرا یار نہ ملا تو داتا تیری قسم میں یہاں سے کبھی نہیں جاؤں گی-"اب کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا آشنا وہاں آجاتا ہے اور اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر اسے لے جاتا ہے- خواجہ معین الدین یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے !! نمناک آنکھوں سے مزار اقدس کی طرف منہ کر کے کہتے ہیں :ایک عورت ابھی آئی اور اپنا مقصد پا کر چلتی بنی ' میں کئی دنوں سے یہاں دیدار کو ترس گیا ہوں' نہ جانے مجھ سے کون سی غلطی ہوئی ہے 'تو قبر مبارک سے آواز آئی : معین الدین! اس عورت کا یقین بہت پختہ تھا' اس لئے میں نے اس کو جلدی فارغ کر دیا- تُو تو ہمیں بہت اچھا لگتا ہے' اس لئے یہاں کچھ دن اور رک جاؤ' تو انہوں نے یہ شعر کہا :

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

لوگ میرے پاس آکر پوچھتے تھے : بھائی کیا معاملہ ہے ؟کوئی لڑکی وغیرہ کا چکر تو نہیں ہے- کہیں شادی کروانے کو جی چاہتا ہے یا عشق و محبت کا کوئی مسئلہ ہے...... ؟ ویسے کوئی فکر نہ کر داتا سب کی سنتا ہے- میں کہتا : بھائی نہیں ایسی کوئی بات نہیں- اگر اس طرح کا کوئی چکر ہوتا تو حل ہو گیا ہوتا ' میری دنیا کوئی اور ہے- تو وہ ہنس کر چل دیتے- اب رفتہ رفتہ میں وہاں کے لوگوں میں کافی مشہور ہو گیا- بڑے بڑے بزرگ اور عمر رسیدہ حضرات میرے پاس آکر رو پڑتے- کہ جناب ہمارے لئے بھی کوئی دعا کرو- میں کہتا : یارو! اگر میری دعا میں کوئی اثر ہوتا تو میں اپنے لئے نہ کر لیتا- مگر وہ کہاں سنتے تھے- کہتے تھے : میں تو خاصان خاص میں سے ہوں- بس ہمارے لئے دعا کر دیں- میں تنگ آکر کہتا : مجھے تو خود کسی کی بد دعا لگی ہوئی ہے' میں تمہارے لئے کیا کروں...... تو وہ میری اس بات کو بھی شان بے نیازی سمجھ کر مسکرا دیتے (کسی نے یونہی تو نہیں کہا کہ "مشرک دی مت مری ہندی اے")

جب تک داتا قبر سے نکل کر بغل گیر نہ ہو گا......

ایک بڑے میاں سے وہاں علیک سلیک ہو گئی' باتوں باتوں میں انہوں نے بتایا : میں کئی سالوں سے یہاں رہ رہا ہوں (مجھے بھی امر ہوا تھا) میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ داتا صاحب قبر سے نکل کر مجھ سے بغل گیر نہیں ہو جاتے- بے ساختہ میری زبان سے نکل جاتا "واہ سبحان اللہ" "داتا' داتا ہی ہے- اور پھر فرط جذبات سے میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے- میں اکثر حالت استغراق میں رہتا اور وہ بابا بھی کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹ جاتے- ایک دن وہ سو رہے تھے کہ کسی نے ان کی طلائی گھڑی چرا لی- جب وہ بیدار ہوئے تو کہنے لگے : میری گھڑی کسی نے چرا لی ہے- میں نے کہا : آپ کو پتہ نہیں چلا ؟ کہنے لگے : نہیں! بس سوتے ہوئے کام ہو گیا (وہ بھی پہنچے ہوئے ولیوں میں سے تھے) میں نے کہا : کوئی بات نہیں داتا اور دے دے گا' یہ کہہ کر میں پھر یار کے نام کی مالا جپنے لگا- گاؤں کے اکثر لوگ میرے پاس آتے اور مجھے دیکھتے ہی رونا شروع کر دیتے' کیونکہ میری حالت بھی قابل رحم ہو گئی تھی- میرے والد صاحب کچھ دنوں کے بعد آتے اور مجھے اچھے اچھے کپڑے اور روپے پیسے دے کر چلے جاتے- جب وہ جاتے تو میں وہ کپڑے اور روپے غریبوں کو دے دیتا' یا پھر وہاں رکھے ہوئے "گلے" میں ڈال دیتا اور خود وہاں بیٹھا روتا رہتا- جب والد صاحب دوبارہ آتے تو میں انہیں پہلے سے زیادہ کمزور دکھائی دیتا- وہ کہتے : بیٹا کچھ کھایا پیا کرو- لیکن مجھے کھانے پینے کا ہوش کہاں تھا؟

ایک دن میرا بڑا بھائی میرے پاس آیا اور مجھے دیکھ کر اس قدر رویا کہ ہچکی بندھ گئی- کہنے لگا : اب گھر چلو- میں نے کہا : ابھی امر نہیں ہے 'تم جاؤ- اب تو میں اپنے بہن بھائیوں اور والدین سے بھی بے نیاز ہو گیا- ہمارے رشتہ دار آتے' جھک جھک کر سلام کرتے مگر مجھے کسی کا ہوش نہ تھا- بس ایک ہی لگن تھی کہ پیر کامل بن کر ہی جاؤں گا- کیونکہ پیر کامل خدا کا روپ سمجھا جاتا ہے- ولیوں کی بڑی شان ہے اور ان کے ہاں ایک لمحہ گزارنا بھی سو سال کی

عبادت سے بہتر سمجھا جاتا ہے-اسی لئے یہ شعر بہت مشہور ہے کہ :

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ اطاعت بے ریاء

منزل کی قربت کا اشارہ ہوا مگر ابھی تو وہ بہت دور تھی :

میرا زیادہ تر وقت اولیاء کے سائے تلے ہی گزرتا تھا-اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی تھی-ایک دن ہلکی سی بشارت ہوئی کہ مکی شاہ صاحب کے دربار پر حاضری دو-دل میں سوچا کہ نمبر آنے والا ہے اور منزل قریب ہو گئی ہے-جانے کے لئے اٹھا تو میری جوتی غائب تھی-میں اسی طرح پیدل ہی چل دیا' سورج نصف النہار پر اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور سڑکیں آگ اگل رہی تھیں-میں دنیا سے بیزار تپتی ہوئی ننگی سڑکوں پہ ننگے پاؤں چل رہا تھا' پاؤں سلگ رہے تھے مگر انجام سے بے خبر چلتا رہا-پیر مکی صاحب کے دربار کے پچھلی جانب ایک چھوٹا سا قبرستان ہے-جب میں وہاں پہنچا تو قبرستان میں بیٹھے ہوئے ایک بہت موٹے تازے ملنگ نے اونچی آواز میں مجھے میرا نام لے کر پکارا-میں حیران تھا......! انہوں نے کہا : جلد آجا' میں تیرا ہی انتظار کر رہا ہوں-(بعد میں پتہ چلا کہ ولائت کی دھاک بٹھانے کے لئے ایسے کاموں کے لئے باقاعدہ خفیہ ایجنٹ رکھے ہوئے ہیں)

کانٹوں پہ چلتی ہوئی آئی تیرے گاؤں میں

دیکھ بلم تیری قسم چھالے پڑے پاؤں میں

میں نے دل میں کہا کہ بزرگ دلوں کا بھید جانتے ہیں-جب میں ان کے قریب گیا تو عرض کی : کیا حکم ہے بابا حضور میرے لئے ؟-انہوں نے کہا : ابھی آرڈر نہیں ہے-مکی صاحب نے حکم دیا ہے کہ اسے وہیں روک دو' یہ آگے نہ آئے' میں بہت رویا سوچا کہ ابھی منزل کچھ دور ہے-کیونکہ سنا ہے کہ جب عشق ہائی ڈگری پہ پہنچا ہو تو معشوق قریب نہیں

آنے دیتے' خواہ کتنے ہی دکھ اٹھائے ہوں- تو میں نے بھی یہی خیال کیا کہ اپنا عشق بھی اس وقت سدرۃ المنتہٰی تک پہنچا ہوا ہے اور ملکی شاہ صاحب نے اسے بذریعہ بشارت اطلاع کر دی ہو گی-

ولی کامل بننے کے لئے ابھی جھاڑو دینے اور حضرت کا تھوک کھانے کی منزلیں باقی تھیں :

اب میں نے عرض کی : حضرت صاحب اب مجھے کیا کرنا ہو گا...... ؟انہوں نے کہا : جھاڑو پکڑو اور قبرتان کی صفائی شروع کرو- میں نے دو تین گھنٹے خوب کام کیا اور قبروں کی صفائی وغیرہ کر دی- پھر ہاتھ باندھ کر حاضر ہوا- آقا !اب کیا حکم ہے ؟انہوں نے ایک پیالی میں تھوکنا شروع کر دیا' جب پیالی آدھی ہو گئی' تو فرمانے لگے :لو !اسے پی جاؤ......اب میں جانتا تھا یا میرا خدا کہ میری کیا حالت ہوئی- مگر معرفت میرے جسم میں رچی بسی تھی- سوچا کہ یہ میرا امتحان ہے- یہ بھی سن رکھا تھا کہ بزرگ چاہیں تو چاولوں کو کیڑے اور گندگی کو مٹھائی میں تبدیل کر سکتے ہیں- شاید یہ بھی کوئی اسی طرح کا ہی کوئی معاملہ ہو- لیکن ایسا نہیں ہوا' مجھے اسی پر گزارا کرنا پڑا' جیسے تیسے کر کے نگل گیا- (یااللہ جہنم کی خوراک دنیا میں کھالی' آگے معاف کر دینا) زیادہ کام کی وجہ سے میں کچھ تھکاوٹ محسوس کرنے لگا تھا- چاہتا تھا کہ تھوڑا سا آرام کر لوں لیکن بابا حضور نے ایک اور ڈیوٹی میرے ذمہ لگائی- فرمانے لگے : یہ گھڑا پکڑو اور درختوں کو پانی دو- دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ طارق میاں !کہاں پھنس گئے ہو !! لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور لاحول پڑھا' اور نئے جذبے کے ساتھ گھڑا پکڑا اور پانی بھرنا شروع کر دیا- اور یہ بات تو مجھے معلوم ہی تھی کہ :

نماز شرع میں اٹھنا بیٹھنا تو ہے لازم
نماز عشق میں دم بھر کہیں قیام نہیں

میرے سر پر پانی کا گھڑا- پاؤں ننگے اور جلتی سڑکیں تھیں- جس کی وجہ سے میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے- مگر "نگاہ عشق و مستی" میں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی- میں گھڑا ہاتھ میں پکڑ کر چل رہا تھا اور اپنے آپ سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ طارق یہ بھی تیری خوش قسمتی ہے کہ تجھے مکی شاہ صاحب کا ماشکی بننے کی سعادت نصیب ہوئی ہے!!! اب میں تھا...... یا...... پانی والا گھڑا تھا- (یہ گھڑا سوہنی کے گھڑے کی طرح کچا نہیں تھا جو ٹوٹ جاتا' بڑا مضبوط تھا) میں نے دو تین گھڑے ایک درخت کے گرد بنے ہوئے دائرے میں ڈال دیئے' مگر وہ چھوٹا سا دائرہ بھرنے کا نام ہی نہ لیتا تھا-

میں نے آٹھ دس گھڑے اور ڈال دیئے- یہ چھوٹا سا درخت وہ بھی پی گیا- میں بہت حیران ہوا!! کیونکہ میں اسے بھی ایک بہت بڑی کرامت سمجھ رہا تھا- ویسے میرا جسم میرا ساتھ چھوڑ گیا- اور میری ٹانگیں بھی لڑکھڑانے لگیں- میری یہ حالت دیکھ کر بابا حضور نے ایک زوردار قہقہہ لگایا- پھر فرمانے لگے: اب بس کرو- میں نے گھڑا رکھ دیا- اور عرض کی: یا حضرت اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: اب تم ذرا آرام کر لو...... شام ہونے کو تھی' جوں جوں اندھیرا بڑھتا جاتا مجھے کچھ خوف سا محسوس ہونے لگا- مگر پھر میں نے دل کو تسلی دی کہ تیرا تو بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا- جانتا نہیں تو داتا صاحب کا بندہ ہے- یہ بات یاد رہے کہ قبرستان کے گرد چار دیواری ہے جس کے ساتھ گندے پانی کا نالہ گزرتا ہے' اور وہ سارا پانی جو میں درختوں کو ڈالتا تھا اس نالے میں گرتا جاتا تھا- یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھی- آخر رات گہری ہوتی گئی' میں بابا حضور سے پوچھتا: کہ اب اجازت ہوئی ہے یا نہیں' کیونکہ میں دربار پر سلام کرنا چاہتا تھا' تو وہ لمحے بھر کے لئے خاموش ہو جاتے اور جس طرح ٹیلیفون کرتے وقت ہیلو ہیلو کرتے ہیں' اسی طرح وہ ہیلو ہیلو کرتے اور مجھے یوں معلوم ہوتا جیسے وہ کسی صاحب سے کال ملا رہے ہوں- میں کھڑا انتظار کرتا اور انتظار تو آپ جانتے ہی ہیں کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے- بہرحال وہ مجھے کہتے: ابھی آرڈر نہیں ہوا- میں تھوڑی دیر بعد پھر سوال کرتا- وہ پھر اسی طرح ٹیلی فون کرتے اور میں شدت کے ساتھ اپنی باری کا انتظار

کرنے لگتا- مگر

پھر میری آس بندھا کر مجھے مایوس نہ کر
عشق کو عشق سمجھ مشغلہ دل نہ بنا

والی بات ہو جاتی- اور وہ کہتے : ابھی آرڈر نہیں ہوا- میں اندر ہی اندر تلملا کر رہ جاتا- اور اپنے آپ کو کوسنے لگتا- اور کہتا کہ طارق تیرے ہی عشق یا عقیدت میں کوئی کمی رہ گئی ہے جو حاضری قبول نہیں ہو رہی- ہجر کا درد اور وصال کا شوق مجھے کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا- میں تنگ آکر پھر سوال داغ دیتا اور کہتا کہ : قبلہ ذرا ٹیلیفون کر کے پتہ کرنا اور مکی شاہؒ صاحب سے عرض کرنا کہ مجھے آگے آنے کی اجازت دی جائے- اس پر وہ حضرت مجھے بری طرح ڈانٹ پلاتے اور غصے سے لال پیلے ہو کر کہتے : وہاں تو چڑی بھی نہیں پھٹکتی' وہاں تو کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں- کہیں تو ولائت سے میرا پتا بھی نہ کٹوا دینا- خاموش رہو......! میں مارے ڈر کے سہم جاتا- داتا صاحب کے دربار پر تو میں اپنے آپ کو جبراً جاگنے پر مجبور کرتا تھا' مگر یہاں تو نیند بالکل ہی اچاٹ ہو گئی تھی- اب بابا حضور نے مجھے حکم دیا : سو جاؤ...... ! نہ کوئی چارپائی اور نہ کوئی بستر دیا- فرمانے لگے : قبر کے ساتھ ہی زمین پر لیٹ جاؤ...... "حکم حاکم مرگ مفاجات" میں لیٹ گیا- مرنے کے بعد پتہ نہیں قبر نصیب ہو گی کہ نہیں زندگی میں ہی میں نے قبر کا نظارہ کر لیا- اب نیند مجھ سے کئی کوس دور تھی- آنکھیں ٹیلیفون کے انتظار میں کھلی تھیں :

مرنے کے بعد بھی میری آنکھیں کھلی رہیں
عادت جو پڑ گئی تھی تیرے انتظار کی

ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی' علی الصبح پیرو مرشد نے پھر کھڑا کر لیا اور صفائی وغیرہ پر مامور کر دیا-

عورتوں کے برہنہ جسموں پر تعویز لکھنے والا اسپوٹین پیر پکڑا گیا

ملزم زنا، قتل، ڈکیتی اور ہیرا پھیری کی وارداتوں میں کئی اضلاع کی پولیس کو مطلوب تھا، ملتان کے بعد شیخوپورہ کے نواح میں "پیر خانہ" کھول کر دھندا کر رہا تھا

خواتین پاس سے "تعویذ" لے کر جاتی ہر وقت اس کے مرد عورتوں کا جمگھٹا لگا رہتا، نوجوان لڑکیوں کے جن نکالنے کیلئے انہیں رات بھر تنہائی میں اپنے ساتھ رکھتا

شیخوپورہ (ڈسٹرکٹ رپورٹر) عورتوں کی عصمتیں لوٹنے اور دم درود کی آڑ میں خوبرو عورتوں کو برہنہ کرکے ان کے جسموں پر تعویذ پولیس کو مطلوب تھا ملزم ملتان میں بھی جعلی پیر بن کر سینکڑوں عورتوں کو بے آبرو کر چکا ہے۔ بعدازاں ضلع شیخوپورہ کے علاقہ نے اپنا ڈیرہ جما رکھا تھا۔ قہوجوار کی مرید خواتین کا ہر وقت اس کے پاس جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ کمسن لڑکیوں کے جن بھوت نکالنے

کسی کے منہ میں تھوک دوں تو ولی ہو جائیگا

سگریٹ سے کینسر اور میٹھی چائے سے شوگر کا علاج

چودھری عبدالحفیظ المعروف بابا جی کے دہلی روڈ اور بیدیاں روڈ پر ڈیرے ہیں، پان سگریٹ کا شوقین پیر مریضوں کا اپنی تھوک کے ذریعے علاج کرتا ہے، عورتیں پیر کی پلیٹ جسم پر ملتی ہیں

میں کسی کا مرید ہوں نہ میرا کوئی مرید ہے، سب میرے یار دوست ہیں، میں نے چہرے پر داڑھی نہیں رکھی مگر میرے پیٹ میں داڑھی ہے جو ہر کسی کو نظر نہیں آسکتی

اپنے یار (ماسٹر شمس الدین قلندر) کی بدولت سراپا خدا بن گیا ہوں جسے چاہوں عطا کر دوں، پاکستان کے دفاعی و مالی مسائل تو کیا امریکہ کے بھی تمام مسائل حل کر سکتا ہوں

مریضوں کے جسم پر تھوکتا ہوں، منہ میں تھوکنے کا الزام درست نہیں، کسی کے منہ میں تھوک دیا تو وہ بھی ان روحانی قوتوں کا مالک بن جائیگا جو میں نے 30 سال کی محنت سے حاصل کی ہیں

ڈاکٹر شہریار سمیت ملک بھر کے ڈاکٹر میرے پاس آکر اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ میری وجہ سے انہیں لاکھوں روپے کی فیس سے محروم ہونا پڑا: پیر عبدالحفیظ کا دعویٰ

لاہور (وقائع نگار خصوصی / خصوصی رپورٹر) دہلی روڈ صدر میں ایک پیر معصوم اور سادہ لوح شہریوں کو اپنی چرب زبانی سے بے وقوف بنا رہا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے قوت شفا بخشی ہوئی ہے اس لئے وہ دل کے امراض اور کینسر کا علاج اس بیماریوں کے سب سے بڑے سبب سگریٹ جبکہ شوگر کا علاج میٹھی چائے سے کرتا ہے۔ پیر چودھری عبدالحفیظ مرد مریض کے پیٹ اور جسم کے دیگر حصوں میں تھوک کر علاج کرتا ہے جبکہ عورتوں کے جسم پر خود نہیں تھوکتا بلکہ جس پانی میں وہ پانی کی پچکاری پھینکتا ہے عورتیں اس پچکاری کو جسم کے تکلیف والے حصے پر خود ملتی ہیں جس

باقی صفحہ 3 بقیہ نمبر 17

"پوری دنیا کے حالات دیکھ سکتا ہوں"

...... پیر عبدالحفیظ کا دعویٰ

لاہور (سٹی رپورٹر) پیر نے دعویٰ کیا کہ اسے جو کشف حاصل ہے اس کی بدولت وہ پوری دنیا کے حالات کو بخوبی دیکھ سکتا ہے، اس کا ایک یار (مرید) سنگاپور میں بری صحبت کا شکار ہو گیا اس نے مجھے ٹیلیفون کیا تو میں نے اسے غلط عورتوں کی صحبت میں رہنے سے منع کر دیا۔ اس کا ایک یار جو کرنل ہے "اس کی بیوی کو" ...

باقی صفحہ 3 بقیہ نمبر

ملک قائم و دوبارہ میرے پاس نہ آئے

اور صحت ... میں ...

لاہور (سٹی رپورٹر) چودھری عبدالحفیظ نے بتایا کہ اس کے

"چھاؤنی والوں کا کام نہیں کرتا تھا"

لاہور (سٹی رپورٹر) پیر نے کہا کہ وہ چھاؤنی والوں کے کام نہیں کرتا لیکن محمد سعید صابری کی وجہ سے ان کے کام کرتا شروع

باقی صفحہ 3 بقیہ نمبر 2

خدا نے میری تھوک میں شفا رکھی ہے

لاہور (سٹی رپورٹر) چودھری عبدالحفیظ نے کہا کہ تھوک نجس ہوتا ہے مگر اللہ نے اپنے نبی کی تھوک میں شفا رکھی تھی اور مجھے بھی یہ قدرت دی ہے کہ جس پر تھوک دوں وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

ایک پیر جو لوگوں کے منہ میں تھوک کر ان کو ولی بنانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسے پیروں کی آج بھی کمی نہیں

باباجی کے احکامات

باباجی اپنے تخت پر بیٹھے بیٹھے مجھے مختلف قسم کے احکامات صادر کرتے تھے جن پر مجھے ہر حال میں عمل کرنا ہوتا تھا- بصورت دیگر مستقبل میں حاصل ہونے والی ولایت سے ہاتھ دھونا پڑتے-

پہلا حکم!...... مجھے غسل دو:

صفائی سے فارغ ہوا تو باباجی نے پانی لانے کو کہا- میں پانی لے آیا انھوں نے حکم دیا کہ مجھے نہلاؤ- میں نے خوب اچھی طرح حضرت صاحب کو غسل دیا- سورج کی کرنیں اپنی تیز روشنی سے اجالا پھیلانے لگیں- کچھ دیر بعد وہاں لوگ آنے شروع ہو گئے' اپنی اپنی حاجات پیش کرتے اور من کی مرادیں پاکر واپس چلے جاتے' مگر اپنے من کی دنیا تو بدستور ویران تھی- کچھ دن اسی طرح گزر گئے' میں اسی طرح روتا دھوتا رہا مگر امر نہ ہوا- مگر پھر بھی میرے شوق وصال میں کوئی فرق نہ آیا- کچھ لوگ آکر مجھے کہتے: باباجی کی خدمت کرو- تر جاؤ گے- بہت کچھ ملے گا- لوگ بھی کبھی بابا حضور سے چھیڑ چھاڑ کرتے تو وہ بہت گندی گندی گالیاں دیتے- اور گالیاں بھی ایسی دیتے کہ سننے والا انسان غیرت سے مر جائے- مگر وہاں بے غیرت ہو کر رہنا ہی باعث سعادت سمجھا جاتا ہے- کچھ اس قسم کی عنایات کی بارش عموماً مجھ پر بھی ہوتی رہی تھی- وہ جتنی گالیاں دیتے لوگ سمجھتے کہ ان کا کام اتنا ہی پختہ اور جلدی ہو جائے گا- وہ لوگ کہتے تھے: بابا حضور کی گالیاں تو جنت کا ٹکٹ ہوتی ہیں (یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ درپردہ بابا سے ملے ہوئے تھے) ویسے ایک گھر وہاں ایسا تھا جو بابا کو بھی گالیاں دیتا تھا- اور باباجی اس گھر کے افراد سے کچھ کنی کتراتے تھے- میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ بابا حضور کی برداشت ہے- ورنہ یہ انہیں ایک ہی نظر سے زندہ جلا سکتے ہیں- بہر حال میں بھی انہیں اولیاء کا گستاخ کہہ کر دل کو تسلی دیتا تھا- ایک دفعہ آدھی رات گزر چکی تھی کہ مجھے

فرمانے لگے :پانی لا کر مجھے نہلاؤ- میں نے انہیں نہلایا-

دوسرا حکم !......بلیوں کا بچہ بلیوں والی سرکار کے پاس چھوڑ کر آؤ :

نہلانے کے بعد ایک بلی کا بچہ میاؤں میاؤں کرتا آیا- مجھے حکم ملا :اسے پکڑو اور بھاٹی دروازہ جا کر بلیوں والی سرکار کے ہاں چھوڑ آؤ- میری جانے بلا کہ بھاٹی دروازہ کہاں ہے ؟میں نے عرض کی :یا سرکار! بھاٹی دروازہ کدھر ہے...... ؟انہوں نے تھوڑی بہت نشان دہی کی- جب میں گلیوں سے ہوتا ہوا سڑک پر پہنچا تو اب سڑک عبور کرنا تھی- میں ٹریفک کی پرواہ کئے بغیر چلنے لگا تو ایک آدمی نے بازو سے پکڑ کر کہا :ارے خودکشی کا ارادہ ہے- میں نے کہا :کیوں کیا بات ہے ؟......بہر حال اس نے مجھے سڑک پار کروائی- میں نے اس سے پوچھا :بھاٹی کدھر ہے-؟ کہنے لگا :اتنے بڑے ہو گئے ابھی تک بھاٹی کا بھی پتہ نہیں چلا- اسے کیا پتہ تھا کہ گرمی اور خشکی سے اور اس جبر مسلسل کی وجہ سے میرا کیا حال ہے- بہر حال پوچھتا پوچھتا میں بلی کا بچہ چھوڑ کر واپس آ گیا- بابا کہنے لگے کہاں مر گئے تھے' اتنی دیر کیوں غیر حاضر رہے ؟میں نے عرض کی : آقا! آپ نے ہی تو بھاٹی دروازہ بلیوں والی سرکار کے پاس بھیجا تھا- کہنے لگے :اچھا ٹھیک ہے- اب تم راوی دریا پر جاؤ- میں نے عرض کی :مرشد راوی کدھر ہے ؟مجھے واقعی کچھ پتہ نہ تھا- کہنے لگے :اچھا اب قبر کے ساتھ جا کر لیٹ جاؤ- میں لیٹ گیا- چھوٹے چھوٹے سانپ میرے اوپر نیچے دوڑتے پھرتے- میں مارے ڈر کے کانپ اٹھتا- وہ بابا حضور ہنسنے لگتے- پھر انہیں مخاطب کر کے کہتے :بھئی اسے تنگ نہ کرو- یہ اپنا ہی آدمی ہے- اور یوں وہ مجھ پر اپنی کرامت کا ڈول ڈالتے- اس پر میرا ایمان بابا جی کے اوپر اور بھی پکا ہو گیا تھا- حالانکہ یہ سارا مداریوں والا کھیل تھا- ایک دن میں نے عرض کی کہ : حضرت صاحب اب میری منزل کتنی دور ہے ؟......فرمانے لگے :میرا معاملہ ملکی شاہ صاحب کے پاس ہے- آگے وہ جانیں اور ان کا کام- مجھے تو جو حکم ملا تھا تمہیں بتا دیا-

تیسرا حکم !...... میرا فضلہ اٹھاو ! :

''اچھا اب تم یہ گندگی اٹھاؤ اور باہر پھینک دو۔'' انہوں نے اپنے نیچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا تھا کہ بابا حضور اتنے موٹے ہو گئے تھے کہ ایک قدم چلنے کے بھی قابل نہ تھے۔ اور جس لکڑی کے پھٹے پر جلوہ افروز تھے' اسے درمیان سے کاٹ کر سوراخ کیا ہوا تھا اور یہیں سے ٹٹی پیشاب کرتے تھے۔ بلا خور اور بلا نوش ہونے کی وجہ سے اجابت بافراغت کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے گندگی کا کافی بڑا ڈھیر ان کے نیچے لگا ہوا تھا۔ جس میں زہریلے کیڑے بچھو وغیرہ پرورش پا رہے تھے۔ (تاجدار مدینہ نے فرمایا ہے نا کہ شیطان ہمیشہ جگہوں پر وارد ہوتے رہتے ہیں

(ابو داؤد: کتاب الطهارة باب ما یقول الرجل اذا دخل الخلاء)

مگر مجھے اس وقت معلوم نہ تھا) بہر حال میں نے حکم کی تعمیل کی۔ یہ بات تو خیر میں نے پہلے سے سن رکھی تھی۔ کہ بزرگ آزمانے کیلئے گندی چیزیں کھانے کا بھی حکم دیتے ہیں۔ اگر کھا لی جائیں تو بیڑا پار' اگر نفرت کی جائے تو آدمی ولایت کی گاڑی سے رہ بھی جاتا ہے۔ یہ سنا بھی تھا اور اس سے پہلے کچھ عمل بھی کیا تھا۔ بہر حال میں وہ گندگی صاف کرنے لگا۔ اپنے ہاتھوں سے وہ ساری ٹٹی میں نے صاف کی۔ اور اگر وہ حکم دیتے تو میں گندگی کھانے سے بھی گریز نہ کرتا۔ جو حضرات اس شہر معرفت کی سیر کرنا چاہتے ہیں' یاد رکھیں کہ پہلے ان کا ایسے حالات سے گزرنا ناگزیر ہے' بصورت دیگر اولیائی کی گیدڑ سینگھی ہاتھ نہیں لگے گی 'جو حضرات ایسا کر سکتے ہیں وہ بخوشی اس میدان میں اتریں۔ وگرنہ...... :

جس کو ہو جان و دل عزیز
وہ اس کی گلی میں جائے کیوں

شاید بابا حضور بھی عصمت و عزت کی چادر اتار کر ہی اس منزل تک پہنچے ہوں گے اور جب پہنچ چکے تو دیکھو کس طرح اپنے تخت پر براجمان ہو کر لوگوں کی قسمت کے فیصلے کرتے

ہیں۔

عجیب تبرک :

یہاں ایک اور بات عرض کر دوں کہ بابا حضور کبھی کبھی سوائے قمیض کے اور کوئی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔اور جو بھی مرد و زن یہاں آتے وہ بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ لوگ حضرت کے ننگے بدن سے چیزیں لگا کر کھاتے۔یا متبرک سمجھ کر گھروں میں لے جاتے تھے۔اور سمجھتے تھے کہ بامراد واپس جا رہے ہیں۔اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کی اکثریت کو کہیں جاہل اور کہیں بے علم کہا ہے۔اب بھی اکثریت کی حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔بقولِ شاعر

سوچتا ہوں روؤں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اے اللہ! تیرا شکر ہے' بے حد احسان ہے تیرا کہ تو نے مجھے توحید کی سمجھ عطا کر دی' وگرنہ

"نہ خوش ہے یہ جہاں مجھ سے' نہ خوش ہے وہ جہاں مجھ سے"

والی بات ہوتی۔دنیا اور آخرت میں ملعون ہو جاتا۔ استغفر اللّٰہ ثم استغفر اللہ۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حضرت صاحب مجھے گندگی کھانے کا امر بھی کرتے تو میں گریز نہ کرتا کیونکہ میں تو ہر قیمت پر وہ مقام حاصل کرنا چاہتا تھا' جہاں " قم باذنی" اور " قم باذن اللہ" میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔

حصول ولایت کے لئے میں اپنے گوشت کا نذرانہ دینے پر بھی تیار بیٹھا تھا...... مگر......؟

اہل معرفت و طریقت پر یہ خیال غالب ہے اور اس بات پر ان کا ایمان ہے کہ جو شخص اس ولائیت کی اڑن طشتری پر بیٹھ جاتا ہے پھر تقدیر کا حکم اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔وہ

جو چاہے تقدیر لکھ دے اور جب چاہے اللہ تعالیٰ کے لکھے کو مٹا دے- اور میں اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے کو تیار تھا- اسی خیال سے میں نے ایک دن چھری پکڑی جو بابا مرشد کے پاس پڑی ہوئی تھی اور عرض کی : قبلہ ! اگر حکم کریں تو میں اپنے جسم کا گوشت کاٹ کر پیش کروں-...... ؟؟ اور اگر ارشاد کریں تو میں اپنی آنکھیں نکال کر حضور کو پیش کروں- آپ ایک بار کوئی قربانی مانگیں تو سہی...... !!...... (کیونکہ میں جانتا تھا کہ وفا کی دنیا میں اپنے آپ کو سچے عاشق یا مجنوں ظاہر کرنے کے لئے ران کا گوشت تو دینا ہی پڑتا ہے' جس طرح لیلیٰ مجنوں کا قصہ مشہور ہے) تو اس پر میرے قبلہ مسکرانے لگے- اور فرمایا : تو نے منزل پالی- تو نے منزل پالی- میں بہت خوش تھا- پھر میں نے عرض کی کہ : باباجی ! اب ٹیلیفون کر کے پتہ کریں- اور عرض کریں کہ میں اب آسکتا ہوں- ؟ تو وہ فرمانے لگے : وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں مگر ابھی اجازت نہیں ہوئی-

چوتھا حکم !...... بھکاری بن کر بھیک مانگو ! :

اس طرح کئی دن گزر گئے- ایک دن کہنے لگے : اوئے- ادھر آ- میں دوڑ کر گیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا' تو حکم ہوا کہ یہ پیالہ لو- اور لوگوں سے بھیک مانگنے کے لئے جاؤ!!! پہلے تو خوف سے صرف ٹانگیں ہی کانپ جایا کرتی تھیں...... اب سارا جسم تھر تھر کانپنے لگا...... آنکھیں بے نور سی ہونے لگیں- اس سے پہلے جتنی صعوبتیں میں نے برداشت کی تھیں' یہ بات میرے لئے ان سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی..... آج میں نے رونے کی انتہا کر دی- میں نے کہا : باباجی ! اتنا تو ذلیل نہ کرو- مجھے زمین میں گاڑ کر کتوں سے نچوا دو...... مگر...... مانگنے کے لئے نہ بھیجو- میں باباجی کے پاؤں پڑا...... ہاتھ جوڑ جوڑ کر منتیں کیں...... مگر وہ نہ مانے- کہنے لگے : اوپر سے یہی آرڈر ہوا ہے- یہ آخری سیڑھی ہے- دیکھ لو!...... میں نے ذلت کی اس کڑوی گولی کو امرت جان کر قبول کر لیا اور ولایت کے آخری سفر کی طرف چل دیا- میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا کاسہ بھیک کے لئے لوگوں کے سامنے

پھیلایا...... بھکاریوں کی طرح پھرتا رہا...... مانگنا تو آتا نہیں تھا ...... بس رو رو کر ہلکان ہوتا رہا...... آج میں کھل کر رویا تھا...... آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے...... آج آنسو آنکھوں کا حلقہ توڑ کر ساون بھادوں کی طرح برس رہے تھے...... یہی آنسو آج بارگاہ ایزدی سے کچھ پانے والے تھے...... میں نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: اللہ کریم! تو جانتا ہے کہ میری نیت کیسی ہے۔ تو مجھے اپنے بندوں میں شامل کر لے۔ جو صحیح راستہ ہے وہ عطا فرما دے۔ شاید یہی دعا میرے مولا نے سن لی۔ اس ذلت آمیز سفر سے واپس لوٹا تو جو بھیک مانگ کر جمع ہوا تھا' لا کر بابا حضور کو پیش کر دیا' اور عرض کی: یا حضرت اب کیا حکم ہے؟ اس نے پھر گالیاں دینا شروع کر دیں اور تحکمانہ لہجے میں کہنے لگے: جو ہم کہتے ہیں وہی کرو۔

آخر کار۔ مایوس کن جگہ سے مایوس ہی لوٹنا پڑا:

میں نے عرض کی: بابا جی! ابھی میری منزل کتنی دور ہے؟ کہنے لگے: اوپر سے ابھی کوئی آرڈر نہیں آیا...... تو میں سٹپٹا کر رہ گیا۔ میں نے کہا: حضرت صاحب وہ کونسی خدمت ہے جو میں بجا نہیں لایا' وہ کونسی تکلیف ہے جو میں نے نہیں اٹھائی' وہ کونسا ظلم ہے جو میں نے اپنے اوپر روا نہیں رکھا۔۔ میں نے سنا ہے کہ رانجھے نے ہیر کو پانے کے لئے کانوں میں چھید کروائے تھے تو اسے ہیر مل گئی تھی' تم میرے کان کاٹ لو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں مگر ساری عمر میں یہاں نہیں رہ سکتا ' وہ کام بتائیں جو رہ گیا ہو' میں کرنے کو تیار ہوں' کوئی بڑی سے بڑی قربانی مانگو! پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ کہنے لگے: ابھی کوئی امر نہیں۔ میں نے کہا: کب تک امر ہوگا؟ کہنے لگے: چاہے ساری عمر لگ جائے...... !!! مجھے یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی۔ میں غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ اوہ بابا! تیرا بیڑہ غرق ہو جائے۔ تیرا ستیاناس ہو جائے' یہ کونسا طریقہ ہے کہ ساری عمر اسی دشت کی سیاحی میں گزار دی جائے۔ پھر وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا: بزرگوں کے در پر بیٹھے رہنا چاہئے۔ کبھی تو پوچھیں گے ہی نا؟ میں نے کہا: اگر اسی طرح بیٹھنا ہے تو پھر اپنے گھر نہیں بیٹھ سکتا' پھر

تمہارے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے-؟ گھر میں ہی بیٹھ کر اللہ کو پکاریں گے' وہ جب بھی سنے گا- ٹھیک ہے- نہ سنے گا تو نہ سہی- اور یہ شارٹ کٹ تو اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ منزل پر جلدی پہنچا جائے- جب شارٹ کٹ کے باوجود بھی فاصلہ اتنا ہی رہنا ہے تو تم لوگ کس مرض کی دوا ہو ؟...... لا میری چادر...... ذلیل انسان !...... (اس نے میری نئی چادر جو میرے کندھوں پر تھی' یہاں آتے ہی اتار لی تھی)

میں نے اس پر اب خوب غصہ نکالا- پہلے تو بات بات پر یہ حضرت گالیاں دیا کرتا تھا لیکن اب کیا مجال تھی کہ جو آنکھ بھی اوپر اٹھائے...... خاموش ! جیسے ماں مر گئی ہو- میں نے اپنی چادر چھینی کیونکہ (شرافت سے دینے پر تیار نہ تھا) اور کہا : لو میں مکی شاہ صاحب جارہا ہوں...... تم روک کر دکھانا...... بے غیرت انسان ! تمہاری گندگی اٹھا اٹھا کر میرا دماغ خراب ہو گیا جو ابھی تک ٹھیک سے کام بھی نہیں کرتا- غرض میں اسی طرح بولتا ہوا مکی شاہ کے دربار پہنچا اور سلام وغیرہ کیا- روتا دھوتا رہا اور گلے شکوے کرنے شروع کر دیئے -وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا داتا صاحب کے دربار پر گیا اور جاتے ہی قبر سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا- میں ایسے تڑپ رہا تھا کہ جیسے بن پانی مچھلی تڑپتی ہے- میں داتا صاحب سے پوچھتا تھا اور کہتا تھا کہ ''یا داتا...... مجھے ایک بار اپنی زیارت کرادو- اگر میں اس قابل نہیں تو کم از کم آواز دے کر یہی کہہ دو کہ '' طارق تیری حاضری قبول کر لی گئی ہے-'' سارے لوگ آپ سے ملاقات کر کے جاتے ہیں- آپ سے باتیں کرتے ہیں' آپ ان کو امر دیتے ہیں- مجھ سے کیوں نہیں بولتے ؟ '' کئی روز اسی رونے دھونے میں گزر گئے مگر جواب نہ دارد- اب میں بہت پریشان ہو گیا تھا- ایک دن تنگ آکر میں نے کہا : داتا صاحب ! میرے ساتھ کھری کھری بات کرو- صاف صاف کہہ دو- کہ میں تجھے کچھ نہ دوں گا- اگر سائل کو خیرات نہ دینی ہو تو کم از کم اسے اتنا تو کہہ دینا چاہئے کہ ''معاف کرو''...... مگر ساری باتیں بے سود ثابت ہوئیں- میں نے بڑی منت سماجت کی اور عرض کی : یا داتا ! کچھ تو دو کچھ تو بولو ! ؟

...... مگر وہاں تھا ہی کیا جو ملتا - اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے :

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوْ لَكُمْ

(اے لوگو) اگر تم جو ان (قبر والوں) کو پکارتے ہو تو یہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور (فرض کرو) اگر یہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ (فاطر ۳۵ :۱۴)

مگر میرا کیا واسطہ تھا قرآن سے 'جو مجھے اس بات کا پتہ چلتا۔ واقعی کسی نے نہ سنی نہ جواب دیا۔ میں نے شکایتاً کہا: داتا صاحب! ہر کام کے کچھ اصول ہوتے ہیں مگر یہاں تو بے اصولی کی حد ہو گئی ہے۔ بھلا گھر بلا کر کوئی کسی کو اس طرح ذلیل کرتا ہے؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا؟...... جو مجھے اسطرح رسوا کیا۔ اور ذلت کی کونسی گہرائی ہے جس میں میں نہیں اترا۔ داتا صاحب! آپ نے اور مکی شاہ صاحب دونوں نے مجھے کیا دیا ہے؟ کچھ تو جواب دو!!......

مگر وہ دونوں اللہ کے بندے اپنی قبروں میں سوئے ہوئے تھے' انہیں کیا پتہ کیا خبر؟ کہ باہر کون کون لوگ آکر کیا کیا فضول حرکات کرتے رہتے ہیں اور لوگ یہاں آکر کیا کیا گل کھلاتے ہیں؟ یہ تو قیامت کے دن ہی پتہ چلے گا جب وہ خود کہیں گے کہ کیا ہم نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ فوت ہونے کے بعد ہمیں پکارا کرنا؟...... یا مدد مانگنا؟ بہر حال میں بہت شرمندہ ہو کر اٹھا اور شکوے شکایات کرتا ہوا گھر واپس آگیا۔

آہ! لوگ میری پستی کو ولایت کی معراج سمجھ بیٹھے :

دل سے شرک کا بھوت ابھی ٹوٹا نہیں تھا - میرا رنگ بھوکا پیاسا رہ رہ کر زرد سا ہو گیا تھا۔ جب خون ہی نہ رہا تو رنگ تو زرد ہونا ہی تھا۔ اب لوگ مجھے دیکھ کر سبحان اللہ - سبحان اللہ پڑھ رہے تھے۔ کوئی میرے ہاتھ چوم رہا تھا۔ کوئی پاؤں پڑ رہا تھا اور کوئی یہ کہہ رہا تھا: سبحان اللہ! چہرے پر نور برس رہا ہے۔ مگر کون جانے اور کسے معلوم کہ یہ نور مجھے کن کن خرافات سے گزرنے کے بعد ملا تھا۔' وہ میری زرد رنگت کو چہرے کا نور سمجھ رہے تھے۔

اب یہاں صورت حال یہ تھی کہ کہیں لاؤڈ سپیکر چل رہے ہیں' کوئی میرے ولی بن جانے کی خوشی میں دیگیں چڑھا رہا ہے' کوئی حاجت روائی کے لئے پاؤں پڑ رہا ہے اور کوئی دعا

کے لئے منتیں کر رہا تھا......اب میں کھسیانی بلی کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کیا کروں ؟ کیونکہ مجھ میں ولی اللہ والی کوئی بات تو ہے نہیں......اب ان لوگوں کو کیا کہوں ؟ ایک آیا اور کہنے لگا : باباجی ! مجھے ایک لڑکی سے محبت ہے......دعا کریں' یا کوئی تعویذ وغیرہ دے دیں ......بس میرا کام بن جائے - میں نے سوچا کہ نہ معلوم - معرفت کی دنیا میں شاید اسی قسم کا کورس کیا جاتا ہے کہ لوگ ہر جگہ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں---سب سے بڑا احسان اللہ تعالی کا مجھ پر یہ تھا کہ اب تک میری نیت خالص رہی تھی - میں لالچی - دھوکا باز اور مکار نہیں تھا -لوگ جس طرح مجھے ولی مان رہے تھے اور پوجاپاٹ تک تلے ہوئے تھے' میں تھوڑا سا ڈرامہ رچالیتا تو آج ریل پیل ہوتی -لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ ایک اچھا بھلا خاصا پڑھا لکھا سمجھ دار آدی قرآن اٹھا کر کہنے لگا کہ : میں تو آپ کو ولی کامل مانتا ہوں - میں نے اسے کہا : نہیں بھائی ایسی کوئی بات مجھ میں نہیں ہے - مگر ان باتوں سے میں ان کے یقین کو نہ بدل سکا' وہ اسے میری کسر نفسی سمجھتے رہے -

مایوسی کے بعد امید کی کرن...... :

جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا' لوگ مجھے بہت کچھ سمجھ رہے تھے' مگر مجھے معلوم تھا کہ میں نے روحانیت کے نام سے اب تک جو کچھ کیا ہے' وہ سوائے کرتبوں کے کچھ نہ تھا- چنانچہ اب مجھے اپنا وہ وہابی دوست یاد آنے لگا جس کا گھر ہمارے گھر کے ساتھ ہے -وہ میرا بچپن کا دوست تھا -جب میں گیارھویں شریف کا ختم بڑے اہتمام کے ساتھ دلایا کرتا تھا اور اسے بھی اس ختم میں مدعو کرتا تھا' تو وہ بہت لیت و لعل سے کام لیتا تھا - جس پر میں اس سے سخت ناراضگی کا اظہار کرتا اور اسے مزید غصہ دلانے کے لئے "یا علی مدد" کا نعرہ بلند کر دیتا' اس پر اس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ جاتیں' اس پر میں اسے اور زیادہ جلی کٹی سناتا ! مگر وہ اس پر مجھے قرآن کی آیات اور احادیث سناتا' شرک سے ڈراتا اور اللہ کی عظمت و جلال سے آگاہ کرتا اور میرے ہر نئے تکلیف دہ رویئے پر وہ ہمیشہ درگزر سے ہی کام لیتا - اب ایک طرف اہل دربار

اور اصحاب طریقت کی پستیاں تھیں، جن سے میں گزر چکا تھا- اور دوسری طرف یہ اعلیٰ کردار اور اخلاق !! ان سے اب میرے دل میں نفرت پیدا ہو چکی تھی- لیکن بزرگوں کے ڈر سے اپنی نفرت کو دبائے ہوئے تھا مگر اب کے جب اپنے اس دوست کی باتوں پر غور کرتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میرے اندھیر سینے میں روشنی کی کوئی کرن داخل ہو جائے گی اور پھر ابھی تک میرے اس وہابی دوست نے بھی تو میری جان نہ چھوڑی تھی- یہ متواتر مجھے ہدایت کی طرف بلائے چلا جا رہا تھا- حتیٰ کہ میں آخرکار اللہ کریم کی توفیق سے ہی اس کی ذات اقدس سے ڈر گیا اور جونہی اپنے رب سے ڈرا تو غیر اللہ کا ڈر دل سے کافور ہو گیا- اللہ کریم نے میرے دوست عبداللطیف کی دعاؤں کو سن لیا جو وہ میری ہدایت کے لئے اس وقت سے کیا کرتا تھا جب میں میٹرک کے بعد "ولایت کے باغ ارم کی سیر" کے لئے درباروں کی طرف چل نکلا اور وہ قرآن وحدیث کا علم سیکھنے کے لئے مدرسوں کی طرف چل نکلا-

اب توحید و سنت سے محبت اور شرک وبدعت سے نفرت ہوتی گئی- پھر میری زندگی میں ایک دن وہ بھی آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے جہاد کی سی نعمت عظیم کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور مولانا امیر حمزہ صاحب کے ہمراہ جہاد افغانستان میں حصہ لیا، جہاں میرا ذہن اور زیادہ واضح ہو گیا اور پتہ چلا کہ اہل حدیث کیا ہوتے ہیں اور یہ کہ ان کا اصل کام کیا ہے؟ اور یہ بھی پتہ چلا کہ ولایت جس کے لئے ہم رسوا ہوتے رہے، وہ تو یہاں عقیدہ توحید کے ساتھ میدان جہاد میں ملتی ہے-

اصلی داتا دربار کی تعمیر

اللہ ہی داتا ہے اور اس کا دربار مسجد ہے- چنانچہ افغانستان سے واپس آنے کے بعد ہم نے ابتداء میں عبداللطیف صاحب کے گھر میں ہی ان کی اقتداء میں میں نماز پنجگانہ کے ساتھ جمعہ بھی شروع کر دیا- اور پھر چند ماہ بعد اللہ کی توفیق سے ہم نے گاؤں میں ایک مسجد بنائی جس کا سنگ بنیاد پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ نے رکھا- مسجد کا بننا تھا کہ

خانقاہی ودرباری نظام کے علمبردار لوگوں نے آسمان سر پر اٹھالیا! مسجد کو گرانے کی سازشیں شروع ہو گئیں- کچھ لوگوں نے ہم دونوں کے قتل کے پروگرام بنائے' مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی تمام سازشوں کو ناکام بنادیا-- پھر جب مسجد کی تکمیل ہو گئی تو ہم نے مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری کا افتتاحی جلسہ کروایا' جس کی صدارت جامعہ محمدیہ شاہکوٹ کے کے بانی اور سابق چیئرمین محمد ارشد ساہی صاحب نے کی' جنہوں نے جلسے سے خطاب بھی کیا اور اپنے اہل حدیث ہونے کا ایمان افروز واقعہ بھی بیان کیا' اور لوگوں کو دامن توحید تھامنے کی دعوت دی-

اب بحمد اللہ گاؤں کے لوگ جوق در جوق حق کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں اور باطل کا اندھیرا رفتہ رفتہ چھٹتا جارہا ہے -اور اسے تو آخر ایک دن چھٹنا ہی ہے اور حق کو غالب آنا ہے -جیساکہ رب السموات والارض نے قرآن میں یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ :

جَاءَ الْحَقُّ وَهَقَ الْبَاطِلَ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

ترجمہ : حق غالب آتا ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور بے شک (جھوٹ) باطل کو بھاگنا ہی ہوتا ہے- (الاسراء ۱۷ : ۸۱)

"خبریں" انسپکشن ٹیم پہنچی تو تھرکتے جسم ساکت اور ویلیں کرانے والے ٹھنڈے ہو گئے، تماش بینوں میں بھگدڑ، انتظامیہ ترلوں پر اتر آئی، شوکی خان نے طوائفوں کے ہمراہ عارفانہ کلام گانا شروع کر دیا

داتا میلے کی آڑ میں مجرے، فحش گانوں پر گرما گرم ڈانس، نوٹ دیتے دیتے بات بڑھ بھی جاتی ہے

مینار پاکستان کے سائے تلے پولیس اور انتظامیہ کے تعاون کے ساتھ درجنوں طوائفوں کا مجرا زور و شور سے جاری ہے، فحش گانوں پر ہیجان انگیز رقص دیکھنے کے لئے 10 سالہ بچے سے لیکر 70 سالہ بابے سینکڑوں کی تعداد میں آتے ہیں

بشیر لوہار کے تھیٹر میں پولیس کے نوجوان نہ صرف آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں بلکہ تھیٹر کی سکیورٹی کے فرائض بھی سر انجام دیتے ہیں، چرس کا دھواں، فحش فقرے بازی اور ہنگامہ ماحول کو مزید گرما دیتا ہے، سو سو کے نوٹ نچھاور کئے جاتے ہیں

ایک طوائف اور گلوکار نے ایک دوسرے کو دیر تک گلے لگائے رکھا، جس کی وجہ سے نوجوان قمیص اتارے اور بنیانوں کو پنکھا بنائے اوئے اوئے کراٹھے، بعض نے بوس و کنار کے اشارے کئے، تھوڑ پونجیے باہر سے جھانک رہے تھے

نوجوانوں نے اپنی اپنی طوائفیں بانٹ رکھی تھیں، نام پکارتے تو وہ سٹیج پر آ کر ان کا دل لبھانا شروع کر دیتیں، ایک موقع پر رقص کرتی طوائفیں کمر کے بل زمین پر لیٹیں تو تماشائی اٹھ کھڑے ہوئے، اس ہنگامے میں سینکڑوں کرسیاں ٹوٹ گئیں

لاہور (میاں غفار، عارف حسین، مخضل طالب، تصاویر: شاہد خان) حضرت داتا گنج بخش کے 952 ویں سالانہ عرس کے موقع پر

باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 56

داتا صاحب عرس کی آڑ میں مجرے، ہر گلوکار کی آمد پر شائقین اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں

بشیر لوہار تھیٹر محکمہ ایکسائز کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے، ٹکٹ گیٹ سے واپس لے کر

ڈریں کیوں: خبریں سے تھیٹر والوں کی گفتگو

لاہور (رپورٹنگ ٹیم) خبریں نے جب تھیٹر میں ٹیموں کی

تصویر بنانا شروع کیں اور انتظامیہ کے ایک شخص کو پتہ چل گیا یہ خبریں کی ٹیم ہے تو انہوں نے کہا کہ خبریں لکھنے سے کوئی اثر نہیں

باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 55

ریلوے سٹیشن کے اوور ہیڈ برج پر مقیم ننگا بابا کون ہے؟

پر اسرار لوگ اس کی گندگی صاف کرتے اور اسے اعلیٰ کھانے کھاتے دیکھے جاتے ہیں

وہ مخصوص لوگوں سے سلیقے سے بات کرتا ہے عام آدمی کو چیخ چیخ کر گالیاں دیتا ہے

اردگرد کام کرنے والے نہیں جانتے کہ مخصوص لوگ کون اور ایک سرمئی رنگ کی کار میں آتے ہیں

لاہور (نمائندہ خصوصی) لاہور ریلوے اسٹیشن پر قائم اوور ہیڈ برج پر

داتا دربار پر ولیوں کی کارکردگی

ڈبہ پیروں نے غیر ملکی ایجنٹوں کا کاروبار بھی سنبھال لیا

لاہور میں جعلی عاملوں درویشوں کی ٹھگ بازی

سرکاری حلقوں سے گہرے تعلقات، پولیس بیشتر جرائم پیشہ افراد کو پیروں کے سیاسی اور سرکاری اثر و رسوخ کی بنا پر پکڑنے سے خائف رہتی ہے

چرس، ہیروئن کی آڑ میں منشیات فروشی، بدکاری کے اڈوں کی سرپرستی، داتا دربار میں پھرنے والے درویش سیاسی جلسوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں

لاہور (سٹاف رپورٹر) داتا دربار اور ملحقہ علاقوں میں

عیسائیوں اور مسلمانوں کی نعتیں

محمد رسول اللہ ﷺ اور عیسیٰؑ کو "الہ" بنانے کی مشابہہ کوششیں

یہ دیکھئے! عیسائیوں کا جلوس نکل رہا ہے-...... یہ لاہور ریلوے اسٹیشن کے بڑے چرچ سے نکلا ہے...... مال روڈ پر آچکا ہے...... ان کا بشپ آگے آگے ایک ڈولی میں کھڑا ہے...... نوجوان اسے اٹھائے ہوئے ہیں...... پیچھے پیچھے عورتیں ہیں...... بچے ہیں- نوجوان ہیں...... "یسوع مسیح کی جے" کے نعرے لگا رہے ہیں-لوگ ناچ رہے ہیں-ڈانس کر رہے ہیں-گا رہے ہیں- کیتھڈرل چرچ میں جب میں ۲۵ دسمبر کو گیا تو وہاں عورتیں' مرد' بچے سب اکٹھے تھے-ڈھول بج رہا تھا- عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کا جشن منایا جا رہا تھا- نعتیں پڑھی جا رہی تھیں-ان ساری نعتوں میں چند ایک اس طرح ہیں :

جادو سُروں کا چھا گیا!!

ساز اٹھاؤ' طبلے بجاؤ' جادو سروں کا چھا گیا

گیت گاؤ خوشیاں مناؤ' یسوع جہاں میں آگیا
آنکھوں سے سب کے آنسو تھے بہتے
چپ چاپ غموں سے تھے وہ سہتے
سنتے تھے آئے گا اک دن مسیح
خوابوں کی چادر بنتے تھے رہتے
ساز اٹھاؤ 'طبلے بجاؤ جادو سروں کا چھا گیا

یسوع کو اپنے دلوں میں بسا کر
آنکھوں میں اس کی محبت سجا کر
گناہوں کے اندھیرے مٹا کر
دکھی دلوں کو اجالے میں لا کر
ساز اٹھاؤ' طبلے بجاؤ' جادو سروں کا چھا گیا

آؤ موج منائیے :

اب ایک ریکارڈ شدہ پنجابی نعت سنئے جسے الیاس اور شازیہ نام کے گلوکاروں نے گایا ہے!

فیر ویلا خوشیاں دا آیا' آؤ موج منایئے
اج یسوع دنیا تے آیا' آؤ بھنگڑے پایئے
ساڈے لئی اج رب نے ویکھو کیسا کم وکھایا
آپے تھلے آیا
جیویں روبیس پیار سی پایا' آؤ پیار ودھایئے
پھر ویلا خوشیاں دا آیا' آؤ موج منایئے
وڈا دن منایئے
اج یسوع دنیا تے آیا' آؤ بھنگڑے پایئے

قارئین کرام! جب طبلے کی تھاپ پر مرد اور عورت کا یہ مشترکہ گیت گایا جائے- اور پھر باقی لوگ ایسے ہی بھنگڑے ڈالیں گے- عبادت کا یوں انداز اپنائیں گے' تو نتیجہ ظاہر ہے کیا نکلے گا؟

تجھے جب بھی پکارا :

اب ان نعتوں سے چند شرکیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں-

تو ہے یسوع بن کے آیا میرے لئے
تو نے روشن کر دیئے دونوں جہاں میرے لئے
تو ہے میری زندگی تو ہے میری بندگی
تو جسے مل جائے حاجت کوئی رہتی نہیں
نیا میری منجدھار میں ڈولی کون لگائے پار؟
کھیون یسوع ہو سکتا ہے تیری نیا کی پتوار

امیدوں کے گلشن کو تو نے سنوارا
مسیحا تجھے جب بھی پکارا
آؤ سارے رل مل گایئے
یسوع ساڈا شافی اے
اوہو ساڈا راکھا سجنو اوہدے ناں وچ معافی اے
اپنیاں بھیڈاں نوں او ول کے
ہر تھاں آپ بچاوے گا

عیسائیت کا پیغام مسلمان فنکاروں کے ذریعہ :

عیسائی لوگ بڑے طریقے سے اپنے نام کا لیبل لگائے بغیر ایک کیسٹ بازار میں لائے ہیں۔اس کیسٹ کا عنوان ہے :" حمد خدا "انبیاء کرام اور بزرگوں کے گیت' جدید شاعری اور طرزوں میں ......۔اب اس کیسٹ میں ریکارڈ شدہ چند گیتوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالئے !

عاجزی کی (دعا زبور شریف سے)...... مہدی حسن
حضرت داؤد کا گیت (زبور شریف سے)...... ترنم ناز
حضرت موسیٰ کا گیت (زبور شریف سے)...... غلام عباس
حضرت مریم کا گیت (انجیل شریف سے)...... مہناز
راست باز آدمی کی خوبیاں (زبور شریف سے)...... مہناز
میں خدا کی ثناء (قوالی) (توریت شریف سے)...... نصرت فتح علی خان

غور فرمایئے !ان گیت گانے والوں میں اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بھی شامل ہیں۔لیکن اس نسبت کی انہیں پرواہ نہیں۔ان ظالموں کو پیسہ چاہئے۔پیسے کے لئے یہ لوگ فحاشی اور بدکاری تو پہلے ہی پھیلا رہے ہیں۔اب پیسے لے کر عیسائیوں کا پیغام بھی پھیلا رہے

نعت شریف

بطرز: جب پیار کیا تو ڈرنا کیا

اساں یا محمدؐ کہنا ایں بس یا محمدؐ کہنا ایں
دنیا دی نظروں بچ بچ کے کملی دی چھاویں بہنا ایں

عاشق جیہڑے پاک نبیؐ دے — ویکھن جلوے رب جلی دے
قبراں دے وچ جا کے اینہاں — سدا سلامت رہنا ایں
نہیں بہشتاں دیاں ریجھاں — ساڈی جنت نبیؐ دیاں ولیجاں

نعت شریف

بطرز

کیوں دور دور رہندے او حضور میرے کولوں !
کملی والیا مدینہ بڑی دور میرے کولوں
کیویں آواں وس چلے ناں حضور میرے کولوں
سن میریاں دعاواں مولا دیا جانیاں
کرو صدقہ نواسیاں دا مہربانیاں

یہ ایک ایسی نعتوں کی کتاب کے دو صفحوں کا عکس ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس نعت کو فلاں انڈین یا پاکستانی گانے کی طرز پر گانا ہے۔

ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میلادی مولوی اور صوفی کو پیٹ کے پیش نظر دین کی کوئی پرواہ نہ رہے' چاہے اس کے لچھن عیسائیوں کی نقل ہوتے چلے جائیں۔ تو پھر ان گانے والے بھانڈوں کو کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟

اب مسلمانوں نے بھی سازوں اور طبلوں پر نعتیں گانی شروع کر دی ہیں۔ ویگنوں بسوں میں دعوت اسلامی کی نعتیں عام طور پر سازوں کے ساتھ سنی جارہی ہیں۔ اور کئی کتابوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ نعت فلاں گانے کی طرز پر گانی ہے۔

حضرت عمرؓ ایک بار توریت کا ورق پڑھ رہے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْبَدَا لَکُمْ مُوسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَ تَرَکْتُمُوْنِی لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْکَانَ حَیّاً وَادْرَکَ نُبُوَّتِی لَاتَّبَعَنِی

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہر ہو جائیں' تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری ہی پیروی کرتے۔

(سنن دارمی: باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی الخ (126/1) رقم الحدیث 435)

اے آخری رسول ﷺ کے امتیو! تم سے پہلے جو گمراہ قوم ہے' وہ وہ قوم ہے کہ جو اپنے آپ کو عیسائی کہلواتی ہے۔ اس قوم کے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ ان

﴿وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ﴾

"عیسائیوں نے کہہ ڈالا۔ مسیح تو اللہ کا بیٹا ہے"۔ (التوبۃ: ۳۰)

اور کبھی یوں کہتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ﴾

"بیشک اللہ تو وہی ہے جو مریم کا بیٹا "مسیح" ہے"

اور یہ گمراہ لوگ کبھی یوں فلسفہ جھاڑتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ﴾

بے شک اللہ تین میں کا ایک ہے (یعنی باپ بیٹا اور روح القدس)

(المائدہ : ۷۳)

اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! غور سے دیکھو! اللہ عیسائیوں کے گمراہ کن فلسفوں کا تذکرہ کر کے تمہیں ڈرا رہے ہیں کہ دیکھنا تم بھی ان گمراہ لوگوں جیسے فلسفے نہ بگھارنا شروع کر دینا- اور پھر اللہ کے رسول ﷺ نے واضح طور پر یوں تنبیہ فرمادی :

«لاَ تُطْرُوْنِي كَماَ اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ»(بخاري ومسلم)

ترجمہ : میری تعریف میں حد سے نہ بڑھنا جس طرح عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں عیسائیوں نے حد پھلانگ دی- بس حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں-

(صحیح بخاری: کتاب احادیث الأنبیاء باب ما ذکر فی الکتاب مریم اذا انتبذت من اهلها مکاناً شرقیاً)

قارئین کرام! قرآن ڈرائے' اللہ کا نبی ﷺ خوف دلائے مگر نہ تو پہلے محبان عیسیٰؑ باز آئے- اور اب نہ ہی محبان محمد ﷺ کہلوانے والے رکے- اگر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا' کبھی اللہ اور کبھی تین میں کا تیسرا کہا- تو ہمارے لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کو کبھی اللہ کے نور میں سے نور قرار دے دیا- کبھی اللہ ہی کہہ دیا اور کبھی اللہ میں شامل کر دیا- یعنی عیسائیوں نے تثلیث بنائی- تو انہوں نے تثنیث بناڈالی-

مسلمانوں کی نعتوں کے چند نمونے :

قارئین کرام! اب میں آپ کو یہ سارے انداز- عاشقان رسول ﷺ کے دعوے کرنے والوں کے کلام میں دکھلاؤں- سب سے پہلے آج کے دور میں بڑے عاشق رسول ﷺ

سمجھے جانے والے احمد رضا خان بریلوی ہیں کہ جنہیں ان کے ماننے والے "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں-اب یہ اعلیٰ حضرت کی تعلیم ہے یا ان کے ماننے والوں کی اپنی اختراع ہے کہ تمام رسولوں حتیٰ کہ آخری نبی اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے ناموں کے ساتھ صرف "حضرت" لکھتے ہیں! مگر احمد رضا کے نام کے ساتھ "اعلیٰ حضرت" لکھتے !! ہیں اور یہ پھر بھی عاشقان رسول ہیں!! یہ گستاخ نہیں بنتے' چاہے جو مرضی کرتے پھریں- بہر حال! یہ تو تھا جملہ معترضہ -آیئے احمد رضا خان صاحب کا کلام پڑھیں اور عیسائیوں کی نقالی ملاحظہ کرلیں! نعتوں کے مجموعہ -حدائق بخشش میں گویا ہیں :

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش : ۱۵ شائع کردہ شبیر برادرز لاہور)

دونوں کے مابین "میرے تیرے" کا فرق ختم کرنے کے بعد' اب یہ اعلیٰ حضرت صاحب اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ دونوں کو عرش پر اکٹھا بٹھاتے ہیں :

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

(حدائق بخشش : ۴۹)

قارئین کرام! احمد رضا خان کو عرش پر فقط بٹھانے سے قرار نہیں آیا بلکہ وہ آگے بڑھتا ہے اور یوں رقم طراز ہوتا ہے :

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

(مجموعہ نعت : ۲۰)

یعنی محمد ﷺ کی عزت اور بلندی اس قدر بالا ہے کہ اللہ کا عرش ان کے پیروں تلے ہے !اسی طرح بریلویوں کے معروف شعراء کی نعتوں کو "نخلستان" کے نام سے شکیل مصطفیٰ نے مرتب کیا-اس کے چند نمونہ کے اشعار ملاحظہ ہوں :

مالک کون و مکاں ذات رسول ﷺ عربی
احمد بے میم عیاں ذات رسول عربی

(نخلستان : ۳۰)

یعنی ساری کائنات کے وہ مالک ہی نہیں - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ احمد کی میم کو نکال دو "احد" رہ جائے گا یعنی وہ خود اللہ ہے-

اور اعظم چشتی کہتا ہے :

وہ خدا نہیں بخدا نہیں
وہ مگر خدا سے جدا نہیں

(نخلستان :۴۱)

غور فرمایئے !جس طرح عیسائی-کبھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ ہی اللہ ہے-اور کبھی کہتے ہیں کہ نہیں وہ تین میں کا ایک ہے-اس طرح یہ لوگ کبھی تو کہتے ہیں کہ "احمد" ہی "احد" یعنی محمد ﷺ ہی اللہ ہیں-اور کبھی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم' محمد ﷺ اللہ تو نہیں مگر اللہ سے جدا بھی نہیں- یعنی اللہ اور محمد ﷺ دونوں کو ایک کر دیا' جس طرح عیسائیوں نے اللہ' عیسیٰ' روح القدس-تینوں کو ایک کر دیا-

منور بدایونی "نور من نور اللہ" یعنی اللہ کے رسول-اللہ کے نور میں سے نور ہیں کا فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں :

مصطفےٰ کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر
مصطفےٰ کا نور یوں کہئے خدا کا نور ہے

(مجموعہ نعت :۲۰۰)

اس طرح اللہ "سورہ نور" میں فرماتے ہیں :

﴿ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے-

منور بدایونی یہاں بھی رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

(نخلستان :۱۰۵)

اس طرح دعوت اسلامی کے سربراہ محمد الیاس قادری رضوی اپنی کتاب "مغیلان مدینہ" میں یوں رقمطراز ہیں :

عرش علی سے اعلیٰ میٹھے نبی کا روضہ
ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبی کا روضہ

(مغیلان مدینہ :۳۵)

الیاس قادری صاحب اللہ کے رسول ﷺ کے روضے کو عرش سے بالا کرنے کے بعد اب اللہ کے اختیارات بھی نبی ﷺ کو سونپ رہے ہیں-ذرا جسارت ملاحظہ ہو!

نہ کیوں آج جھومیں کہ سرکار آئے
خدا کی خدائی کے مختار آئے

(مغیلان مدینہ :۱۴)

یعنی اللہ کے رسول ...... اللہ کی الوہیت کے اختیارات لے کر الیاس قادری کی مجلس

میں آگئے (اللہ کی پناہ ایسے عاشق سے)۔

قارئین کرام! اللہ کی گستاخیاں یہیں پر بس نہیں بلکہ اللہ کو (نعوذ باللہ) اپنے رسول ﷺ کا اپنی طرح نعت خوان بنا چھوڑا۔ بات ذرا سمجھنے کی ہے یعنی ایک بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر اپنے نبی کی شان بیان فرمائی ہے۔ وہ شان اللہ دینے والا ہے اور قرآن میں بیان کر کے ہمیں اس شان سے آگاہ فرمانے والا ہے۔ لیکن یہ بالکل مختلف انداز ہے اور یہ انداز اللہ کی شان اور عظمت کے لائق ہے۔ مگر ایک وہ انداز ہے کہ جسے بریلوی شعراء نے اپنایا ہے۔ مجموعہ نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

دو عالم میں کوئی کیا کر سکے رتبہ بیان ان کا
خدائے دو جہاں خود بن رہا ہے مدح خواں ان کا

(مجموعہ نعت: ۹۶)

اسی طرح نخلستان میں محمد علی ظہوری کا شعر ہے:

اللہ وی پڑھے نعت جہدی آپ ظہوری
حق اوہدیاں نعتاں دا ادا کون کرے

(نخلستان: ۱۵۰)

قارئین کرام! عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا تو اللہ نے غضبناک ہو کر ان کے اس جملے پر یوں عتاب فرمایا

﴿ تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ ٱلْأَرْضُ وَتَخِرُّ ٱلْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ ﴾

قریب ہے کہ اس جملے سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ انہوں نے رحمان کے لئے اولاد بنا ڈالی۔ (مریم: ۹۰، ۹۱)

اللہ کو اپنے رسول ﷺ کا نعت خوان بنانے والو! یہی بات تمہارے لئے ہے کہ قریب ہے کہ تمہارے ان الفاظ سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' زمین پھٹ جائے- پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ تم نے رب کو رسول ﷺ کا نعت خواں بنا ڈالا-

قارئین کرام! یہ لوگ عرش کا تذکرہ کریں تو گستاخیاں اور فرش کا ذکر کریں تو تب بھی گمراہیاں-ایک گمراہ کن انداز ملاحظہ ہو :

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے' کعبے کا کعبہ دیکھو

(حدائق بخشش :۴۶' مجموعہ نعت :۱۰۱)

یعنی اللہ کے رسول کا روضہ کعبے کا کعبہ ہے ارے بھئی! یہ گمراہ کن سوچ تو نے کہاں سے لی...... ؟ یہ مقابلہ - یہ موازنہ جو اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش میں کیا ہے' یہ کس حیثیت سے کیا ہے- ؟ اللہ کی پناہ ایسی فضول سوچوں سے -

احمد رضا خان بریلوی کا ایک پیروکار اسی انداز کا ہی ایک شعر یوں بناتا ہے :

سوچتا ہوں مدینے کو جب جاؤں گا' کیسے آداب بجا لاؤں گا
روک لوں گا میں سجدوں سے کیسے جبیں' جب وہ کعبے سے بڑھ کر مقام آئے گا

(مجموعہ نعت :۱۰۱)

"کُن" تے کل دی گل اے :

فصیح الدین سہروردی- بریلوی حضرات کا معروف نعت خوان ہے-اس کی ایک کیسٹ بازار میں آئی ہے- پہلی نعت میں وہ کہتا ہے :

"اللہ کا دیدار ہے دیدار مصطفیٰ"

اور پھر "کُن" کی نعت یوں پڑھتا ہے- پنجابی بول ملاحظہ ہوں :

کن دے پسارے ناں ہن
آدم دے گارے ناں ہن
عرشاں دے تارے ناں ہن
ندی کنارے ناں ہن
قائدے سپارے ناں ہن
دن دے نظارے ناں ہن
ہر شے خدا بنائی
تیرے پیار دا صلہ

کن تے کل دی گل اے
اک ذات اے خدا دی دوجا نور مصطفیٰ

قارئین کرام! اللہ نے قرآن میں اپنے بندوں کو بتلایا کہ جب میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو "کن" کہتا ہوں۔" فیکون "وہ ہو جاتا ہے۔

اب یہ شاعر کہتا ہے کہ کن تو کل کی بات ہے۔ کن سے پہلے ایک اللہ تھا اور دوسرا نور مصطفیٰ تھا۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ دونوں ہی ایک ہیں۔ جس نے مصطفیٰ کا دیدار کر لیا' اس نے اللہ دیکھ لیا۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ۔ قرآن کے الفاظ میں اس کے برعکس فرمارہے ہیں:

﴿ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ ﴾ (ص ۳۸/ ۶۹)
بھلا اوپر والے لوگ (فرشتے) جب جھگڑنے لگے تو مجھے تو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

(ص : ۶۹)

یعنی جب فرشتے یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اس آدم کو بنا کر تو کیا کرے گا؟ یہ تو زمین میں خونریزی کرے گا!! تو اس وقت جو گفتگو ہو رہی تھی' مجھے اس بارے میں کچھ معلوم

نہیں-مگر یہ میلادی مولوی اور شاعر ہیں کہ مبالغہ کئے جا رہے ہیں-

عیسائیوں کی ''کُن''.......:

اور جناب-اب آیئے! عیسائیوں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ''کن'' کے بارے میں جو کہا' وہ بھی دیکھئے اور پھر ان کی نعت بھی ملاحظہ کیجئے!

عیسائی پادری ارنسٹ جان اپنی کتاب ''ابن خدا'' میں لکھتا ہے

''انجیل مقدس بتاتی ہے کہ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام-- یہاں کلام سے مراد جناب یسوع مسیح یعنی کلمۃ اللہ-خدا تھا-''

غور فرمایئے! عیسائی پادری کہتا ہے کہ اللہ کا کلام یعنی کلمہ ''کن'' آغاز میں تھا اور چونکہ عیسیٰؑ بھی یہی کلمہ تھے-لہذا دونوں ساتھ تھے اور یسوع بھی خدا تھا-اور جو مسلمان نعت گو ہے' وہ اس سے بھی اوپر جاتا ہے' وہ کہتا ہے ''کن'' کا کلام تو کل کی بات ہے-اس کلام سے پہلے ہی اللہ اور محمد ﷺ کا نور دونوں موجود تھے-!!!

قارئین کرام! عیسیٰ علیہ السلام کی نعتوں کی کیسٹیں بھی بازار میں آئی ہیں-ایک کیسٹ کی نعت کہ جسے ہم پیش کر رہے ہیں' یہ اے نیّر اور ترنم ناز کی آوازوں میں ہے-اسے بھی ملاحظہ کیجئے:

مجسم ہو کے دیکھو پیارا آیا
خدائے پاک کا اوتار آیا
ہر اک لب پر خوشی کے ہیں ترانے
گناہ سے ہم کو چھڑانے آیا

ہمارا حامی و غم خوار آیا
میرا شافی میرا دلدار آیا
بڑی عالم کو جس کی جستجو تھی

تمنا جس کی سب کو کو بجو تھی سبھی نبیوں کو

جس کی آرزو تھی
وہ جس کا کوئی ہم سر بھی نہیں
عبادت کا ہے جو حق دار آیا

عابدہ خانم کی نعت :

مردوں کی مجلسوں میں دھمالیں ڈالنے والی لوک گلوکارہ عابدہ پروین تو بڑی معروف ہے -اسی قبیل سے عارفانہ کلام گانے والی ایک دوسری گلوکارہ عابدہ خانم کی ایک نعت جو بڑی ہی مشہور ہوئی ہے- آیئے !اور ذرا اس پر بھی ایک نظر ڈالیں!

شاہ مدینہ' یثرب کے والی' سارے نبی تیرے در کے سوالی
جلوے ہیں سارے تیرے ہی دم سے
آباد ہیں عالم تیرے کرم سے
باقی ہر اک شے نقلی' خیالی- سارے نبی تیرے در کے سوالی

تیرے لئے ہی دنیا بنی ہے
نیلے فلک کی چادر تنی ہے
تو گر نہ ہوتا دنیا تھی خالی- سارے نبی تیرے در کے سوالی

مذہب ہے تیرا سب کی بھلائی
مسلک ہے تیرا مشکل کشائی
دیکھ اپنی امت کی خستہ حالی' سارے نبی تیرے در کے سوالی

غور فرمایئے! اس عورت نے تمام نبیوں کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کے در کا سوالی بنادیا حالانکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ جب بھی کسی نبی کو کوئی تکلیف پہنچی تو اس نے صرف اپنے اللہ سے فریاد کی اور وہ پیغمبر اسی کے در کا سوالی بنا۔

آدم اور حوا سے غلطی ہو گئی تو انہوں نے اللہ سے رحم کی درخواست کی۔ یوں فریاد کر کے!

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْ نَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾

ترجمہ : اے رب ہمارے! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کر لیا اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (الاعراف : ٢٣)

آدم ثانی، نوح علیہ السلام نے یوں فریاد کی :

﴿ فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾ ﴾ (القمر ٥٤/ ١٠)

"پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو (ان مشرکوں کے ہاتھوں) مغلوب ہو گیا ہوں لہٰذا میری مدد کر۔ (القمر : ١٠)

حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں کہتے ہیں ·

﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ ﴾ (الشعراء٢٦/ ٨٠)

"جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے " (الشعراء : ٧٠)

ایوب علیہ السلام بیماری سے عاجز آئے تو یوں کہنے لگے :

﴿وَاَیُّوبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾

ترجمہ : جب ایوب علیہ السلام نے اپنے رب سے فریاد کی کہ مجھے سخت بیماری لگ گئی ہے۔ آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ (الانبیاء : ٨٣)

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تو یہ کہہ کر اپنے رب سے مانگا :

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً﴾

میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ (آل عمران : ۳۸)

لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے بدکاروں کے مقابلے میں عاجز آکر اپنے اللہ سے مدد کی یوں فریاد کی۔

﴿قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾﴾

میرے رب، فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد کو پہنچ۔ (العنکبوت : ۳۰)

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو یوں فریاد کی :

﴿فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾﴾ (الأنبياء۲۱/ ۸۷)

ترجمہ : اس نے اندھیروں میں فریاد کی، تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، آپ بڑے پاکباز ہیں۔ قصورواروں میں سے تو میں ہی تھا۔ (الانبیاء : ۸۷)

اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یونس میری پاکیزگی بیان نہ کرتا یعنی مجھ سے فریاد نہ کرتا تو......

﴿لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾﴾ (الصافات۳۷/ ۱٤٤)

ترجمہ : تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتا۔ (الصافات : ۱۴۴)

قارئین کرام! اللہ کے نبیوں کا تو یہ طریقہ قرآن میں بیان ہوا، جبکہ عابدہ خانم اپنی نعت کا آغاز ہی یہاں سے کرے کہ، سارے نبی، محمد ﷺ کے در کے سوالی ہیں۔ کس قدر بڑا جھوٹ، نبیوں پر الزام اور ان کی توہین ہے اور ظلم تو یہ ہے کہ یہ نعت اس قدر معروف ہے کہ ہر شرکیہ گھر میں فجر کا آغاز اس سے کیا جاتا ہے۔ بسوں اور ویگنوں میں پہلے پھیرے کی پہلی نعت یہی لگائی جاتی ہے، جس میں نبیوں پر بھی

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا بہتان ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر بھی بہتان ہے کہ ان کا مذہب اور مسلک مشکل کشائی ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول کا مسلک وہ نہیں جو عابدہ خانم جیسی گوینّ (مغنیہ) اللہ کے رسول ﷺ سے منسوب کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مسلک تو وہ ہے جو آپ نے خود بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

﴿ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُ ﴿١٨٨﴾ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۸۸)

ترجمہ: میرے رسول! انہیں کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لئے نہ کسی نفع اور نہ ہی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سارے فوائد حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ (الاعراف: ۱۸۸)

تو جناب۔ یہ ہے اللہ کے رسول ﷺ کا مسلک جس کا وہ خود اعلان کر رہے ہیں اور اللہ ان سے کروا رہا ہے۔ مگر ہم ان بے سمجھ گویوں کی کیا بات کریں اور انہیں اس جہالت پر ہم کیا کہیں۔ یہاں تو بہت بڑا عالم احمد رضا خان بریلوی اپنی یہ رٹ لگائے چلا جا رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے یہ نعت کہے جا رہا ہے:

منجدھار پے آ کر ناؤ ڈوبی
دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا

گرداب میں پڑ گئی کشتی
ڈوبا ڈوبا اتار آقا

(حدائق بخشش: ۱۰)

قارئین کرام! عیسائی اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اپنی نعت پڑھتے ہوئے بھی ایسے ہی کہے جا رہے ہیں۔ مکرر اشعار ان کے بھی ملاحظہ ہوں!

نیاّ میری منجدھار میں ڈولی
کون لگائے گا پار؟
کھیون یسوع ہو سکتا ہے
تیری نیا کی پتوار

قارئین کرام! ہم لاکھ کہیں کہ دیکھو! یہ انداز عیسائیوں کا ہے- یہ مشابہت صلیب کے پجاریوں کی ہے-اور پھر قرآن کے دلائل دیں-اللہ کے نبی ﷺ کے فرمودات سامنے رکھیں مگر احمد رضا خان ایسے ڈٹے ہوئے ہیں کہ اپنے پیروکاروں کو بھی یہی کہے جا رہے ہیں-

سنیو ان سے مدد مانگے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

(حدائق بخشش : ۵۸)

اور پھر احمد رضا خان مدد کی بھیک یوں مانگتے ہیں-انداز ملاحظہ ہو!

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسولَ اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

(حدائق بخشش : ۵۳)

قارئین کرام! اندازہ کیجئے-رضا خان صاحب کے ہاں اللہ اور رسول کے درمیان فرق ہی کوئی نہیں-اللہ سے رحم کی درخواست کی تو مصطفیٰ کا واسطہ دے دیا اور مصطفیٰ سے کرم کی درخواست کی تو اللہ کا واسطہ دے دیا-

اور اہل توحید نے اس انداز سے ڈرایا-خوف دلایا- تو احمد رضا نے یوں کہہ دیا:

خوف نہ رکھ رضا' تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے' تیرے لئے امان ہے

(حدائق بخشش : ۳۵)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نام عبد مصطفیٰ تھا، عبد رسول تھا، عبد محمد تھا؟ اللہ کے بندے تو نے یہ کام کیوں کیا؟...... حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کے والد کا نام بھی عبد اللہ تھا- آپ ﷺ کے دادا کا نام بھی عبد المطلب تھا- اللہ کے بندے تو اس انتہا کو جا پہنچا- اور پھر بھی دعوی ہے کہ میرے لئے امان ہے- امان کیا بلکہ جنت کی ٹھیکیداری بھی ہے= ملاحظہ کریں :

تجھ سے جنت اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش بحوالہ مجموعہ نعت : ۳۴)

عیسائی میلادیوں کا پختہ اعتقاد مسلم میلادیوں کا شکی خیال :

عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد منانے والے عیسائی میلادیوں کا پختہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں- وہ بشر کے روپ میں اس زمین پر آئے- ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے پھانسی پا گئے- اب ہمیں کھلی چھٹی ہے جو چاہیں کریں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام ہر جگہ موجود ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں- اللہ کے رسول ﷺ کا میلاد منانے والے بعض مسلمان میلادیوں کی نعتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ- اللہ بن کر زمین پر آگئے- وہ اللہ کے نور میں سے نور ہیں- بلکہ بشر نہیں تھے- بشر کے لبادے میں تھے- وہ ہر جگہ حاضر ناضر ہیں- ہماری مدد کرتے ہیں- اور یہ کہ انکی نعتیں پڑھنے کی وجہ سے وہ ہم کو جنت میں لے جائیں گے- عقیدہ یہی ہے، مگر بعض جگہ شکوک کا بھی اظہار ہے- ملاحظہ ہو- خالد محمود کہتا ہے :

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا، نہ بندگی میری بندگی ہے

یہ سب تیرا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

(نخلستان :۷۲)

صائم چشتی یوں کہتا ہے :

کملی والے میں قربان تیری شان پر
سب کی بگڑی بنانا تیرا کام ہے

(نخلستان :۹۲)

قارئین کرام! اب اللہ کے رسول کہاں ہیں کہ یہ لوگ وہاں سے آواز دے کر اپنی بگڑی بنوا لیں۔بات بنوالیں اور بندگی کر لیں۔ ملاحظہ ہو! میلاد کی رات کے متعلق صائم چشتی ارشاد کرتا ہے :

خود محمد ﷺ ہیں تشریف لائے ہوئے
کس قدر جانفزا آج کی رات ہے

(نخلستان :۳۷)

اور عبدالستار نیازی یوں شک کا اظہار کرتے ہیں :

یاد نبی کا گلشن مہکا مہکا لگتا ہے
محفل میں موجود ہیں آقا' ایسا لگتا ہے

(نخلستان : ۹۶)

اور تیسرا اپنے شک کا اظہار یوں کرتا ہے :

لب پہ صلی علی کے ترانے 'اشک آنکھوں میں آئے ہوئے ہیں'
یہ ہوا یہ فضا کہہ رہی ہے آقا تشریف لائے ہوئے ہیں

(نخلستان :۷۴)

اصغر علی کہتا ہے :

کدی آویں تے دکھڑے سناواں عرشاں تے جان والیا
تیری راہ وچ اکھیاں وچھاواں عرشاں تے جان والیا

(نخلستان : ۱۲۷)

قارئین کرام! آمد رسول ﷺ کا پیغام کسی کو ہوا دے رہی ہے' کسی کو فضا دے رہی ہے' کسی کو ویسے ہی ایسا لگ رہا ہے کہ آپ ﷺ آئے ہوئے ہیں' کوئی اس انتظار میں ہے کہ آپ ﷺ آئیں اور وہ آپ کو اپنا دکھڑا سنائے- اب آپ ﷺ کو لانے کے لئے محفل میلاد ضروری ہے- نعت خواں ضروری ہے- حلوے مانڈے کا ختم ضروری ہے- یہ سب ایسے بے تکے تیر چلا رہے ہیں اور ادھر اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں- صحیح بخاری کے الفاظ ہیں :

«أَنَا جِبْرِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَإِذَا فَوْقِيْ مِثْلَ السَّحَابِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلَ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءَ قَالَ ذَلِكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِيْ أَدْخُلُ مَنْزِلِيْ قَالاَ إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمَرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ»(بخاري)

ترجمہ : (ایک صبح اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہؓ کو خواب سنایا اور اس خواب کے مشاہدات ملاحظہ کرنے کے بعد آخر میں حضرت جبریل نے آپؐ سے عرض کی)

"میں جبریلؑ ہوں اور یہ میکائیلؑ ہیں اور اب اپنا سر اٹھاؤ (آپؐ فرماتے ہیں) جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر سفید بادل کی مثل تھا- جبریلؑ نے کہا کہ "یہ آپؐ کا محل ہے" میں نے کہا "مجھے چھوڑو تا کہ میں اپنے محل میں داخل ہو جاؤں" تو دونوں نے کہا : ابھی آپؐ کی عمر باقی ہے جسے آپؐ نے پورا نہیں کیا- جب آپؐ اسے پورا کر لیں گے تو آپؐ اپنے محل میں تشریف لائیں گے"

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب نمبر 93حدیث نمبر1386)

قارئین کرام! یہ بے چارے یہاں رورو کر اپنا ایمان اور عقیدہ خراب کر رہے ہیں-عیسائیوں سے مشابہت کر رہے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ اس دنیا سے فوت ہونے کے بعد اپنے سفید محل میں آرام فرما رہے ہیں-

میلادیوں کے عقائد سے مشابہہ عیسائیوں کے چند نمائندہ اشعار :

پیارے قارئین کرام! اب عیسائیوں کے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمالیں اور دیکھیں کہ میلادیوں کا عقیدہ ان سے کس حد تک ملتا جلتا ہے!

فلک پہ روشن ہوا ستارہ ' فضا میں گونجا نیا ترانہ
جہاں میں آئے ہیں ابن مریم ' لئے مسرت کا خزانہ
وہ جس نے چھوڑی فلک کی عظمت زمین پہ بن کے غریب آیا
جہاں کو درس حیات دینے وہ بن کے سب کا حبیب آیا
وہ شاہ ارض و سماء کہ جس کی ہے دسترس میں ہر اک زمانہ

ایک دوسری نعت ملاحظہ ہو :

عرش بریں سے یسوع انسان بن کے آیا
دنیا میں رحمتوں کا سامان بن کے آیا
ظاہر میں تھا وہ مفلس اس میں نہیں مضائقہ
باطن میں انبیاء کا سلطان بن کے آیا

ایک تیسرا بند ملاحظہ ہو :

زمانوں سے یہ نبیوں کی آرزو تھی
زمین پہ خدا خود کرے بادشاہی
چلو آستانہ پہ اس کے جھکیں ہم
دل و جان سے اس کے سجدہ کریں ہم

کتا بننے میں تقدم و ترقی :

قارئین کرام! نعتیں بھی بہت ہیں- کتاب وسنت کی روشنی میں تبصرے بھی بہت ہیں- مگر میں اپنی بات سمیٹتے ہوئے یہ عرض کرونگا کہ میں نے کوشش کی عیسائیوں کی نعتوں میں مجھے کوئی ایسی نعت نظر آئے کہ عیسائی نعت خوان نے گلیل کی گلیوں' ناصرت کے بازاروں' یروشلم کی گلیوں کا کتا بننے کی کوشش کی ہو- مگر یہ تقدم یہ ترقی اور یہ انداز مجھے صرف بریلوی میلادیوں کی نعتوں میں نظر آیا کہ وہ کتا بننے کی کوشش کر رہے ہیں- عیسائی نعت خوانوں کی نعتوں میں نظر نہیں آیا-ملاحظہ ہو! مغیلان مدینہ" نامی کتاب میں دعوت اسلامی کے سربراہ محمد الیاس قادری کا نعتیہ شعر :

میں مدینے کی گلی کا کوئی کتا
کاش ہوتا نہ میں انسان مدینے والے

(مغیلان مدینہ : ۴۳)

قارئین کرام! قادری صاحب پاکستان میں پیدا ہوئے- انہیں اس بات پر افسوس ہے کہ وہ کیوں انسان پیدا ہوئے- کاش وہ مدینے کی گلی کا کتا ہوتے- حالانکہ مدینے میں جو قرآن نازل ہوا وہ قرآن "سورۃ اعراف" میں ایک ایسے عالم کا تذکرہ کرتا ہے جو شریعت کا علم رکھتا تھا مگر وہ اس علم سے نکل کر شیطان کے پیچھے چل نکلا تو دنیا کا بندہ بن گیا- اللہ کا قرآن :

«فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ»

''اس شخص کی مثال کتے کی مثال جیسی دیتا ہے۔''

اسی طرح کوئی شخص کسی بھائی کو کوئی شے ہبہ کر کے واپس لیتا ہے تو صحیح بخاری کے مطابق اس کی مثال بھی اللہ کے رسول ﷺ نے کتے سے دی ہے' جو قے کر کے کھالیتا ہے۔ اسی طرح اگر کتا برتن میں منہ ڈال لے تو صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس برتن کو سات بار دھویا جائے۔ اسطرح صحیح بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کالے کتے کی آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوں' وہ شیطان ہے' اسے قتل کردو۔ اور ابو داؤد میں آپ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ جب رات کو کتے کی آواز سنو تو ''اعوذ باللّٰہ'' پڑھو یعنی شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔

قارئین کرام! اس سے تو بہتر تھا قادری صاحب مدینے کا کتا بننے کی بجائے' مدینے کا بچھو' مدینے کا نیولا ' مدینے کا مینڈک' مدینے کا کچھوا ' مدینے کا کوا ' مدینے کی گدھ' مدینے کا گدھا...... غرض جو چاہتے بن جاتے مگر کتا نہ بنتے۔ اس لئے کہ کتے کی جس قدر مذمت رسول گرامی ﷺ کے میٹھے فرامین سے ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا جانوروں میں سے کسی کی بھی اتنی مذمت نہیں ہوئی۔

کتے کے بارے میں یوں گفتگو کرنا ماڈرن انگریز عیسائیوں کی مشابہت بھی ہے کیونکہ انگریز گوریاں کتوں کو اپنے ساتھ سلاتی ہیں۔ ان کے منہ چومتی ہیں۔ کاروں میں سیٹوں پر بٹھاتی ہیں' اعلیٰ خوراک کھلاتی ہیں۔ انہیں لباس پہناتی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے نام جائداد وقف کردیتی ہیں۔ کتوں کی یہی آؤ بھگت دیکھ کر کسی دیسی آدمی نے آہ بھر کر کہا :

''کاش میں کتا ہوتا''

مگر ہمارے ہاں تو کتا نجس ہے۔ اسلام کے ہاں پلید ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ہاں ناپاک ہے۔ مگر ہمیں افسوس یہ ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کہ جن کو بہت بڑا عالم دین سمجھا جاتا ہے' بھی سگ مدینہ کی بات کرتے ہیں اور ''مجموعہ نعت'' میں جمیل قادری صاحب

بھی یہی کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں :

یا رسول اللہ آ کر دیکھ لو
یا مدینے میں بلا کر دیکھ لو
اس جمیل قادری کو بھی حضور
اپنے در کا سگ بنا کر دیکھ لو

(مجموعہ نعت : ۸۴)

جناب جمیل قادری! اللہ کے رسول ﷺ تمہیں کتا کیوں بنائیں گے اور تمہیں کتا بنا کر آپ ﷺ کیا دیکھیں گے۔ آپ ﷺ اپنی زندگی میں ایسا منظر دیکھ چکے ہیں۔ کہ کتے کی وجہ سے گھر میں رحمت کے فرشتے نہ آئے۔

کاش! مجھے کتے کھا جاتے :

اسی طرح الیاس قادری صاحب ایک اور جگہ اپنی ابھی تک پوری نہ ہونے والی خواہش کا رونا روتے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش میں مدینہ میں جا کر گم ہو جاتا اور مر جاتا تو مدینے کے کتے میرے جسم کو چیرتے پھاڑتے ادھیڑتے اور مزے سے کھاتے۔ ان کی زبان سے سنیں :

کاش! دشت طیبہ میں، میں بھٹک کے مر جاتا
پھر سگان طیبہ کا بن نوالہ تر ہو جاتا

(مغیلان مدینہ : ۱۳۹)

قادری صاحب اپنی اس غلیظ خواہش کا اظہار حسرت سے تو کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ پھر اس سے ان کو کونسی ولایت مل جانی تھی بلکہ پھر کتوں کے کھانے کے بعد انہوں نے فضلہ بن کے ہی نکلنا تھا جو کہ کسی طرح بھی ان کی فضیلت اور شان نہ ہوتی۔

صحیح مسلم، ترمذی، ابو داؤد کی حدیث ہے، مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس

آنے کا وعدہ کیا لیکن وہ نہ آئے۔اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور نہ اس کے پیغام رساں وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا تو کتے کا ایک بچہ (پلا) چارپائی کے نیچے پایا۔
آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے عائشہ! یہ بچہ اس جگہ کب آیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے پتہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور وہ باہر نکال دیا گیا۔اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: تم نے مجھ سے (آنے کا) وعدہ کیا تھا اور میں تمہارے انتظار میں بیٹھا تھا۔اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ کتا جو آپ کے گھر میں تھا' اس نے مجھے روک رکھا تھا۔ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو۔ ہم اس میں داخل نہیں ہوتے۔

(صحیح مسلم: کتاب اللباس باب تحریم صورۃ الحیوان رقم الحدیث 2105)

تو جناب قادری صاحب! مدینے میں پیدا ہونے والا۔ مدینے کی شہریت رکھنے والا کتا بھی جو ویسے ہی آ گیا' وہ اس قدر منحوس تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ چنانچہ دربار رسول سے کتا بھگا دیا گیا۔ ذرا غور کیجئے! اس اصلی کے ساتھ یہ سلوک تھا تو نقلی کے ساتھ کیا سلوک ہوگا......؟

روٹیوں' بوٹیوں' تھالیوں' کتوں اور گدھوں کو سلام:

اللہ کے رسول ﷺ پر سلام بھیجنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔اور وہ سلام وہی ہے کہ جسے نماز کے تشہد میں بھی نبی ﷺ پر بھیجنے کا حکم ہے۔ یہ الفاظ نبیؐ نے خود سکھا دیئے۔ اسی طرح درود ابراہیمی بھی سکھا دیا گیا۔ یہ سب مسنون صلوۃ و سلام قرآن و حدیث میں بتا دیئے گئے۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ جب آپ ﷺ کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہئے۔ مگر یار لوگوں نے مسنون صلوۃ و سلام چھوڑ کر کتنے ہی من گھڑت اور جعلی درود و سلام ایجاد کر

لئے-احمد رضاخان بریلوی نے اپنا سلام ایجاد کیااور اب الیاس قادری صاحب جو کہ بریلوی حضرات کی ایک نئی جماعت "دعوت اسلامی" کے سرپرست ہیں' نے ایک تازہ سلام ایجاد کیاہے-جو حد درجہ مضحکہ خیز ہے- نبی ﷺ پر سلام کی آڑ میں آپ ﷺ کے ادب کو بڑے مزاحیہ انداز میں بیان کرنے کی جسارت کی گئی ہے-لیکن افسوس یہ خود جو کچھ مرضی کرتے جائیں'پھر بھی عاشق کے عاشق ہی رہتے ہیں اور دوسرے گستاخ- لیجئے اب یہ نام نہاد سلام پڑھتے جایئے- تعجب کرتے چلے جایئے- مسکراتے چلے جایئے اور ساتھ ساتھ ایسی عقل پر روتے اور افسوس کرتے جایئے کہ جس کی وجہ سے اسلام کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے-

مغیلان مدینہ نامی کتاب کی آخری نعت "سلام" پر مبنی ہے-اس کے بعض بند ملاحظہ ہوں:

زائر طیبہ' روضے پر جا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
کوئے محبوب کی بکریوں' ککڑیوں' لکڑیوں' مکڑیوں کو
بلکہ تنکے وہاں کے اٹھا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
تو درختوں کو اور جھاڑیوں کو ان کی گلیوں کی سب گاڑیوں کو
ہاتھ اپنا ادب سے لگا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

بوتلوں بلکہ ڈھکنوں کو بھی تو' دال گندم کے دانوں کو بھی تو
چوم آنکھوں سے اپنی لگا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
بھنڈیوں ' توریوں کو ' گوبھیوں' گاجروں' مولیوں کو
کہنا سیبوں کو اور آڑوؤں کو اور کیلوں کو' زرد آلوؤں کو
اور تربوز سر پر اٹھا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

تو قنادیل کو ، قمقموں کو' تار سوئچ اور تو کولروں کو
ٹھنڈا پانی کسی کو پلا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
چیونٹیوں' کھونٹیوں' ٹونٹیوں کو' ہر طرح کی جڑی بوٹیوں کو
بار بار ان پر نظر جما کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

چاولوں' روٹیوں' بوٹیوں کو' مرغ انڈوں کو' مچھلیوں کو
سبزیوں کو وہاں کی پکا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
تھالیوں کو پیالوں کو کہنا' تو مرچ مسالوں کو کہنا
چائے کی کیتلی کو اٹھا کر ' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

ٹھنڈے پنکھوں اور ہیٹروں کو بلکہ تاروں کو اور میٹروں کو
بتیوں کو وہاں کی جلا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
جس قدر بھی ہیں پانی کے نلکے' پھل تو پھل بلکہ بیج اور چھلکے
ہاتھ ان کی طرف بڑھا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

تو مکانوں کو بھی' کھڑکیوں کو اور دیوار و در اور سیڑھیوں کو
تو عقیدت سے دل میں بٹھا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
رسیوں ' قینچیوں' چھریوں ' چادروں' سوئی دھاگوں دریوں سے
سینے سے اپنے لگا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

سنگریزوں اور پتھروں کو' اونٹ گھوڑوں ' خروں خچروں کو
پرندوں پہ نظریں جما کر 'تو سلام میرا رو رو کے کہنا

بلیاں جب مدینے کی دیکھے' خوب ادب سے انہیں پیار کر کے
ہاتھ نرمی سے ان پہ پھیر کر' تو سلام میرا رو رو کر کہنا

جب سگان مدینہ کو دیکھے جوڑ کر ہاتھ تو ان کے آگے
اشک بار آنکھ ان پر جما کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا
کاش ہوتا میں سگ (کتا) سیدوں کا' بن کے دربان پہرہ بھی دیتا
رب نے بھیجا ہے انسان بنا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

(مغیلان مدینہ : ۱۹۳ تا ۱۹۸)

آئینہ حقیقت میں ایک نظر :

قارئین کرام ! اس سلامیہ نعت کی روشنی میں ذرا تصور کیجئے ! الیاس قادری کی " دعوت اسلامی " کا میلادی کارکن' سر پہ سبز پگڑی باندھے طیبہ جا پہنچتا ہے - ویسے وہاں یہ بھی ایک واقعہ ہو سکتا ہے کہ یہ وہاں پہنچے اور روضے کے گنبد کا رنگ سبز کی بجائے سرخ ہو جائے یا سفید ہو جائے !! تو پھر یہ پوری جماعت کہ جس کے لاکھوں کارکنوں کے سروں پر گنبد کے سبز رنگ کی وجہ سے سبز پگڑیاں ہیں - ان کا رنگ بدلنا پڑ جائے گا اور اگر کہیں ہر چھ ماہ بعد وہاں کا رنگ بدلتا رہے تو جناب اس جماعت کا مونوگرام بھی بدلتا رہے گا - بہر حال سبز پگڑی باندھے دعوت اسلامی کا کارکن وہاں پہنچتا ہے - اب وہ ایک ایک درخت کے پاس جاتا ہے' جھاڑی کے پاس جاتا ہے - سلام کہنا شروع کر دیتا ہے -

طیبہ کی سڑکوں پر یہ امریکہ کی بنی ہوئی گاڑی فورڈ جا رہی ہے - یہ ادب سے اس پر ہاتھ پھیر رہا ہے اور سلام کہہ رہا ہے - یہ جاپان کی ٹویوٹا کرولا کار نظر آگئی' جو بدھوں نے بنائی اور یہاں طیبہ میں آگئی - اب یہ اس پر بھی ادب سے ہاتھ پھیر کر سلام پڑھے جا رہا ہے !

طیبہ میں تو لاکھوں کاریں ہیں۔ بس یہ بے چارہ جاپان کے بدھوں۔ امریکہ کے عیسائیوں کی بنی کاروں پر سلام پڑھے جا رہا ہے۔

کوکا کولا۔ پیپسی کولا۔ یہودیوں کی کمپنیاں ہیں اور ساری دنیا میں ان کا پانی فروخت ہوتا ہے۔ طیبہ میں بھی پیپسی خوب چلتی ہے۔ اب یہ ہری پگڑی والا پیپسی کی بوتل کو چوم رہا ہے۔ طیبہ کے بازاروں میں مشروب کی جس دکان سے گزرتا ہے' یہ وہاں پڑی بوتلوں کو چومنا شروع کر دیتا ہے۔ لوگ بوتلیں پی کر ڈھکنے پھینک رہے ہیں بلکہ بوتلیں پھینک رہے ہیں۔ یہ انہیں اٹھاتا ہے' چومتا ہے اور اس پر سلام پڑھے جا رہا ہے۔ سبزیوں کی دوکانوں کے سامنے سے گزرتا ہے تو گوبھی' گاجر اور مولی کو آنکھوں سے لگا کر سلام پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ سیب کیلا اور آڑو تو طیبہ میں پیدا ہوتا ہی نہیں۔ سیب اور کیلا لبنان سے آرہا ہے۔ آڑو شام سے آرہا ہے۔ مسمی پاکستان سے جا رہی ہے۔ اب یہ تربوز سر پر اٹھا لیتا ہے اور ان پھلوں پر سلام پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ غرض اسے تو بازار سے' سڑک سے ہی فرصت نہ ملے اور اگر کہیں تھک ہار کر کسی کے گھر چلا جائے گا یا اگر ہوٹل میں قیام ہے تو وہاں چلا جائے گا' تو اب یہ جناب سوئچ' بجلی کی تار اور ٹیوبوں کو چومنا اور سلام کرنا شروع کر دے گا۔ لوگ پریشان ہو جائیں گے کہ یہ کہیں کرنٹ لگنے سے نہ مر جائے۔ وہ اس کو یہاں سے ہٹائیں گے' تو یہ دیواروں' کھڑکیوں اور سیڑھیوں پہ سلام پڑھنا شروع کر دے گا۔ وہ یہاں سے ہٹائیں گے' یہ کمرے میں پڑے قالین کو سینے سے لگانا شروع کر دے گا۔ لوگ اسے سلانے کی کوشش کریں گے تو یہ جناب بستر کی دری اور چادروں کو سینے سے لگا کر سلام شروع کر دے گا۔ لوگ کہیں گے "بھوکا ہے شاید بھوک سے یہ حال ہو گیا ہے" وہ اس کے سامنے طرح طرح کے کھانے سجائیں گے۔ مگر یہ کھانے کی بجائے چاولوں' روٹیوں' بوٹیوں پر سلام پڑھنا شروع کر دے گا۔ ہوٹل والے کہیں گے "یہ پاگل کہاں سے آگیا!! وہ ہوٹل سے باہر نکال دیں گے۔ باہر اسے گھوڑا نظر آجائے' گدھا نظر آجائے' خچر نظر آجائے تو اس پر سلام پڑھے جا رہا ہے۔ گدھے نے دولتی ماری یعنی ٹانگ دے ماری۔ زخمی ہو کر گر پڑا۔ اب یہ

ہسپتال جا پہنچا- ہوش آیا تو ہسپتال میں تھا- وہاں جناب ہسپتال کے بیڈ سے چھلانگ لگا کر نیچے کود گیا اور بیڈ پر سلام پڑھنے لگ گیا!! ڈاکٹر حیران' نرسیں پریشان ہیں- مگر یہ ان پر بھی سلام پڑھنے لگ گیا- یوں یہ ہسپتال سے باہر آ گیا-

اب یہ پوچھتا پھر رہا ہے کہ "سید کا گھر بتلاؤ"؟...... ایک پاکستانی نے بتلا دیا- بس پھر کیا تھا!! یہ وہاں گیٹ پر جا کر بیٹھ گیا- گھر کا مالک باہر نکلا اور اس کو دیکھ کر حیران ہوا' وہ سمجھا شاید مانگنے والا ہے- اس نے ایک ریال دیا' اس نے نہ لیا- اب عربی زبان اس میلادی کی سمجھ میں نہ آئے- اردو اس عربی سیدّ کی سمجھ میں نہ آئے- گھر کا مالک پریشان ہو گیا تو اس میلادی نے اسے سمجھانے کے لئے بھونکنا شروع کر دیا' جس کا مطلب یہ تھا کہ تو سید ہے اور میں تیرا دربان ہوں- رب نے مجھ پر ظلم کیا ہے جو مجھے انسان بنا دیا ہے! میں تو مدینے کے سید کا کتا بننا چاہتا ہوں!! گھر والا اتنا پریشان ہوا کہ اس نے شرطہ یعنی پولیس والوں کو بلا لیا -پولیس والوں نے آ کر اس کو قابو کر لیا- اب وہ تھانے لے جا رہے تھے کہ راستے میں گندگی کے ایک ڈھیر پر پھلوں کے متعفن چھلکے پڑے تھے -یہ دوڑا اور ان پر سلام پڑھنے لگا...... پولیس والوں نے یہاں سے ہٹایا اور تھانے کی طرف بڑھنے لگے -جب تھانے کے قریب پہنچے تو وہاں ایک جگہ چند کتے کھڑے تھے -سگ مدینہ پھر دوڑا اور اپنے ہم جنسوں کے پاس جا کھڑا ہوا اور "مغیلان مدینہ" میں الیاس قادری صاحب کی ہدایت کے مطابق سگان مدینہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا...... اور اشک بار آنکھوں سے سلام کہنے لگ گیا!! یہ منظر دیکھ کر ایک سپاہی کہنے لگا- "کیا یہ ہندو ہے؟ جو کتوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر "پرنام" کر رہا ہے کیونکہ یہ عادت تو ہندوؤں ہی کی ہے" بہر حال پولیس والے حیران ہو رہے تھے -آخر کار انہوں نے اس عجوبے کا سراغ لگایا تو پتہ چلا کہ یہ سبز پگڑی والا قادری صاحب کی کتاب "مغیلان مدینہ" میں لکھا ہوا الیاس قادری صاحب کا سلام پڑھ رہا ہے -انہوں نے اسے پکڑا- جہاز پر بٹھایا اور گورنمنٹ آف پاکستان سے کہا کہ "براہ کرم ایسے "سگوں" کو

کیا ہم نعت کے خلاف ہیں ؟ :

ہم نے یہ جو تفصیل سے گفتگو کی۔ ہمیں معلوم ہے کہ یار لوگ کہیں گے کہ "ان کی کیا بات ہے۔ یہ تو نعت شریف کے منکر ہیں" حالانکہ ہم اس نعت کو نعت ہی نہیں سمجھتے جس میں حضرت محمد ﷺ کو "رب" بنا دیا گیا ہے۔ (بزعم خود) اللہ کے اختیارات سونپ دیئے گئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ سے ملا دیا جائے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی نعت ہے یا اللہ کے رسول ﷺ پر بہتان ہے۔؟ نعت تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اوصاف بیان کئے جائیں۔ کس طرح آپ ﷺ نے تکالیف اٹھا کر اللہ کا دین لوگوں تک پہنچایا۔ کس قدر اعلیٰ اخلاق پیش کیا۔ قتل و غارت گری میں، شرک اور سود کے تعفن میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو کس طرح توحید و سنت کی پر بہار فضا میں لا کر کھڑا کر دیا۔ آپ ﷺ نے کس طرح دلیری سے معرکے لڑے۔ جہاد کیا۔ قتال کیا۔ یہ جو آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ ہیں۔ ان کا کوئی نام نہیں لیتا اور اللہ کے ساتھ مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ الیاس قادری صاحب کو طیبہ میں خندق پہ سلام پڑھنا یاد آتا ہے۔ نہ احد پہاڑ پر سلام پڑھنا یاد آتا ہے، کہ جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھا اور آپؐ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ یاد آتا ہے تو بس پیالہ، پلیٹ اور تھالی پر سلام پڑھنا یاد آتا ہے۔ غرض پیٹ سے سوچنے والوں کے ہاتھ اونچی سوچ کیسے آسکتی ہے۔ جہاد۔ اسلام کی چوٹی ہے۔ اس بلندی کے بارے میں وہی سوچ سکتا ہے۔ جو جسم کی چوٹی یعنی "سر" کے اندر رکھے ہوئے دماغ سے سوچے۔

اللہ کے بندو! نعتوں کا کون منکر ہے؟ جب کفار نے اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے نعت پڑھی۔ آج جو شیطان رشدی۔۔ اللہ کے رسولؐ کے خلاف بکواس کر رہا ہے۔ مزہ تو تب ہے کہ اس کا مدلل جواب انگریزی کی نعتوں میں دو۔ اللہ کے رسول ﷺ پر ہماری روحانی ماؤں پر اس نے جو چھینٹے اڑائے ہیں، ان

چھینٹوں کو مدلل نعتیں کہہ کر کافور کر دو- مگر تمہیں آج ایک ہی نعت آتی ہے کہ عیسائیوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا مقابلہ اللہ تعالیٰ سے شروع کر دو- شرک کی نجاست میں غوطے لگانا شروع کر دو- حالانکہ یہی وہ انداز ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا-

"لوگو! میری شان کو اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو حد سے بڑھا دیا- میں تو ایک بندہ ہوں' لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو"

(صحیح بخاری :کتاب احادیث الأنبیاء باب ماذکر فی الکتاب مریم اذا انتبذت من اھلھا مکانا شرقیاً)

کیا اس طرح کی نعتوں سے سلمان رشدی اور دوسرے غیر مسلم فرقوں کے افکار کا توڑ ہو سکتا ہے؟...... انہی کی حرکتیں اور نقالی کر کے آپ کس طرح انہیں اسلام کے بارے میں قائل کر سکتے ہیں- اپنے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں یہ طرز' یہ طریقہ اور یہ غلو اللہ اس سے بچائے کہ جو صریحاً شرک ہے-

میرے بھائیو جب آپ غیر مسلموں کو اس طریقہ پر اسلام کی دعوت دیں گے تو وہ کہیں گے ہمارے پاس پہلے ہی یہ چیز موجود ہے- بلکہ تم سے بڑھ کر ہے-

نعت' جس سے اللہ کے رسولؐ نے منع کر دیا:

غور فرمائیے! جناب والا یہ مدینہ منورہ میں پیش آنے والا ایک واقعہ سنیں- ایسا واقعہ کہ جس میں اشعار پڑھے جا رہے ہیں نبی ﷺ کی نعت پڑھی جا رہی ہے- اور نعت پڑھنے والی بچیاں نبی ﷺ سے نہایت محبت کا اظہار کر رہی ہیں-

معوذ بن عفرا کی بیٹی ربیع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ ہمارے ہاں اس وقت تشریف لائے- جب میں نکاح کے بعد اپنے شوہر کے ہاں آئی تھی' تو آپ ﷺ میرے بچھونے پر بیٹھے' جیسا کہ تم بیٹھے ہو- چنانچہ ہماری لڑکیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادا

(انصاری مجاہدین) کی خوبیاں بیان کرنے لگیں' جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے-اس دوران اچانک ان میں سے ایک لڑکی نے کہا :

وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ

"ہم میں ایسا نبی موجود ہے جو کل کی باتوں کو جانتا ہے"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا :

دَعِيْ هٰذَا وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ

(اے بچی) اسے رہنے دے اور اسی طرح کہہ جس طرح کہہ رہی تھی-

(صحیح بخاری: کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة رقم الحدیث 5148)

غور فرمایئے! اشعار پڑھے جا رہے ہیں تو غزوہ بدر سے متعلق جہادی اشعار پڑھے جا رہے ہیں- ایک بچی نے محض اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئیوں کو مدنظر رکھ کر ایک بات کہی- اللہ کے نبیؐ نے اس سے بھی فوراً منع کیا کہ وہ پیشگوئیاں تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بتاتے ہیں- جبکہ مستقبل کی خبریں تو وہ نہیں جانتے- یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملایا جا رہا ہے- چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً ٹوک دیا اور ایسی نعت چھوڑنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ وہی جہادی باتیں' بدر کی یادیں' شعروں کی صورت میں جاری رکھو' کہ یہی رسول ﷺ کی نعت ہے- یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت ایمان کی دلیل ہے- محبت رسول ﷺ کے بغیر تو ایمان ہی غیر معتبر ہے' جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

لاَ يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ : تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ہاں- میں اس کے والد' اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں-

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان رقم الحدیث 10)

یاد رکھئے! محبت یہ نہیں کہ صرف محبت اور عشق کے دعوے ہوں بلکہ محبت کا معیار بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بتلا دیا۔

ایک مرتبہ آپ وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے وضو کا پانی جسموں پر ملنا شروع کر دیا۔ امام الانبیاء نے پوچھا: کونسی چیز تمہیں اس پر ابھار رہی ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سرَّہٗ أ نْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ إذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ امَانَتَہٗ إذَا اُوْتُمِنَ وَلِیُحْسِنَ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ

ترجمہ: جسے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کریں تو وہ جب بھی بولے سچی بات کرے امانت میں خیانت نہ کرے اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرے۔ یعنی سنت رسول کی اتباع کرے

(مشکوٰۃ: کتاب الأدب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق رقم الحدیث 4990)

البانی صاحب نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

یعنی محبت کا معیار سنت رسول ﷺ پر عمل ہے۔ یہ نہیں کہ عیسائیوں کی طرح رسول ﷺ کی نعتیں کہہ کر آپ ﷺ کو اللہ سے ملا دیا جائے۔ جیسا کہ نسائی شریف میں ہے کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

ترجمہ: مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم مجھے اس مقام سے جو مجھے اللہ نے عنایت فرمایا ہے' بڑھاؤ۔ (مسند احمد: (3 /103 ' 241 '239)

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ)

چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا :

مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ

"جو اللہ اور آپ ﷺ چاہیں"

اس پر آپ ﷺ نے کہا :

اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰه نِدًا

" کیا تو نے مجھے اللہ کا مد مقابل بنا دیا۔ ؟"

بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ

"بلکہ یوں کہو کہ جس طرح اللہ اکیلا چاہے۔"

(قال الالبانی فالاسنَادُ حَسَنٌ (سلسلة الاحاديث الصحيحة رقم الحديث139)

اس حدیث کی اکثر روایات میں أ جَعَلْتَنِی مَعَ اللهِ عَدْلاً کے لفظ ہیں۔اور ایک روایت میں نِدأ کے لفظ بھی ہیں۔ (مسند احمد (347/1` 214)

قارئین کرام! آج عاشقان رسول ﷺ کا حال یہ ہے کہ شاید کوئی نعت ایسی ہو جس میں اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کا مد مقابل نہ بنایا گیا ہو! حالانکہ آپ ﷺ نے بار بار ایسے طرز عمل سے ٹوکا۔ کیونکہ یہ طرز عمل عیسائیوں کا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا :

اِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّا فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْن مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَلْغُلُوُّ

ترجمہ : مبالغہ آرائی سے بچ جاؤ کیونکہ تم سے جو پہلے تھے۔(یہود و نصاریٰ) انہیں اسی مبالغہ آرائی نے ہلاک کر ڈالا۔

(مسند احمد : (521/1قا ل الالبانی اسناده صحيح ورجاله ثقات رجال الشيخين وقال الحاكم هذا حديث على شروط الشيخين)

قیامت کا منظر :

مسلمانو یاد رکھو! آج جو تم نے اللہ کے رسول ﷺ کی نعتوں میں غلو اختیار کر رہے ہو۔

اس سے قیامت کے روز اللہ کے رسول ﷺ بیزاری کا اظہار کردیں گے - جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے مشرکانہ اور مبتدعانہ کاموں سے بیزاری کا اظہار کریں گے - چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو پیش آنیوالا نقشہ پہلے ہی سورہ مائدہ میں بیان فرما دیا ہے -

"اور جب اللہ پوچھے گا : اے عیسیٰ بن مریم ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو ؟ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے : سبحان اللہ - میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا - اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا - آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے - بے شک غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں - میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ جس کا آپ نے حکم فرمایا تھا' یہ کہ "اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے -" میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان میں موجود تھا - جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ ہی ہر چیز پر شاہد ہیں -'

(سورۃ مائدہ : ۱۱۵'۱۱۶)

اب دیکھیے ! اللہ کے آخری رسول امام انبیاء اپنی امت کو اپنے بارے میں کیا نصیحت فرماتے ہیں -

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لاَ تُطْرُونِی كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ

ترجمہ : میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں عیسائیوں نے مبالغہ کیا تھا - پس میں اس کا بندہ ہوں - لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو -

(صحیح بخاری : کتاب احادیث الأنبیاء رقم الحدیث 3445)

[illegible]

ناظر' عالم الغیب' کہتا پھرے اور دیگر خدائی صفات آپ ﷺ میں مانتا پھرے 'میلاد مناتا پھرے 'آپ ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور کہہ کر غلو کرتا پھرے...... تو اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق "پھر قیامت کے روز جو جواب میرے بھائی عیسیٰ دیں گے وہی جواب میں اپنی امت کے ان لوگوں کے بارے میں دوں گا جو ایسے لچھن اختیار کریں گے۔'

فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ

پس میں محمدؐ بھی وہی جواب دوں گا جو اللہ کا صالح اور نیک بندہ (عیسیٰ علیہ السلام) دے گا۔"

(صحیح بخاری :کتاب التفسیر سورۃ مائدہ باب و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم الخ رقم الحدیث4625)

مسلمانوں اور عیسائیوں کی میلادی عیدیں

(کرسمس ڈے اور جشن عید میلاد النبی ﷺ تاریخ کے ریکارڈ سے)

بخاری و مسلم کی حدیث ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا :

«عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّي لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ فَمَنْ؟»(متفق عليه)

”تم پہلی امتوں کے طریقوں کی پیروی میں ایسے برابر ہو جاؤ گے جیسے بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے ہوتا ہے- یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے- صحابہؓ نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی ہمارے لوگ کریں گے ؟ آپ نے فرمایا : تو اور کون ؟ “

(صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاءؑ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل رقم الحدیث 3456 صحیح مسلم: کتاب العلمؓ رقم الحدیث 2669 کتاب الاعتصام بالکتاب

والسنة باب ماقول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم7320)

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ انتباہ کرنے والا اور خبر دار کر دینے والا فرمان اکثر نگاہوں سے گزرتا اور جسم پر ایک جھر جھری اور کپکپی کی کیفیت طاری ہو جاتی کہ مسلمان قوم یہودیوں کے دوش بدوش چلے گی؟ جو کہ اللہ کی مغضوب قوم ہے اور کیا عیسائیوں کے قدم بقدم چلے گی؟ جو کہ گمراہ (الضالین) قوم ہے- مگر فرمان رسول ﷺ بھی تو برحق ہے- چنانچہ اس بار 25 دسمبر کو میں لاہور کے دو بڑے گرجا گھروں میں جا پہنچا' یہ معلوم کرنے کے لئے کہ عیسائی کیا کرتے ہیں؟ تاکہ اپنے مسلمانوں کی خبر لی جائے' کہ وہ ان کی نقالی اور ان کے لچھن اختیار کرنے میں کہاں تک پہنچ پائے ہیں' اس مشاہدہ کے بعد پھر اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق دعوت واصلاح کا کام کیا جائیے- آپ ﷺ نے فرمایا:

حقیقت یہ ہے کہ دین کی ابتدا اجنبیت کے ماحول میں ہوئی اور عنقریب یہ اپنی ابتدائی حالت میں ہی لوٹ آئے گا- چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَدأَ الِاسْلَامُ غَرِیْباً وَسَیَعُودُ کَمَا بَدَأَ فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ

اسلام کا آغاز اجنبیت میں ہوا اور عنقریب اسی حالت میں لوٹ آئے گا جس حالت میں اس کا آغاز ہوا- چنانچہ ایسے اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے-

(صحیح مسلم: کتاب الایمان باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً الخ)

ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں:

قِیْلَ مَنِ الْغُرَبَآءُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ اِذَا فَسَدَ النَّاسُ

کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اجنبی کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا! وہ لوگ جو اس وقت اصلاح کرتے ہیں کہ جب لوگوں میں فساد پھیل جائے-

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث (5867) جلد 6ص164)

نوٹ- علامہ ھیثمی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے- بحوالہ = مجمع الزوائد جلد7ص278)

25 دسمبر جیسا کہ سب کو معلوم ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن

ہے۔ چنانچہ اس روز پوری دنیا کے عیسائی اپنے نبی علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں۔ یہ روز ان کے ہاں عید کا دن ہے۔ اسے وہ بڑا دن بھی کہتے ہیں۔ اس دن وہ اپنے گھروں بازاروں اور گرجا گھروں کو خوب سجاتے ہیں اور اپنی عبادت گاہوں میں عبادت بجالاتے ہیں۔

جب میں چرچ میں پہنچا تو............ :

25 دسمبر کو لاہور کے کیتھڈرل گرجا گھر میں گیا' عورتوں مردوں اور بچوں کا ایک جم غفیر تھا جو گرجا گھر میں داخل ہونے کو بیتاب تھا۔ آخر پر میں بھی اندر جا داخل ہوا۔

منتظمین میں سے ایک نے مجھے دیکھ کر کہا : آپ مسلمان لگتے ہیں۔

میں نے کہا : بالکل مسلمان ہوں۔ ''تو پھر یہاں کیوں ؟'' اس نے فوراً سوال کر دیا۔

میں نے کہا : بس آپ کی عبادت دیکھنے آیا ہوں۔

اور پھر اس نے مجھے آگے لے جا کر بٹھا دیا۔ اب پادری نے تقریر کرنا شروع کر دی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً دعائیں بھی مانگی گئیں۔ نذرانے اکھٹے کئے گئے۔ راہبہ لڑکیوں نے لوگوں کو خاص قسم کا تبرک کھلایا جو کہ پتاشے کی طرح کسی درخت کے پتے جیسی باریک کوئی میٹھی چیز ہوتی تھی' جسے وہ لڑکی تبرک لینے والے کے منہ میں ایک چمٹی کے ساتھ رکھ دیتی تھی۔ پادری جو کہ سنہرا گاؤن پہنے ہوئے تھا' خوشی سے موم بتیاں روشن کرتا اور پھر دعا مانگتا ' کبھی وہ کہتا : خدا یسوع کے روپ میں زمین پر آیا۔ اور کبھی کہتا : اس نے اپنے بندوں سے محبت کرنے کیلئے اپنے بیٹے یسوع کو بھیجا' تاکہ وہ سولی پر چڑھ کر تمام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دے۔

اور یہ کہ یسوع کی پیدائش پر خدا نے خوشیاں منائیں تو ہم بھی خوشیاں مناتے ہیں۔
پھر دعا میں یہ الفاظ بار بار کہتا : اے خدا یسوع کے واسطے سے ہماری دعاؤں کو قبول کر۔

گرجے کو سنہری اور رنگ برنگی جھنڈیوں سے خوب سجایا گیا تھا۔ ڈھول کی تھاپ پر دو تین عیسائی اپنے نبی کے میلاد کی خوشی میں نعتیں پڑھنے میں مصروف تھے۔ ایک دوسرے

پادری نے بھی چند گیت پنجابی میں پڑھے' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منقبت میں تھے۔

چرنی کیا ہے؟ :

عاشقان عیسیٰ علیہ السلام یعنی میلادی عیسائیوں کے ہاں میلاد النبی کے جشن میں '' چرنی'' بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ عیسائی عقیدے کے مطابق اس طرح ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام جو کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھیں' ان کی منگنی ایک نوجوان یوسف سے ہو گئی۔ منگنی کے دوران ہی حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہو گئیں۔ پھر ان کا منگیتر یوسف' حضرت مریم علیہا السلام کو لے کر گلیل کے شہر ناصرت سے بیت اللحم کو چل دیا۔ وہاں اور بھی سب لوگ جا رہے تھے' کیونکہ مردم شماری کے لئے وہاں سب کو پہنچنے کا حکم تھا۔ چنانچہ یہ لوگ شہر کے ساتھ ایک سرائے میں ٹھہرے۔ وہاں اور لوگ بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کو کنواری مریم علیہا السلام کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ بچے کو لٹانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو اسے جانوروں کے چارے کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ یعنی پنجابی میں جسے ''کھرلی'' کہتے ہیں' اس میں بچے کو رکھ دیا گیا۔ چارے کی اس ''کھرلی'' کو چرنی کہا جاتا ہے۔

اب میلاد کے موقع پر یہ چرنی بنائی جاتی ہے۔ اس میں ایک بچے کا بت رکھ دیا جاتا ہے۔ پاس خوبصورت کھلونے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یوں چرنی بنانا میلاد رسول کا اہم اور بنیادی جزو ہے۔

چنانچہ عید میلاد کی وہ عبادت کہ جسے میں دیکھ رہا تھا اپنے اختتام کو پہنچی تو اعلان کیا گیا کہ ''چرنی'' اس طرف ہے' اس کی زیارت کر کے جائیں۔۔ چرنی کیا ہے؟ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا' یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ یہاں چرنی کی نقل بنائی گئی تھی۔ ایک بچے کا پتھری مجسمہ بنایا گیا تھا' سامنے شیشہ تھا' اس کے آگے پیتل کی باڑ کر دی گئی تھی' یہ چرنی تھی۔ اور اسکے اوپر ایک عورت کا مجسمہ تھا' جو ہاتھ میں کچھ لئے کھڑی تھی' عیسائی یہاں سجدہ ریز تھے۔ دروازے سے نکلتے وقت بھی ایک

خوبصورت چرنی بنائی گئی تھی- اس میں پہاڑیاں دکھائی گئی تھیں- انسانوں' جانوروں اور پتھروں کے بت تھے- یہاں بھی لوگ نذرانے دے رہے تھے اور عقیدت کے پھول نچھاور کر کے آگے بڑھ رہے تھے-

عید میلاد کی رسومات پادریوں کی نظر میں :

آیئے! اب ملاحظہ فرمائیں لاہور کے عیسائی پادریوں کی باتیں- روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی تفصیلات کے مطابق...... لاہور میں پروٹسٹنٹ فرقے کے بشپ الیگزینڈر جان ملک سے جب میلاد کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا :

"کرسمس کا تہوار حضرت یسوع المسیح کے یوم پیدائش کی یاد میں منایا جاتا ہے -اس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور دنیا کے لئے نجات اور گناہ پر فتح کا نشان بن کر گئے- "

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ بشپ صاحب میلاد کے حوالے سے ایک چلی چلائی روایت کا ذکر روایتی انداز میں تو کرتے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں دیتے- تو اچھا اب آگے چلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کے موقع پر کرسمس فادر کے کردار کو بڑا اہم مقام حاصل ہے- یہ کیوں ہے اور کیسے شروع ہوا؟ یہ آپ کیتھڈرل سکول لاہور کے پرنسپل اور پادری ایس کے داس کی زبان سے سنئے :

کرسمس فادر کی روایت نے کیسے جنم لیا؟

کرسمس فادر کو " سینٹا کلاز" کا نام بھی دیا جاتا ہے- یہ روایت لندن سے شروع ہوئی -ایک عمر رسیدہ شخص لندن میں کرسمس کی رات مختلف جگہوں اور گھروں میں جاتا اور بچوں کے لئے کرسمس کے تحائف چھوڑ آتا ' جو بچوں کے لئے بڑی مسرت اور خوشی کا باعث بنتے -بچوں اور بڑوں کی ایک مدت سے یہ خواہش اور آرزو تھی کہ وہ اس شخصیت کے بارے

معلوم کریں- چنانچہ ایک کرسمس کی رات انہوں نے تہیہ کیا کہ وہ اس شخصیت کے بارے میں ضرور پتہ چلائیں گے -اس مقصد کے لئے وہ کرسمس کی رات جاگتے رہے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا راہب ان کے گھروں میں بچوں کے تحائف رکھ رہا تھا- انہوں نے اس سے مل کر خوشی کا اظہار کیا- اس طرح کرسمس فادر کی روایت نے جنم لیا- "

عیسائیوں کے میلاد النبی میں سینٹا کلاز یا کرسمس فادر کی روایت نے کیسے جنم لیا؟ یہ تو آپ نے ملاحظہ کر لیا' اب کرسمس ٹری (میلادی درخت) کے بارے میں بھی ایس کے داس ہی سے سنئے کہ وہ کہتے ہیں :

"کرسمس ٹری" کی بدعت کب اور کیسے شروع ہوئی ؟

"ایک روایت کے مطابق جرمنی میں 19 ویں صدی میں مارٹن لوتھر کرسمس کی شام 24 دسمبر کو اپنے بچوں کے ساتھ قریبی جنگل میں دعا کرنے کی غرض سے گئے- جب وہ درختوں کے درمیان پھر رہے تھے تو اچانک اوپر نگاہ اٹھائی تو انہوں نے اجرام فلکی کو چمکتے دیکھا- یہ نظارہ ان کے من کو بھا گیا- انہیں یسوع مسیح کی پیدائش پر ستارے کے ظہور پذیر ہونے کا وقت یاد آگیا- وہ اس نظارے سے بے حد متاثر ہوئے کہ جنگل میں سے ایک برف آلود شاخ گھر لے آئے -اسے مزین کیا- دوستوں کو مدعو کیا- سبھی اس نظارے سے لطف اندوز ہوئے اور اسے کرسمس روایت سے تعبیر کیا- اور یوں کرسمس ٹری (میلادی درخت) کی روایت کا آغاز ہوا- "

قارئین کرام! عیسائیوں کی اس میلادی روایت پر' جو اب ان کا مذہب بن چکا ہے' غور فرمایئے! یہ بالکل ایسے ہی لگتا ہے جیسے کسی بچے کے دل کو کوئی شے بھا جائے- پھر وہ اپنے ساتھی بچوں کو اکٹھا کر لے اور پھر اس موقع پر وہ کچھ معصوم سی حرکتیں کرے- کچھ ایسے ہی محسوس ہوتی ہے- یہ روایت ......اچھا...... خیر...... یہ روائیتں تو بنتی رہیں مگر یہ میلاد [illegible] ہیں :

کرسمس کے موقع پر کیرل یعنی خوشی اور شادمانی سے بھرپور حمد و ثناء کرتے ہیں۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود فرمانے (آسمان کی طرف اٹھائے جانے) کے تقریباً ایک سو برس بعد پاپائے روم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مسیحی لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں گیت گانے چاہئیں۔سب سے پہلے سینٹ فرانسیس نے یہ گیت لکھے اور گائے۔اب ہر شخص اپنی علاقائی زبان میں کیرل گا کے خدا کی حمد و ثناء کرنے لگا ہے۔"

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی بات تو یہ ہے کہ انجیل اگر درست حالت میں موجود بھی ہو تب بھی وہ قرآن آجانے کے بعد منسوخ ہے۔ مگر یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ عیسائی خود چار انجیلوں کو مانتے ہیں، جبکہ نازل ایک ہوئی تھی۔ پھر وہ انجیل جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی، اس کی جو زبان تھی۔ آج وہ زبان ہی مٹ چکی ہے۔ پھر ان چاروں میں سے ہر ایڈیشن پہلے سے مختلف ہے، تو یوں عیسائیوں کی انجیل ہی خود ساختہ ہے، باقی رسومات کا کیا کہنا!! مگر افسوس تو یہ ہے کہ عاشقان رسول عیسائیوں کی نقل میں عید میلاد منا رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس قرآن و حدیث کی شکل میں زبر زیر تک ان کا دین محفوظ ہے۔ اس دین میں عید میلاد کا کہیں وجود نہیں۔ نہ یہ دن اللہ کے رسول نے خود منایا۔ نہ اسے منانے کا حکم دیا۔ نہ صدیق اور فاروق رضی اللہ عنھم جیسے محبان رسول علیہ السلام نے منایا۔ محدثین نے "کتاب العیدین" کے نام سے حدیث کی کتابوں میں ابواب باندھے، مگر تیسری عید کی نماز کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ان دو عیدوں کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں مگر تیسری عید کی نماز کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ نظر کیسے آئے؟ کہ اس تیسری عید کا طریقہ تو وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام نہاد پیر وکاروں کا ہے، کہ بازاروں میں جلوس نکالا جاتا ہے، اس میں بھگیاں، ڈولیاں، بیل گاڑیاں ٹرالیاں چلائی جاتی ہیں، یارسول اللہ کے نعرے لگائے جاتے ہیں، نعتیں پڑھی جاتی

ہیں 'گتکا کھیلا جاتا ہے 'گھوڑے نچائے جاتے ہیں 'نوجوان ڈانس کرتے ہیں 'ڈھول اور طبلے بجتے ہیں 'چمٹے کھڑکتے ' انڈین اور انگلش میوزک کی تانیں بجائی جاتی ہیں-

وفات کے دن جشن !......!!

پہلے دو اصلی عیدوں کے عید کارڈ چھپتے تھے - عیسائیوں کی نقل میں اب اس تیسری مصنوعی عید کے کارڈ بھی چھپنے لگے ہیں- عیسائیوں کی "چرنی "کی نقل اس طرح اتاری گئی ہے کہ میلاد کی رات کو بازاروں میں پہاڑیاں بنائی جاتی ہیں- وہاں بچوں کے مجسمے اور کھلونے رکھے جاتے ہیں- یوں ملک کے بازار "چرنی" کی نقل میں پہاڑیوں سے سج جاتے ہیں- وہاں گانوں 'قوالیوں اور نعتوں کو سنایا جاتا ہے- یوں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم ہر لحاظ سے آگے ہیں- وہ تو صرف "ایسٹر" کا جلوس نکالتے ہیں جبکہ "عید نزول روح القدس" اور اپنے گرجوں میں مناتے ہیں - مگر مسلمان عاشقان رسول چہار شنبہ کا دن بھی سڑکوں پر مناتے ہیں- میلاد بھی بازاروں میں مناتے ہیں- اور وفات منانے کا تو عجب ڈھنگ ہے-

ویسے میلاد اور وفات کے دنوں کا معاملہ بھی ان کے لئے عجب شکل اختیار کر گیا ہے کہ وفات کے دن پر تو سب متفق ہیں کہ اللہ کے رسول بارہ ربیع الاول کو فوت ہوئے تھے - مگر پیدائش کے بارے میں مؤرخین نے مختلف تاریخیں رقم کی ہیں-

قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب "رحمت اللعالمین" میں اور مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "سیرت النبی" میں تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کے رسول کی پیدائش ۹ ربیع الاول کو ہوئی- اب لوگ میلاد بارہ کو منا رہے ہیں- تو وفات کا بھی یہی دن ہے 'لہٰذا وہ خوشی میں غمی کی بھنگ ڈالنے سے تو رہے- چنانچہ انہوں نے وفات منانے کا ڈھنگ اس طرح نکالا کہ کھاریاں کے قریب "موہری شریف" میں نواب دین کی قبر پر اس کے بیٹے خواجہ معصوم نے اللہ کے رسول ﷺ کا عرس منانا شروع کر دیا- (نعوذ باللہ من ذالک) ﷺ کے

عرس لگا رہے ہیں۔ گوجرانوالہ میں خواجہ منیر حسین نے اپنے باپ خواجہ کرامت حسین کی قبر پر اللہ کے رسول ﷺ کا عرس لگانا شروع کر دیا۔ قبریں کسی اور کی اور عرس اللہ کے رسول کا!!! مزید نہلے پہ دھلا یہ ہے کہ ان عرسوں کے انعقاد کی تاریخیں بھی بارہ وفات نہیں بلکہ اپنی اپنی مقرر کی ہوئی مختلف تاریخیں ہیں۔ اس طرح عاشقان رسول نے کچھ عرصہ سے چہار شنبہ کا جلوس بھی نکالنا شروع کر دیا ہے کہ اس روز اللہ کے رسول نے غسل صحت فرمایا۔ لیکن حقیقتاً غسل فرمایا تھا یا نہیں۔ اس سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ انہیں تو جلوس نکالنا ہے۔ پہلی امتوں سے آگے بڑھنا ہے۔ غرض "بدنام جو ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا" کے مصداق نام مشہور ہونا چاہیئے خواہ بدنام ہو کر ہو۔ حلوہ کھیر ملنی چاہیئے، خواہ عیسائیوں کی نقل میں ملے یا ان سے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ملے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے یہ بھی بعید نہیں کہ کل کلاں کرسمس بھی منانا شروع کر دیں، کیونکہ جب کاواں والی سرکار، کتیاں والی سرکار، بلیاں والی سرکار اور گھوڑے شاہ والی سرکار کا عرس لگایا جا سکتا ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے سچے پیغمبر اور پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک ہیں۔ جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرے یا گستاخی کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تو ان کا عرس کیوں نہیں لگایا جا سکتا؟ ان کا میلاد کیوں نہیں منایا جا سکتا؟...... بس اگر ڈر ہے تو یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد منانے پر ہمیں کوئی عیسائی نہ کہہ دے، وگرنہ امتیاز کوئی نہیں رہا۔

جشن میلاد النبی ﷺ کب اور کیسے شروع ہوا؟

سب سے پہلے عید میلاد النبی کی ایجاد چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلفاء کے ہاتھوں ہوئی، جو کٹر رافضی تھے، جن کی گمراہی میں معمولی سا بھی شک نہیں۔

جیسا کہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی نے اپنی کتاب المواعظ والاعتبار 1/490 اور علامہ قلقشندی نے اپنی کتاب صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء جلد 3 ص

499-498 اور علامہ محمد بخیت مصری حنفی نے اپنی کتاب احسن الکلام ص 44-45 پر یہی بات تحریر کی ہے-اسی طرح الابداع فی مضار الابتداع ص 16 تا 21 اور محاضرات الفکریہ ص 84 میں بھی یہی تحریر ہے-ان کے بعد ایک خلیفہ آیا جس کا نام تھا افضل بن امیر الجیوش- اس نے یہ میلا دو غیرہ بند کرا دیئے-عیسائیوں کی دیکھا دیکھی عراق کے بادشاہ اربل نے 604ھ میں میلاد النبی منانا شروع کیا-پھر یہ بڑھتے بڑھتے اب باقاعدہ تیسری عید کی شکل اختیار کر گیا ہے-اب تو اہل بدعت نے دو قدم آگے بڑھ کر اس بدعی اور مصنوعی عید کو ''عیدوں کی عید'' یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی مقرر کردہ دونوں عیدوں کی بھی سردار عید قرار دے دیا ہے-اس نوایجاد عید کا سب سے بڑا جلوس لاہور میں نکلتا ہے اور لاہور سے شروع ہونے والے اس جلوس کے متعلق جناب عنایت قادری گدی نشین تکیہ سادھوواں کوچہ چابک سواراں رنگ محل لاہور...... یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس جلوس کو سب سے پہلے لاہور میں انہوں نے شروع کیا تھا-وگرنہ اس سے پہلے کبھی عید میلاد کا جلوس نہ نکلا تھا-اسی بناء پر لاہور میں عید میلاد کے لئے شائع ہونے والے اشتہارات میں عنایت قادری کا نام خاص طور پر لکھ کر ساتھ ''بانی جلوس عید میلاد النبی'' لکھا جاتا ہے-

لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی ہیں جو کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ : نہیں! عید میلاد کے جلوس کے بانی اور موجد ہم ہیں-بہر حال یہ بات تو ہر طرح سے ثابت شدہ ہے کہ عید میلاد کے جلوس کے لئے سب سے پہلے انگریز سے اس کا لائسنس حاصل کیا گیا-پھر سب سے پہلے 1933ء میں لاہور میں پہلا میلادی جلوس نکلا-

قارئین کرام! ہم آپ کو اس بدعت کی مزید تفصیلات اور حقیقت سے آگاہی کے لئے آج سے 65 برس پیچھے قیام پاکستان سے پہلے کے دور میں لئے چلتے ہیں' تاکہ اس میلاد النبی کے جلوس کی اصل کہانی تاریخ کی زبانی آپ کے سامنے آسکے-

لیجئے ہم لاہور کی لائبریریوں سے ہوتے ہوئے اب ہم نصف صدی قبل کی اشاعت میں جھانکتے ہیں-جس میں علی الاعلان واضح اور دوٹوک الفاظ میں معروف صحافی مصطفٰے کمال

پاشا عید میلاد النبی کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اس مضمون کی دو سرخیاں اس طرح ہیں۔

''لاہور میں میلادی النبی کا جلوس کیسے شروع ہوا؟''

دوسری سرخی اس طرح ہے :

''علمائے کرام نے ایک قرارداد کے ذریعے اس یوم کو عید میلاد النبیؐ کا نام دیا''

اس کے بعد مصطفےٰ کمال صاحب اپنی رپورٹ میں کہتے ہیں :

آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومت برطانیہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ کے یوم پیدائش کو بڑے اہتمام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کے لئے اس یوم کو ''بڑے دن'' کے نام سے منسوب کیا گیا۔ بڑے دن کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دن ۱۲ گھنٹے کی بجائے ۱۶ گھنٹہ کا ہوتا ہے بلکہ عوام نوجوانوں اور بچوں کے ذہنوں میں اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے دفتروں کارخانوں مدرسوں وغیرہ میں پندرہ روز کی رخصت دی جاتی۔ تاکہ دنیا میں ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح ہی نجات دہندہ تھے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی روز وفات پائی۔ کچھ لوگ اس مقدس یوم کو بارہ وفات کے نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی سے پیشتر اس یوم کے تقدس کے پیش نظر مسلمانان لاہور نے اظہار مسرّت و عقیدت کے طور پر جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں مسلمانان لاہور کا ایک وفد جس میں خلیفہ شجاع الدین، محمد الدین، بیرسٹر، چودھری فتح محمد، محمد فیاض اور میاں فیروز الدین احمد مرحوم شامل تھے، گورنر سے ملا تو (اس کو) مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا...... گورنر نے مسلمانوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے جلوس نکالنے کی منظوری دے دی...... اسلامی جذبوں سے سرشار بزرگوں نے انجمن معین اسلام کے زیر تحت جس کے سیکرٹری جناب مفتی حمایت اللہ مرحوم (والد

مشرق سپیشل

روزنامہ مشرق لاہور
بانی عنایت اللہ مرحوم
مشرق

لاہور میں ۱۲ ربیع الاول کا پہلا جلوس کیسے شروع ہوا

[illegible] مسلم [illegible] مستری حسین بخش، چودھری تقی محمد [illegible] چودھری کلیم الدین [illegible] میاں فیروز الدین احمد [illegible] مسلم لیگی لیڈر مرحوم [illegible] اجتماع [illegible] کا لقب دیا [illegible] اور دیگر نوجوان شامل تھے [illegible] موچی گیٹ میں جلوس کے پروگرام کے متعلق اہم فیصلے کئے جاتے۔ انجمن کی زیر قیادت جلوس

ہر سال مسلمانوں کا میلاد و کامرانی کے ساتھ نکلتا رہا۔ جلوس کا لائسنس [illegible] میاں فیروز الدین احمد کے نام تھا [illegible] مسلم لیگ کے علاوہ تحریک خلافت بھی [illegible] میاں فیروز الدین احمد سیکرٹری خلافت کمیٹی کے نام پر دیا [illegible] میاں فیروز الدین [illegible] مسلم لیگ [illegible] ۱۹۲۵ء [illegible] دروازہ [illegible] دہلی دروازہ [illegible] سے گزرنے کے بعد حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اختتام پذیر ہوتا [illegible] جلوس میں [illegible] لیتے ہوئے گشت کرتے [illegible] شامل [illegible] نوجوانوں میں جذبہ حریت اور عشق رسول پیدا ہوتا [illegible]

Whereas [illegible] Ahmed [illegible]
Under Section 30 of Act V of 1861, the following licence is granted.
Licence for Procession
On the occasion of The Birthday of the Holy Prophet
On [illegible] 1931

عید میلاد النبیؐ کے جلوس کے اجازت نامہ کا عکس

علمائے کرام نے ایک قرارداد کے ذریعے اس یوم کو "عید میلاد النبیؐ" کا نام دیا

مصطفیٰ کمال پاشا

آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومت برطانیہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰؑ کے یوم پیدائش کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کے لئے اس یوم کو "بڑے دن" کے نام سے منسوب کیا گیا۔ بڑے دن کا مطلب یہ لیا گیا تھا کہ دن ۱۲ گھنٹے کی بجائے ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے بلکہ مسلمان نوجوانوں اور بچوں کے ذہنوں میں اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے دفتروں، کارخانوں اور سکولوں وغیرہ میں [illegible]

اسلامی جذبہ کے پیش نظر انگریز گورنر نے بغیر کسی رکاوٹ کے جلوس نکالنے کی اجازت دے دی

کو دلہن کی طرح سجایا جاتا اور جلوس کے شایان شان [illegible] پر [illegible] دینی اور سماجی [illegible] جلوس سے آگے پہلوانوں کی ٹولیاں [illegible] جن کی رہنمائی رستم زماں گاما پہلوان اور امام بخش پہلوان وغیرہ کرتے۔ مولانا [illegible] مسلم راہبر مجلس شوریٰ [illegible] کی خدمت سے حاضرین کو مستفید فرماتے [illegible] کالج لاہور کے سپرد تھی۔

علاوہ ازیں خلافت کمیٹی [illegible] مجلس احرار، خاکسار، مجلس اتحاد ملت، نیلی پوش اور مسلم لیگی حضرات

بزرگوار شباب مفتی) نے جلوس نکالنے کا پروگرام مرتب کیا-ان دنوں کانگرس اپنے اجتماع موری دروازہ میں منعقد کیا کرتی تھی اور اس کے مقابلہ میں مسلمان اپنے اجتماع موچی دروازہ میں منعقد کرتے تھے - لہٰذا موچی دروازہ کو سیاسی مرکز ہونے کے علاوہ سب سے پہلے عید میلاد النبیؐ کے جلوس نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے - عملی طور پر جلوس کی قیادت انجمن فرزندان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی' جس میں حافظ معراج دین- حکیم معین الدین' بابو سراج دین' شاہ الدین اسلم' مستری حسین بخش' چودھری فتح محمد' ملک محمد الدین بیرسٹر' چودھری کلیم الدین' مہر سراج دین' اور میاں فیروز الدین احمد و مسلم لیگی لیڈر جنہوں نے مسٹر جناح کو قائد اعظم کا لقب دیا اور دیگر نوجوان شامل - "دار النزیر" موچی دروازہ میں جلوس کے پروگرام اور انتظام کے متعلق اہم فیصلے کیے جاتے -انجمن کی زیر قیادت جلوس ہر سال مسلسل کامیابی و کامرانی سے نکلتا رہا- جلوس کا لائسنس اور اجازت نامہ میاں فیروز الدین احمد کے نام تھا- 1934ء میں مسلم لیگ کے علاوہ تحریک خلافت بھی عوام میں مقبول تھی- لہٰذا 1934ء اور 1935ء میں لائسنس میاں فیروز الدین احمد سیکرٹری خلافت کمیٹی کے نام پر کر دیا گیا- بعد کے دیگر لائسنس کے علاوہ 1942ء کے اجازت نامہ میں میاں فیروز الدین کو سیکرٹری مسلم لیگ کے طور پر منظوری ملی - جلوس کا آغاز 1934ء' 1935ء میں موچی دروازہ سے دیگر علاقہ جات سے ہوتا ہوا رات ایک بجے شاہی مسجد پہنچا -بعد میں دوسرا جلوس اندرون شہر اور بھاٹی دروازہ سے گزرنے کے بعد حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اختتام پزیر ہوا-

جلوس میں گھوڑے پر سوار نوجوان ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے گشت کرتے ...... سیاسی' دینی' اور سماجی کارکنوں کے علاوہ جلوس کے آگے پہلوانوں کی ٹولی بھی شمولیت کرتی جس کی رہنمائی رستم زماں گاماں پہلوان اور امام بخش پہلوان وغیرہ کرتے - فنکار پارٹی اور دیگر نوجوانوں کی رہنمائی ماسٹر فیروز مرحوم انسٹرکٹر فزیکل ٹریننگ گورنمنٹ کالج لاہور کے سپرد تھی- اراکین خلافت کمیٹی شعبہ والنٹر کور' مجلس احرار' خاکسار' مجلس اتحاد ملت' نیلی پوش اور

مسلم لیگی حضرات جوق در جوق شامل ہو کر جلوس کی رونق کو دوبالا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے۔

جلوس کے اختتام پر خلیفہ شجاع الدین (سپیکر اسمبلی) نواب شاہ نواز ممدوٹ' محمد فیاض اور میاں امیر الدین ودیگر معززین لاہور اچھی کارکردگی پر انعامات تقسیم کرتے ......

اس سے پیشتر یہ یوم بارہ وفات کے نام سے منسوب تھا۔ مگر بعد انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ کے زیر اہتمام پیر جماعت علی شاہ' مولانا محمد بخش مسلم' نور بخش توکل اور دیگر علمائے کرام نے قرارداد کے ذریعہ عید میلاد النبی کا نام دیا۔"

(روزنامہ مشرق :26جنوری1984ء)

قارئین! یہ تو تھی روزنامہ مشرق کی رپورٹ۔ اب مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے اخبار " روزنامہ کوہستان" کی رپورٹ بھی ملاحظہ کریں :

اس کی دو سرخیاں کچھ اس طرح ہیں :

"لاہور میں عید میلاد النبی کب شروع ہوئی ؟"

"پہلا جلوس 1933ء میں انجمن فرزندان توحید نے ترتیب دیا "

اس کے بعد اس کی تفصیل اس طرح بتاتے ہیں :

"لاہور میں عید میلاد النبی کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ء کو نکلا۔ اس کے لئے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا ۔اس کا اہتمام انجمن فرزندان توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی اس جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔

انجمن کی ابتداء ایک خوبصورت جذبے سے ہوئی - موچی دروازہ لاہور کے ایک پرجوش نوجوان حافظ معراج الدین اکثر دیکھا کرتے تھے کہ ہندو اور سکھ اپنے دھرم کے بڑے آدمیوں کی یاد بڑے شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور ان دنوں میں ایسے لمبے لمبے

جلوس نکلتے ہیں کہ کئی بازار ان کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں- حافظ معراج الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ دنیا کے لئے رحمت بن کر آنے والے نبیؐ کی یاد میں اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس نکلنا چاہئے- انہوں نے اپنے محلے کے بزرگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا- ان میں مستری حسین بخش رنگ ساز' شیخ قمر الدین وکیل مرحوم مستری خدا بخش مرحوم اور دیگر کئی بزرک شامل تھے آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس کا مقصد عید میلاد النبی کے موقعہ پر جلوس مرتب کرنا تھا- اس میں مندرجہ ذیل عہدہ دار تھے -(۱) صدر مستری حسین بخش (۲) نائب صدر مہر معراج دین (۳) سیکرٹری حافظ معراج الدین (۴) پراپیگنڈا سیکرٹری میاں خیر دین بٹ (باباخیرا) خزانچی حکیم غلام ربانی-

اشتہارات کے ذریعے جلوس نکالنے کے ارادہ کو مشتہر کیا گیا- چست اور چاق وچوبند نوجوانوں کی ایک رضاکار جماعت بنائی گئی اور جگہ جگہ نعتیں پڑھنے کا انتظام کیا گیا- ابو الاثر حفیظ جالندھری کے سلام کی مشق خاص طور پر بہم پہنچائی گئی- اس جماعت میں حسب ذیل نوجوان شامل تھے -(۱) سالار فیروز الدین (حال فزیکل انسٹرکٹر گورنمنٹ کالج)(۲) نائب سالار محمد عادل خان (حال پشاور یونیورسٹی) ان کے علاوہ حکیم محمد عاقل خان' حافظ محمد اشرف مستری ولایت حسین' محمد زبیر اور باباشا کی نے بڑے جوش سے حصہ لیا- موچی دروازہ کے دوسرے نوجوان بھی ان کے شانہ بشانہ تھے-

جلوس کے لئے عرضی دی گئی تو ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی گئی- لیکن ملک محمد امین مرحوم کی کوششوں سے اجازت مل گئی اور انجمن لائسنس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی-

یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا- اس سال حکومت اور خاکساروں میں تصادم ہو گیا اور جلوس بطور احتجاج بند کر دیا گیا- ہندو اس جلوس کی روح رواں حافظ معراج الدین کے خلاف اکثر سازشیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کا کوئی وار کارگر نہیں ہوتا تھا- اتفاق سے ایک دفعہ رنگ محل میں دو پارٹیوں کا تصادم ہو گیا' جس میں ایک نوجوان جس کا نام فیروز تھا'

The Daily Kohistan LAHORE

ٹیلیفون ۶۴۱۸۶
۲۱۱۷
قیمت
۱۶ پیسے

روزنامہ کوہستان لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۰۵
چیف ایڈیٹر
نسیم حجازی

لاہور، راولپنڈی، ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

لاہور میں عید میلاد النبیؐ

پہلا جلوس ۱۹۳۳ء میں انجمن فرزندان توحید نے ترتیب دیا

تحریر: احسان بی اے

لاہور میں عید میلاد النبیؐ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول کو نکالا گیا۔ اس کے لئے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا اہتمام انجمن فرزندان توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی اس جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔

انجمن کی ابتداء ایک خوبصورت جذبہ سے ہوئی۔ موچی دروازہ لاہور کے ایک پرجوش نوجوان حافظ معراج الدین اکثر دیکھا کرتے تھے کہ ہندو اور سکھ اپنے دھرم کے بڑے آدمیوں کی یاد بڑے شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور ان دنوں بڑے لمبے لمبے جلوس نکلتے ہیں کہ کئی بازار کئی گھنٹے تک بند ہو جاتے ہیں۔ حافظ معراج الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ دنیا کے لئے رحمت بن کر آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس نکلنا چاہئے اور اس میں انتہائی پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیدت کے پھول پیش ہونے چاہئیں۔ انہوں نے اپنے محلے کے بزرگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان میں مستری حسین بخش رنگ ساز، شیخ نور الدین وکیل مرحوم، مستری خدا بخش مرحوم اور دیگر کئی بزرگ شامل تھے۔

آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس کا مقصد عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر جلوس مرتب کرنا تھا۔ اس میں مندرجہ ذیل عہدہ دار تھے۔ (۱) صدر، مستری حسین بخش (۲) نائب صدر مہر معراج دین (۳) سیکرٹری حافظ معراج الدین (۴) پراپیگنڈا سیکرٹری میاں فیروز دین بٹ (بابا فیروز) خزانچی حکیم غلام رسول۔

اشتہارات کے ذریعہ جلوس نکالنے کے ارادہ کو مشتہر کیا گیا۔ چست اور پھرتیلے نوجوانوں کی ایک رضاکار جماعت بنائی گئی اور جگہ جگہ سبیلیں لگانے کا انتظام کیا گیا۔ دوالانہ حنفیہ جہان حرمین کے سلام کی مشق خاص طور پر بہم پہنچائی گئی۔ اس جماعت میں حسب ذیل نوجوان شامل تھے۔

(۱) شاہ عارف (۲) فضل دین امین لز ٹینٹ، نستر کنٹر (۳) لرنٹ کا کام... نائب سالار... عارف خان ایڈیٹر بطور پشاور ان کے علاوہ حکیم... حافظ محمد اشرف، مستری ولایت حسین، محمد زبیر وغیرہ بابا شتالی نے بڑے جوش سے حصہ لیا۔ موچی دروازہ کے دوسرے نوجوان بھی ان کے شانہ بشانہ تھے۔

جلوس کے لئے درخواست دی گئی تو ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ لیکن ملک لعل دین مرحوم کی کوششوں سے اجازت لی گئی اور انجمن لائسنس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

جلوس کا راستہ پہلے جوش اور خروش سے دلہن کی طرح سجایا گیا اور پہلا جلوس روانہ ہوا۔ یہ شدید گرمی کے دن تھے اور حبس اس قدر تھا کہ سانس لینا مشکل تھی۔ اس میں ایک ناخوشگوار حادثہ بھی ہو گیا۔ سیکرٹری انجمن فرزندان توحید کے چھوٹے بھائی زبیر جو اپنے بھائی کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھے اس گرمی کو برداشت نہ کر سکے اور خالق حقیقی سے جا ملے لیکن اس واقعہ نے بھی مسلمانوں کے حوصلے پست نہ کئے اور جلوس اپنے راستے پر چلتا رہا۔

یہ جلوس ۱۹۳۸ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ اس سال حکومت اور خاکساروں میں تصادم ہو گیا اور جلوس بطور احتجاج بند کر دیا گیا۔ ہندو اس جلوس کی وجہ سے حافظ معراج الدین کے خلاف اکثر سازشیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کا کوئی وار کارگر نہیں ہوتا تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ رنگ محل میں ہندوؤں کا تصادم ہو گیا جس میں ایک نوجوان جس کا نام فیروز تھا قتل ہو گیا۔ ہندوؤں کی سازش نے اس قتل میں حافظ معراج الدین کو بھی ملوث کر لیا لیکن ہندو کی یہ چال بھی کارگر نہ ہوئی۔ حافظ معراج الدین کی عدم موجودگی میں مہر معراج دین، ملک لال دین قیصر اور فیروز دین احمد نے جلوس کا اہتمام کیا اور جلوس اسی شان سے نکلا۔

قیام پاکستان کے بعد حافظ صاحب سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب سے ملے اور انہیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ جلوس حکومت کے اہتمام میں نکلے چنانچہ اس سال سرکاری اہتمام میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ جلوس نکلا۔ شاہی قلعہ لاہور میں فوج کی پریڈ ہوئی اور سلامی دی گئی۔

اس زمانے میں جلوس کی ترتیب اس طرح کی جاتی کہ ربیع الاول کا چاند دیکھنے کے بعد شہر کے دروازے

محمد زبیر۔ سیکرٹری انجمن فرزندان توحید کے چھوٹے بھائی جن کا میلاد النبیؐ کے پہلے جلوس کے دوران انتقال ہو گیا۔

پر مندرجہ ذیل لوگ توپوں سے سلامی دیتے اور چاند کا استقبال کرتے۔

موچی دروازہ کے باہر ڈپٹی سعادت علی خان مرحوم۔ دہلی دروازہ کے باہر انجمن خادم الحسنین موری دروازے کے باہر میاں عبدالرشید وفرزی۔ بھاٹی کے باہر استاد گام چودھری برکت علی اور بمشارا ایم اسمٰعیل، ٹکسالی کے باہر الطاف حسین اور عاشق حسین، مستی کے باہر حکیم سید واسطی اور یوسف پہلوان، کشمیری کے باہر چھتیا ابل اور ان کے احباب، شیرانوالہ کے باہر المتاز... کے باہر امداد علی عرف ملا مرحوم اور سرکی بند حضرت اکبری منڈی کے باہر عبدالمجید ولی اللہ۔

دس ربیع الاول کو باغ بیرون موچی دروازہ میں دو رفیع کیمپوں کا پروگرام ہوتا جس کے سالار ماسٹر غلام قادر ہوتے۔ اسی طرح پہلی رات موری دروازہ میں جلسہ سیرت ہوتا اس کے بعد آنے والی راتوں میں ہر دروازے کے کھلے میدانوں اور بازاروں میں سیرت کے جلسے ہوتے جن میں حیات طیبہ پر تقاریر ہوتیں۔ تمغوں کو کمانا کھلایا جاتا۔ بارہویں رات کو جلوس نکلتا اور جلوس کے خاتمے پر مساجد میں ختم قرآن کریم کیا جاتا اور غریبوں میں مٹھائی تقسیم ہوتی۔

روزنامہ "کوہستان" میں عید میلاد کی ابتداء کے متعلق رپورٹ کا عکس

قتل ہو گیا-ہندوؤں کی سازش نے اس قتل میں حافظ معراج الدین کو بھی ملوث کر لیا‘لیکن ہندو کی یہ چال بھی کارگر نہ ہوئی- حافظ معراج الدین کی عدم موجودگی میں مہر معراج الدین‘ ملک لال دین قیصر اور فیروز دین احمد نے جلوس کا اہتمام کیا اور جلوس اسی شان سے نکلا-

قیام پاکستان کے بعد حافظ صاحب سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب سے ملے اور انہیں اس بات پر رضا مند کر لیا کہ جلوس حکومت کے اہتمام میں نکلے -چنانچہ اس سال سرکاری اہتمام میں انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ جلوس نکلا-شاہی قلعہ لاہور میں فوج کی پریڈ ہوئی اور سلامی دی گئی-

اس زمانے میں جلوس کی ترتیب اس طرح کی جاتی کہ اس مہینے کا چاند دیکھنے کے بعد شہر کے ہر دروازے پر مندرجہ ذیل لوگ گولوں سے سلامی دیتے اور چاند کا استقبال کرتے-

موچی دروازہ کے باہر ڈپٹی سعادت علی خان مرحوم ‘لوہاری کے باہر‘ انجمن خادم المسلمین موری دروازے کے باہر‘ میاں عبد الرشید دفتری - بھاٹی کے باہر‘ استاد گام چودھری برکت علی اور فلمسٹار ایم اسماعیل ٹکسالی کے باہر‘ الطاف حسین اور عاشق حسین مستی کے باہر‘ حکیم نیّر واسطی یوسف اور پہلوان کشمیری کے باہر‘ چچا ابل اور ان کے احباب شیرانوالہ کے باہر‘ بابو ممتاز یکی (دروازہ) کے باہر‘ امداد علی عرف دادو مرحوم اور سرکی بند حضرات اکبری منڈی کے باہر‘ عبد الستار دلی (دروازہ کے باہر)

(روزنامہ کوہستان ۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء)

قارئین کرام! مندرجہ بالہ تحریر پر غور کیجئے یقیناً صورتحال اس طرح سے سامنے آرہی ہے کہ جس طرح عیسائیوں میں پوپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے جنم دن کی خوشی میں محفل میلاد کا اضافہ کیا اور پھر پادری اضافے کرتے چلے گئے‘ اسی طرح فاطمی خلفاء نے بنیاد رکھی اور پھر مولوی لور صوفی اس بدعت میں اپنا اپنا حصہ ڈال کر متواتر اضافہ کرتے رہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے-

حکومت وقت نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈالنا شروع کر دیا - دہلی دروازے کے

سامنے میلاد چوک بنا دیا ہے- 21 توپوں کی سلامی شروع کر دی گئی ہے- ڈھول ڈھمکہ بھنگڑے ہے اور اب مغربی عیسائیوں کا مقبول ناچ ' ڈسکو ڈانس بھی خوب ہوتا ہے- فلمی گیتوں کی طرز پر شرکیہ نعتیں بھی خوب گائی جاتی ہیں-

عیسائی لوگ گرجوں کو سجاتے ہیں' وہاں "چرنی" بناتے ہیں اور گھروں میں میلادی درخت بناتے ہیں' تو یہ اسلام کے دعویدار بھی مسجدوں کو جھنڈیوں کے ساتھ 'سجاتے چراغاں کرتے اور اپنے گھروں اور بازاروں میں پہاڑیاں بناتے ہیں- ان پہاڑیوں میں پلاسٹک اور مختلف دھاتوں کے بت رکھتے ہیں' اونچی آواز سے ریکارڈنگ ہوتی ہے اور چراغاں کر کے خوب تماشا کیا جاتا ہے- وہی تماشا جو عیسائیوں کے ہاں چرنی بنا کر کیا جاتا ہے- وہ یہاں پہاڑی بنا کر کیا جاتا ہے-

عیسائی بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح ہماری ان خوشیوں کے درمیان موجود ہیں جبکہ بارہ ربیع الاول کو میلاد منانے والے بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

دم بدم پڑھو درود
حضرت ﷺ بھی ہیں یہاں موجود

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں جبکہ آج کے مسلمانوں نے اپنے آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کے نور میں سے نور قرار دے دیا یعنی عیسائیوں نے اپنے نبی کو اللہ کا حصہ کہہ ڈالا تو آج کے بعض مسلمانوں نے بھی اپنے نبی کو اللہ کا حصہ قرار دے ڈالا' یوں مقابلہ جاری و ساری ہے-

اسی طرح آج جو عید کارڈوں کی رسم چل نکلی ہے تو یہ رسم بھی عیسائیوں کی ہے- پادری ایس کے داس ان کارڈوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

"کرسمس کارڈز کے سلسلے میں بھی بہت ساری روایات ہیں- ان میں ایک روایت کے مطابق پانچ سو برس قبل کرسمس کارڈ بھیجنے کی روایت نے جنم لیا- اس سے قبل نئے

سال کی آمد پر کارڈ بھیجے جاتے تھے- سب سے پہلے ایک ایسا کارڈ 1467ء میں چھپا ،جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک چھوٹے بچے کے روپ میں بادلوں میں دکھایا گیا-یہ کارڈ آج بھی برطانیہ کے شہرہ آفاق عجائب گھر میں محفوظ ہے-"

قارئین کرام! الغرض بات یہ ہے کہ ایک ایک بات میں عیسائیوں کی نقل جابجا جاری ہے-اور یہ بڑی ہی خطرناک اور ایمان شکن حرکت ہے- جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کرتے ہوئے یوں آگاہ فرمایا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں لوگوں میں سے ہے-

(ابو داؤد :کتاب الباس باب فیلبس الشھرۃ رقم الحدیث 4031)

کلمہ توحید

(کیا آپ کلمہ توحید لاالہ الاّ اللہ سے واقف ہیں ؟)

کلمہ ایمان کی اہمیت :

(لا الہ الا اللہ) وہ کلمہ ہے جس کے اقرار سے انسان دائرہ کفر سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے- جہالت کی تاریک راہوں کو ترک کر کے علم و آگہی کی پر بصیرت راہوں کا راہی بن جاتا ہے- کوئی بھی انسان جو اس کلمہ توحید کو اپنا لے وہ شیطان کی بندگی سے نکل کر رحمان کی بندگی اور غلامی میں داخل ہو جاتا ہے- جس کسی کا سینہ اس کلمے کے نور سے روشن ہو جاتا ہے' وہ جہنم سے بچ کر جنت کا وارث بن جاتا ہے- عرش عظیم کا رب اس کا میزبان بن کر اسے اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ سے نوازتا ہے اور یہ شہنشاہ کائنات کا مہمان بن کر زندگی کا آخری مقصد حاصل کر لیتا ہے-

تو کیا آپ ایسے عظیم کلمے کی اہمیت سے واقف ہیں ؟ اس کے ترجمے اور تشریح سے آشنا ہیں ؟ وہ تشریح ...... کہ جو خود قرآن نے کی ہے- امام الانبیاء نے بتلائی ہے اور کیا آپ اس کے تقاضوں کو جانتے ہیں اور ان مطالبات کا علم رکھتے ہیں ؟ جو یہ کلمہ اپنے ماننے والوں سے

کرتا ہے۔

اگر آپ یہ سب کچھ جانتے ہیں اور اس کے مطابق عمل پیرا ہیں تو یقین جانئے ہم سب اس دنیا کے خوش قسمت ترین افراد میں سے ہیں...... اور اگر نہیں جانتے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس دنیا کی تمام تر نعمتوں کے میسر آجانے کے باوجود ایسے لوگ سب سے زیادہ بد نصیب افراد میں سے ہیں' کیونکہ کلمہ ایمان کی نعمت اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے' عظیم اور سب سے وزنی نعمت ہے' جس سے یہ لوگ محروم ہو چکے ہیں۔

اس کلمے کی عظمت کا حال امام الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمایئے۔

اگر ساتوں آسمان اور زمینیں ایک پلڑے میں اور یہ کلمہ توحید ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو (لا الہ الا اللہ) کا کلمہ (وزن میں) بھاری ہو گا۔

یاد رکھئے...... اللہ کے رسول ﷺ نے اس کلمے کی اہمیت سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب اس آگاہی کا ہم سب سے تقاضا ہے کہ ہمارے ہاتھ سے بے شک ساری کائنات کی دولت جاتی ہے تو چلی جائے مگر یہ کلمہ ایمان نہ جائے اور جہاں تک اس کرہ ارضی (دنیا) کا تعلق ہے جس پر ہم رہائش پذیر ہیں تو یہ کائنات کے مقابلے میں ریت کے ذرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ چہ جائیکہ اس دنیا کے کسی ایک حقیر فانی اور معمولی سے مفاد کی خاطر اس کلمے کے مطالبات کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اب آیئے...... ہم اس کلمے کے مطالبات اور تشریح اسی ذات بابرکات سے معلوم کرتے ہیں جس کی وحدانیت کی گواہی یہ کلمہ دیتا ہے۔

(لا) کا قرآنی مفہوم :

کلمہ ایمان کا سب سے پہلا لفظ "لا" ہے اور یہ کسی چیز کی نفی کے لئے بولا جاتا ہے' اس کے معنی "نہیں" کے ہیں۔۔ چنانچہ اس کلمے کی پہلی بات جو سمجھنے کی ہے' وہ یہ ہے کہ اسلام کی دعوت نفی سے شروع ہوتی ہے' معبودان باطل کے رد سے شروع ہوتی ہے' اللہ کے

دشمنوں کی مخالفت سے اس کی ابتداء ہوتی ہے- قرآن اس کی تشریح یوں کرتا ہے-:

﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۵۶)

ترجمہ: پس جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے جاننے والا ہے- (البقرہ ۲:۲۵۶)

معلوم ہوا اللہ پر ایمان لانے سے پہلے طاغوتوں یعنی اسلام کے باغیوں اور جھوٹے معبودوں کا انکار ضروری ہے- چنانچہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اسلام کی طرف دعوت دینے کی یہ جو ترتیب ہے' یہ اللہ کی قائم کی ہوئی ہے' اب کسی نام نہاد مصلحت پسند کی مصلحت اس ترتیب کو تبدیل نہیں کر سکتی-

قانون الٰہی کے مخالف کی مخالفت:

مزید وضاحت کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ» (مسلم)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے (لا الہ الا اللہ) کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ جس چیز کی بھی عبادت کی جاتی ہے' اس سے کفر اور انکار کیا تو اس کی جان اور مال محفوظ ہو گیا- (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ)

فرمان رسول ﷺ نے کلمہ توحید کا معنی و مفہوم صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے اور غیر اللہ کا انکار نہیں کرتا تو وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں ہے- اور یہ کہ ایسے لوگوں کے خلاف جب جہاد ہو گا تو ان کی جان اور مال کی حفاظت اسلام کے ذمہ نہ ہو گی- اور یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے جب تک اللہ کی ذات کے مخالف- اس کے دین کے مخالف اور اس کے قانون کے مخالف کی مخالفت نہ کی جائے' اس

کا انکار نہ کیا جائے ' وہ چاہے انسان ہو یا نظام ' اس کے ساتھ کفر نہ کیا جائے...... تب تک (لا الہ الا اللہ) اللہ کے ہاں معتبر اور قبول ہو تا دکھائی نہیں دیتا۔

کلمہ ایمان میں "لا" کے بعد دوسر الفظ "الہ" ہے۔اب اللہ کا قرآن اس کی تشریح کس طرح کرتا ہے۔اس کا معنی اور مفہوم کیسے متعین کرتا ہے...... ؟ ملاحظہ کیجئے!

اللہ تعالیٰ سوالیہ انداز میں اپنے بندوں سے پوچھتے ہیں :

﴿ أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَآ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا
وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ
أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾
أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ
يَدَىْ رَحْمَتِهِۦٓ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ تَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّن يَبْدَؤُا۟
ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا۟
بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴾ (النمل ٢٧/ ٦٠-٦٤)

ترجمہ : بھلاوہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور (الہ) ہے (جو ان کاموں میں شامل ہو) ؟ بلکہ یہی لوگ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر نہریں جاری فرما دیں اور اس میں (پہاڑوں) کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے ذخیروں کے درمیان پردہ حائل کر دیا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور (الہ) (ان کاموں میں (شریک کار)

) ہے ؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔
کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تم کو راستہ دکھلاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے ؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور (الٰہ) ہے (جو ان کاموں میں شریک ہو) ؟ اللہ بہت بلند وبالا ہے' اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اور وہ کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر (مارنے کے بعد) پہلی ہی حالت میں لوٹاتا ہے ؟...... اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے ؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور (الٰہ) ہے جو (ان کاموں میں حصہ دار ہو) ؟ اگر یہ کسی کو سمجھتے ہیں تو) میرے نبی (ان سے) کہو۔ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ؟" (النمل ۲۷ : ۶۰-۶۴)

اب ذرا دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ آیات میں اپنی کن کن قدرتوں اور عجائب کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا
۲۔ آسمان سے بارش کا برسانا
۳۔ بارش کے ذریعہ سر سبز وشاداب باغات کا اُگانا
۴۔ زمین کو جائے قرار بنانا
۵۔ زمین میں نہروں (دریاؤں کا جاری کرنا)
۶۔ زمین میں پہاڑوں کا گاڑنا
۷۔ دریا اور سمندر میں میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان پردہ حائل کر دینا کہ پانی کا اکٹھے بہنے کے باوجود باہم نہ ملنا۔
۸۔ مشکل وقت میں بے کسوں کی فریاد کو پہنچنا
۹۔ مشکل کشائی کرنا
۱۰۔ اس زمین پر انسانوں کو ایک دوسرے کا جانشین بنانا
۱۱۔ جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھلانے کے لئے ستاروں وغیرہ کا بندوبست فرمانا

۱۲-بارش برسانے سے قبل خوشخبری کے طور پر ٹھنڈی ہوائیں چلانا۔
۱۳- مخلوق کو پہلی بار بغیر کسی نقشے کے پیدا فرمانا
۱۴-مارنے کے بعد اس مخلوق کو پھر پہلی اور اصلی حالت پر لوٹانا
۱۵-آسمان اور زمین سے رزق کا بندوبست فرمانا

یہ کل پندرہ چیزیں ہیں' جن کا اللہ تعالیٰ نے ان پانچ آیتوں میں ذکر فرمایا ہے-ان کا ذکر کر کے پانچ ہی مرتبہ اپنے بندوں سے پوچھا ہے(ءالہ مع اللہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ (معبود) بھی ہے ؟جو ان کاموں میں شریک وشامل ہو-

قابل غور و فکر اور قابل عمل ایک نکتہ :

یہاں ایک قابل غور نکتہ جو ذہن میں اچھی طرح بٹھانے کا ہے-یہ ہے کہ پانچ ہی مرتبہ اللہ نے لفظ "مع اللہ" استعمال فرمایا ہے-اللہ کا یہ انداز بیان خاص طور پر ان لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہے جو بزرگ ہستیوں کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس دنیا کے امور میں اللہ کے ساتھ شامل ہیں-دراصل ایسا سمجھنے کا نام ہی شرک ہے کہ اللہ کو بھی مانا جائے' اس کی قدرتوں اور اختیارات کو بھی تسلیم کیا جائے اور اللہ کے ساتھ ساتھ بزرگوں کو بھی اللہ کے اختیارات اور قدرتوں میں شامل سمجھا جائے-

چنانچہ ان پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پندرہ قدرتوں کا ذکر کر کے اپنے بندوں پر واضح کر دیا کہ ان میں اللہ کے ساتھ کوئی شامل نہیں اور یہ کہ جو یہ پندرہ امور سرانجام دیتا ہے اسے ہی (الٰہ) کہتے ہیں-

اب جن کا عقیدہ یہ پانچ آیات پڑھنے کے بعد درست نہ ہو' ان کے بارے میں اللہ نے ان پانچوں آیتوں کے آخر میں پانچ جملے ارشاد فرمائے ہیں-ملاحظہ کیجئے-

۱-یہ لوگ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں
۲-ان میں اکثریت نادانوں کی ہے

۳- کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو

۴- اللہ بہت بلند ہے ان ہستیوں سے جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں

۵- میرے نبی ﷺ ان سے کہہ دو...... اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ

یہ قدرتیں اور عجائب جن کا اللہ نے یہاں ذکر کیا ہے ان میں اگر کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی بزرگ کو شامل سمجھتا ہے تو وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا ہے' وہ نصیحت بھی نہیں پکڑتا- ایسا عقیدہ بہر حال شرک ہے اور یہ شرک کرنے والا اپنے باطل عقیدے کے مطابق جس طرح چاہے شرک کرتا پھرے- اللہ ایسی ہستیوں سے جنہیں یہ اللہ کا شریک بنائے چلا جارہا ہے' بہت بلند اور اعلیٰ ہے- اب ایسا شخص کہ اس کا اپنے اس نظریئے پر اصرار ابھی تک جاری ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اس سے کہو! تم اپنے اس دعوے کے حق میں دلیل لاؤ! اگر تم اپنے اس عقیدے میں سچے ہو- کہ کوئی بزرگ ہستی اللہ کے ساتھ ان کاموں میں شامل ہے-

اب ایسا عقیدہ اور نظریہ رکھنے والے یہ بے چارے دلیل کیا لائیں گے' چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پانچ آیات کے بعد چھٹی آیت میں دوبارہ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾﴾ (النمل ۲۷/ ٦٥)

ترجمہ : میرے رسول ان سے کہو...... اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے-

(النمل : ٦٥)

اور یہ بزرگ لوگ کہ جنہیں تم اللہ کے معاملات میں دخیل سمجھتے پھر رہے ہو- وہ بیچارے دخل کیا دیں گے' وہ تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کیا ہو رہا ہے- مزید یہ کہ یہ کسی دوسرے کی خبر سے کیا واقف ہوں گے' وہ تو اپنے آپ سے ناواقف ہیں- انہیں تو اپنے بارے میں بھی یہ تک نہیں معلوم کہ انہیں موت کے بعد کب اٹھا کھڑا

کیا جائے گا- چنانچہ جو بے چارہ اس قدر بے بس اور بے خبر ہو وہ کسی کی خبر کیا لے گا!!

مشرکوں نے پیغمبر اور اس کی ماں کو (الٰہ) بنا ڈالا :

اللہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ جس کسی کی بھی عبادت کی جائے-وہ نبی ہو یا ولی' پتھر ہو یا اور کوئی چیز......وہ اس شخص کا "الٰہ" بن جاتی ہے جو ان میں سے کسی کی بھی عبادت کرے- ہمارے اس دعوے پر قرآن کے دلائل ملاحظہ کیجئے اور "الٰہ" کے معنی اور مفہوم کو بھی مزید جاننے کی کوشش کیجئے-

قیامت کا دن ہو گا اس دن کا وہ منظر یاد کیجئے جب آدمؑ سے لے کر اس دنیا کے خاتمے تک جو آخری فرد پیدا ہونے والا ہے- سب میدان محشر میں جمع ہونگے- فرشتے صف باندھے حاضر ہوں گے- تمام انبیاء بھی موجود ہوں گے' جنات کی مخلوق بھی وہیں ہو گی-تب جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے-اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے :

﴿ وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَـٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّـٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۱۱۶-۱۱۷)

ترجمہ : اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو "دو الٰہ" بنالو ؟...... تو وہ جواب میں عرض کرے گا "سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا-اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا- آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے جی میں

ہے' بے شک آپ ہی غیبوں کے خوب جاننے والے ہیں- میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا- یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی- میں اس وقت تک ان (نصاریٰ) کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا- جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو ان پر نگران آپ تھے اور آپ ہی ہر شے پر نگران ہیں- (المائدہ ۵ : ۱۱۶-۱۱۷)

ثابت ہوا کہ جب عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی عبادت کی تو درحقیقت انہوں نے دونوں ماں بیٹا کو اپنا "الٰہ" بنالیا-

قوم نوحؑ نے اولیاء کرام کو "الٰہ" (معبود) کا مرتبہ دیدیا! :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے کہا :

﴿ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥٓ ﴾ (الأعراف ۷/ ۵۹)

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی "الٰہ" نہیں ہے-

(الاعراف ۷ :۵۹)

قوم کے لوگ یہ وعظ سن کر آپس میں کہنے لگے :

﴿ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّٗا وَلَا سُوَاعٗا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرٗا ﴾

ترجمہ : اپنے الٰہوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کو چھوڑنا-

(نوح ۷۱ :۲۳)

یہ پانچ شخصیتیں (پنج تن) نوح علیہ السلام سے پہلے نیک ہستیاں ہو گزری تھیں- یہ بزرگ ہستیاں اولیاء کرام کی ہستیاں تھیں' جنہیں اس وقت کے لوگوں نے اپنا "الٰہ" بنا رکھا تھا- مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے- جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات سمجھائی کہ یہ نیک لوگ جس جگہ بیٹھتے تھے وہاں بطور یادگار پتھر نصب کرو اور اس پتھر کو

ان کے نام سے پکارو! لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا' جب اگلے لوگ مر گئے اور علم ان سے جاتا رہا تب ان کی اولاد نے ان یادگاروں کی عبادت شروع کر دی۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ودولا سواعا ولا یغوث ویعوق رقم الحدیث 4920)

قرآن وحدیث کی اس صراحت نے ہمیں بتلادیا کہ قوم نوح نے ان اولیائے کرام کی عبادت کر کے انہیں اپنا (الٰہ) بنالیا تھا۔

قوم ابراہیمؑ نے "اصنام" پتھر کی تصاویر کو اپنا "الٰہ" بنالیا:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴾ (الأنعام٦/ ٧٤)

ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا تو نے اصنام (بتوں) کو "الٰہ" بنالیا؟...... بلاشبہ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں خیال کرتا ہوں۔

(الانعام ٦ :٧٤)

معزز قارئین!

آپ نے قرآن کی راہنمائی کو ملاحظہ فرمالیا۔ کہ پیغمبر ہو یا اس کی والدہ' اولیاء ہوں یا اصنام۔ ان میں سے جس کسی کی بھی عبادت کی جائے وہ عبادت کرنے والے کا "الٰہ" ٹھہرتا ہے۔

لوگ "الٰہ" کیوں بناتے ہیں؟

لوگ اللہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ "الٰہ" کیوں بناتے ہیں۔ ان سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اگر انہیں الٰہ بنانے سے ان کا مقصد اپنی حفاظت ہے۔ مصائب و آلام کو روکنا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے مقاصد سے کہ جنہیں غیر اللہ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ پر تعجب کرتے ہوئے

فرماتے ہیں :

﴿ أَمْ لَهُمْ ءَالِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٤٣)

ترجمہ : کیاان کے کوئی ایسے الہ بھی ہیں جو ہمارے علاوہ ان سے مصائب کو روک لیں گے-؟ یہ تو اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کو ہماری تائید حاصل ہے-

(الانبیاء ۲۱ :۴۳)

یہاں اللہ تعالی نے دونوں باتوں کی نفی کر دی- ایک یہ کہ یہ بزرگ اپنے ماننے والوں پر آنے والی آفتوں کو ٹال دیتے ہیں-دوسرا یہ کہ ان بزرگوں کو اللہ سے کوئی خصوصی تعلق ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کی کسی بات کو ٹالتا نہیں' سو اللہ نے واضح طور پر اپنی مخلوق کو آگاہ کر دیا تھا کہ اللہ کے ساتھ خصوصی تعلق کا ذکر کر کے ولایت کے قصے اور کرامتوں کے چرچے کر کے کوئی اللہ کے بندوں اور بندیوں کو لوٹتا نہ پھرے-

ایک دوسرا مقصد کہ جس کا اظہار لوگ عام طور پر اس طرح کرتے ہیں...... کہ جی ...... ہم ان بزرگوں کو اللہ تھوڑا ہی خیال کرتے ہیں-بس یہ تو اللہ کے ولی اور محبوب ہیں اور ان کے واسطے وسیلے اور قرب کی وجہ سے ہم بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں-یہ اللہ کے بہت زیادہ قریب ہیں-چنانچہ جب یہ ہم سے خوش ہو جاتے ہیں تو انکی خوشنودی کی وجہ سے اللہ بھی ہم سے خوش ہو جاتا ہے' ہم پر کرم کرتا ہے اور مصائب کو ہم سے دور رکھتا ہے-

یہی عقیدہ اور نظریات مشرکین مکہ کے تھے جن کا اظہار وہ دعوت توحید کے مقابلے میں کیا کرتے تھے-تو اللہ تعالی نے انہیں آگاہ فرمایا کہ جیسا عقیدہ تمہارا ہے ایسا ہی عقیدہ تم سے قبل ریگستان عرب میں رہنے والی قوم عاد کا تھا-چنانچہ ایسے ہی عقائد کی پاداش میں جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا-تو یہ بزرگ بے چارے ڈھونڈے سے بھی نہ ملتے تھے-

فَلَو لا نَصرَ هُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُو نِ اللّٰهِ قُرْ بَا نَا اٰلِهَةَ بَلْ ضَلُّوا عَنهُمْ وَ ذٰلِكَ اِفْكَهُمْ وَمَا كَا نُو يَفْتَرُ و نَ☆

ترجمہ: پھر کیوں نہ ان بزرگ ہستیوں نے ان کی مدد کی؟ جنہیں اللہ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہوئے (الٰہ) بنالیا تھا- بلکہ وہ تو (اس وقت) ان سے گم ہو گئے' اور یہ تھا ان کا جھوٹ اور ان بناوٹی عقائد کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے-

(الاحقاف ۴۶ : ۲۸)

خود ساختہ الٰہوں کی ٹھاٹھ باٹھ اپنے مریدوں کی محتاج ہے:

اسی طرح تئیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کا ذکر یوں فرمایا:

﴿ وَٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ ءَالِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ ﴾ (یسین۳۶/ ۷۴_۷۵)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کے علاوہ (الٰہ) بنا رکھے ہیں' اس امید پر کہ وہ ان کی مدد کو پہنچیں گے-وہ تو ان کی مدد کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے بلکہ یہ لوگ تو الٹا ان (بزرگ ہستیوں) کے حاضرباش جتھے بنے ہوئے ہیں- (یس ۳۶ : ۷۴-۷۵)

بزرگ ہستیوں اور ان کے ماننے والوں کے درمیان جو خدائی عقیدت کا معمہ اور خول چڑھا ہوا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اس کا کس قدر حقیقت افروز تجزیہ پیش کر کے رکھ دیا ہے' تاکہ بھولے بھٹکے لوگ اس خول سے باہر آجائیں اور اس بات پر غور و فکر کریں...... کہ ماننے والوں نے مدد کی آس پر ان بزرگ ہستیوں کو اپنا الٰہ بنایا تھا مگر وہ اپنے ماننے والوں کی مدد تو کیا کریں گے -الٹا ان کی ولائت اور ان کی عظمت خود ماننے والوں کی محتاج ہے کہ وہ بزرگوں کے آستانے پر نیازیں لاتے ہیں' مال نچھاور کرتے ہیں اور یہاں کے حضرت صاحب جنہیں خلیفہ اور سجادہ نشین کہا جاتا ہے' اسی مال پہ پلتے ہیں' محلات میں رہتے ہیں سیاسی اقتدار حاصل کرتے ہیں اور یہ روحانی پیشوا دنیاداروں سے کہیں بڑھ کر سیاسی چالیں اور مسرفانہ کھیل بھی کھیلتے ہیں-یہ مریدان لوگوں کو ان کے ٹھاٹھ باٹھ کیلئے نذروں نیازوں کی صورت میں سرمایہ فراہم کرتے ہیں' ان کی حفاظت کرتے ہیں' ان کی گدیوں اور ان کے دربا

روں کے گلوں اور خزانوں کو تالے لگا کر ان کی نگہبانی کرتے ہیں...... اگر یہ نذریں نہ مانیں' عرس نہ منائیں' ان کی شہرت اور ولائت کے ڈنکے نہ بجائیں' تماشے نہ کریں' ان کے مرید نہ بنیں' تو ان کی بزرگی اور ولایت کے سارے سلسلے ٹوٹ کر ختم ہو جائیں...... یعنی یہ اپنی بزرگی کیلئے بندوں کے محتاج ہیں اور اللہ تعالی لوگوں کو بتلا رہے ہیں کہ جو خود محتاج ہے وہ تمہاری مدد کیا کرے گا!! جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بزرگ ہستیوں کی پتھر کی تصاویر کو توڑا تو ان کے ماننے اور عقیدت رکھنے والے کہنے لگے :

﴿ حَرِّقُوهُ وَانصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ ﴾ (الأنبياء٢١/ ٦٨)

"ابراہیم علیہ السلام کو جلا دو اور (اس طرح) اپنی بزرگ ہستیوں "الٰہ" کی مدد کرو"

(الانبیاء۲۱ : ۶۸)

یعنی جب (الٰہ) پر مشکل وقت آیا تو خود مرید میدان میں آ گئے...... قرآن نے ثابت کر دیا کہ اگر یہ مرید اپنی بزرگ ہستیوں کے درباروں اور آستانوں اور وہاں پر جمع ہونے والی نذرو ل نیازوں کی حفاظت نہ کریں تو یہ درباری اور خانقاہی نظام کے سلسلے کا وجود ہی ختم ہو کر رہ جائے --اور جن کا وجود ہی اپنے ماننے والوں کا محتاج ہو...... ان کی عبادت کیوں...... ؟ چنانچہ سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر لوگوں کو یوں سمجھایا :

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٤٥)

ترجمہ : میرے نبی ﷺ ! آپ سے پہلے جتنے بھی رسول ہو گزرے ہیں' ان سے پوچھ دیکھو...... کیا ہم نے رحمان کے علاوہ کوئی ایسے "الٰہ" (بزرگ ہستیاں) بنائی ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے-؟ (الزخرف ۴۳ : ۴۵)

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول ﷺ سے مخاطب ہو کر لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ نے جتنے بھی رسول دنیا میں بھیجے وہ جو عقائد اور نظریات اپنی اپنی قوموں میں چھوڑ گئے- ان میں دیکھ لو...... تمہیں یہ بات کہیں بھی دکھلائی نہ دے گی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ

یا اللہ کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت ہو سکتی ہے۔

عبادت کیا ہے ؟

مجرم جو جرم کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنا جرم بھلا کب تسلیم کرتا ہے اور جو شخص جرم کا ارتکاب ہی بھلائی سمجھ کر کر رہا ہو' وہ بھلا اپنے جرم سے کب باز آئے گا' جب تک کہ اسے یہ نہ بتلا دیا جائے کہ اللہ کے بندے ...... جسے تو بھلائی سمجھ کر کر رہا ہے وہ تو جرم ہے...... جرم...... چنانچہ مشرکین مکہ کو جب اللہ کے رسول ﷺ لات و منات جیسی بزرگ ہستیوں کی عبادت سے منع کرتے تو وہ کہتے :

﴿ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

ترجمہ : ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر بات یہ ہے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ (زمر : ۳)

غور فرمایئے...... کہ بزرگوں کی عبادت سے مشرکین مکہ بھی انکار کرتے ہیں اور صرف انکار ہی نہیں کر رہے بلکہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ اقرار بھی کر رہے ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے' مگر ان کا یہ اقرار کیسا ہے اور عمل کس طرح کا تھا۔ ملاحظہ کیجئے :

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ؟۔ مشرکین کہا کرتے تھے :اللہ تیری جناب میں حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہاں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے : تم پر افسوس ہے۔ یہیں رک جاؤ!! (مگر وہ مشرک اس کے بعد کہتے) البتہ وہ شریک جو کہ تیرے ہی ہیں اور جن کا تو ہی مالک ہے اور جس چیز کے یہ مالک ہیں' اس کا بھی (اے اللہ) تو ہی مالک ہے۔ مشرکین یہ الفاظ کعبے کا طواف کرتے ہوئے کہتے۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیه و صفتها ووقتها رقم الحدیث 1185)

اب جس جگہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ...... اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کہا...... اسی کا نام شرک ہے۔ یہی غیر اللہ کی عبادت ہے اور جو ایسا کرتا یا کہتا ہے وہ چاہے

زبان سے لاکھ مرتبہ کہے کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں' اس کا کوئی شریک نہیں ہے-اس کہنے کا اسے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ وہ بزرگ ہستیوں (الہ) کے لئے ان عقائد اور نظریات کا انکار نہ کرے جو صرف اور صرف اللہ ہی کیلئے خالص ہیں-وہ کیا ہیں ؟ یہ ملاحظہ کرنے سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے فرمان الٰہی سن لیجئے :

"میں شرک سے متعلق تمام شریکوں سے بے پرواہ ہوں- جس نے کوئی ایسا عمل کیا کہ اس عمل میں میرے ساتھ دوسروں کو شریک کر لیا تو میں اس شریک کرنے والے شخص اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں ایسے آدمی سے بے زار ہوں"

(صحیح مسلم کتاب الزھد باب تحریم الریا رقم الحدیث 2958)

بدن کی عبادت اللہ کیلئے ہے :

سب سے بڑی عبادت جسے ہم روزانہ پانچ وقت ادا کرتے ہیں' وہ نماز ہے...... تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز کی سب سے پہلی حالت قیام ہے' جس میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر نماز جیسی عبادت اللہ کے ہاں قبول ہی نہیں-اس سورۃ میں ہم دن میں کئی دفعہ اقرار کرتے ہیں :

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (الفاتحۃ ۱/ ۵)

ترجمہ : ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں-

(الفاتحہ ۱ :۴)

اب دیکھئے-(اللہ ہی سے مدد مانگنا) عبادت کا ایک حصہ ہے- مگر اللہ نے عبادت کا ذکر کرنے کے بعد عبادت کے اس حصے (مدد مانگنے) کا بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ میرا بندہ مجھی سے وابستہ رہے- مجھ ہی سے چمٹا رہے' میرا دامن چھوڑ کر اپنی مشکلات کے حل اور اپنے مقاصد کے حصول کیلئے غیروں کی طرف نہ جھکے......اور مدد مانگنے کا بطور خاص اس لئے بھی ذکر فرمایا کہ انسان جب بھی گمراہ ہوتا ہے' شرک کا ارتکاب کرتا ہے تو یہیں سے کرتا

ہے کہ بیماری آنے پر' کوئی مصیبت آنے پر' جلدبازی کا مظاہرہ کر کے' محض کسی کے کہنے پر غیر اللہ کی چوکھٹ پر جاگرتا ہے-' چنانچہ اللہ نے عبادت کا عام ذکر کرنے کے بعد- عبادت کے ایک حصے مدد مانگنے کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا کہ میرا بندہ کہیں بھٹکنے نہ پائے-

نماز میں قیام کے بعد دو اہم حالتیں رکوع اور سجدے کی حالتیں ہیں- رکوع میں مالک کے حضور کمر جھکتی ہے اور سجدے میں ناک اور پیشانی خاک آلود ہوتی ہے- چنانچہ طواف کے بعد ان تینوں حالتوں کا اللہ نے بطور خاص ذکر فرماتے ہوئے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو تاکید کی ہے :

﴿ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴾ (الحج ٢٢/ ٢٦)

ترجمہ : اور جب ہم نے ابراہیمؑ کیلئے بیت اللہ کی تعمیر کے لئے جگہ الاٹ کر دی' اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' قیام' رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا- (الحج ٢٢ :٢٦)

یہ چار حالتیں جو کہ عاجزی اور انکساری کی انتہائی حالتیں ہیں اور جس ترتیب سے اللہ نے ان کا ذکر فرمایا ہے' اسی ترتیب کے مطابق ایک سے بڑھ کر دوسری حالت عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتی ہے- یہ حالتیں صرف اللہ ہی کیلئے زیبا ہیں...... اگر کوئی انسان یہ حالتیں کسی اور کے سامنے بجالائے گا تو وہ اللہ کے ساتھ شرک جیسے ناپاک گناہ کا ارتکاب کرے گا- چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کو واضح طور پر آگاہ کر دیا کہ بیت اللہ (مرکز توحید) کو ایسی آلودگیول سے ان لوگوں (موحدین) کے لئے پاک صاف رکھئے' جو یہ حالتیں صرف اللہ ہی کے لئے بجا لائیں-

اب غور فرمایئے...... یہ جو قبروں اور قبوں کے طواف اور پھیرے ہیں- قبروں میں دفن بزرگوں کے مزاروں اور ان کے گدی نشینوں کے سامنے لوگ ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں- سنگ مرمر سے آراستہ قبروں اور ان کے گدی نشینوں کو دیکھتے ہی رکوع کی حالت

میں ہو کر جھک جاتے ہیں اور بعض سجدہ ریزی کا ارتکاب تک کر گزرتے ہیں...... تو بتلایئے ......یہ ان کی عبادت نہیں کرتے تو اور کیا کرتے ہیں ؟اور اگر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود یہ لوگ متواتر رٹ لگائے چلے جائیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تو پھر...... آخر عبادت کس شے کا نام ہے ؟ بہر حال قرآن کے ہاں یہی عبادت ہے جسے یہ لوگ غیروں کے لئے بجالاتے ہیں۔

ذکر و دعا اور فریاد و نعرے سب زبانی عبادتیں ہیں :

نماز کے آخر پر نمازی تشہد کیلئے بیٹھتا ہے اور بیٹھتے ہی تین جملے اپنی زبان سے یوں دہراتا ہے

«اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ»

ترجمہ : سب زبانی' بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوة باب التشھد فی الآخرة رقم الحدیث 450)

نمازی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ زبانی عبادتیں صرف اللہ کیلئے ہیں...... اب زبان کی عبادت یہی ہے کہ اللہ کو الٰہ مان کر اسی سے مدد کی درخواست کی جائے' دعا کی جائے' پکار کی جائے' فریاد کی جائے اور مانگا جائے' اس کی حمد و ثناء بیان کی جائے۔ یہ سب زبان کی عبادتیں ہیں اور جس رب کے لئے یہ عبادتیں بجالائی جائیں وہی "الٰہ" ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف نے یوں کہا :

﴿ فَقَالُوا۟ رَبُّنَا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا۟ مِن دُونِهِۦٓ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ﴾ (الکھف ١٨/ ١٤)

ترجمہ : انہوں نے کہا۔ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ہم اس کے علاوہ کسی کو الٰہ بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کہا تو بڑی کفر کی بات کہیں گے۔

(الکھف ١٨ :١٤)

اصحاب کہف اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارا رب وہی ہے جو ساری کائنات کا رب ہے اور ہم "الٰہ" مان کر اسی رب کو پکاریں گے' اس کے علاوہ اور کسی کو نہیں پکاریں گے۔ جیسا کہ مشکلات میں گھر جانے پر اللہ کے پیغمبر جناب لوطؑ نے مدد کیلئے اللہ کو یوں پکارا

﴿ رَبِّ ٱنصُرۡنِي عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡمُفۡسِدِينَ ﴾ (العنکبوت۲۹/ ۳۰)

ترجمہ : میرے رب! ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔

(العنکبوت ۲۹ :۳۰)

یا علی مدد پکارنے والے غور فرمائیں کہ حضرت لوطؑ مدد کیلئے کس کو پکار رہے ہیں۔؟ قرآن ان کی زبان سے ہمیں یہ درس دے رہا ہے کہ یا علی مدد کے بجائے "یا رب مدد" پکارو!......یا علی کے نعرے لگانے کی بجائے یا اللہ کے نعرے لگاؤ کیونکہ نعرے کا مطلب اور مقصد مدد کیلئے نداء اور پکار ہے اور پکار صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ جیسا کہ مالک الملک نے خود فرمایا:

﴿ وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرۡهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾ (المومنون۲۳/ ۱۱۷)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو (الٰہ) بنا کر پکارتا ہے کہ جب ایسا کرنے کی اس کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ یاد رکھو......کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ (المومنون ۲۳ :۱۱۷)

اب لامحالہ دلیل تو اللہ کی بات ہی بنے گی اور اللہ کی بات قرآن ہے اور وہ بار بار اللہ کے ساتھ کسی دوسرے "الٰہ" کی تردید کر رہا ہے۔ چنانچہ کسی دلیل کی عدم موجودگی میں جو شخص اللہ کے ساتھ دوسروں کو "الٰہ" بنا کر پکارے جا رہا ہے' اللہ اسے کفار کے زمرے میں شامل کر کے اسے یہ وعید بھی سنا رہے ہیں کہ تیرے اس طرز عمل کا حساب اللہ کے پاس موجود ہے اور اس کی جوابدہی تجھے بہر حال کرنی ہے۔

اب فکر انگیز بات یہ ہے کہ مدد کے لئے یا رسول اللہ ﷺ پکارنا' یا علی مدد پکارنا' شیخ عبد القادر جیلانی کو یا غوث الاعظم پکارنا اور اس قسم کے دیگر نعرے لگانا' کیا اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارنا نہیں ؟ کیا یہ زبان کی عبادت نہیں ہے ؟ یقیناً یہ زبان کی عبادت ہے - الہ العالمین کا فرمان ملاحظہ کیجئے :

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (المؤمن ٤٠/ ٦٠)

ترجمہ : (لوگو) تمہارا پروردگار فرماتا ہے - مجھ ہی کو پکارو' میں تمہاری فریاد سنوں گا' بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں' وہ جلد جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے -

(غافر ۴۰ :۶۰)

اسی سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان بھی دیکھئے :

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»(ترمذي ـ أبوداؤد)

" پکار ہی تو عبادت ہے -"

(ترمذی کتاب الدعوات باب الدعاء رقم الحدیث 3827)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ زبان سے پکارنا زبان کی عبادت ہے - یہ وظیفے کرنا ' یہ نعرے لگانا' یہ دعائیں' ندائیں اور یہ التجائیں سب زبان کی عبا دت ہیں اور عبادت صرف اللہ کے لئے ہے' کسی غیر کیلئے نہیں' چاہے وہ پیغمبر ہو' صحابی ہو' ولی ہو یا کوئی اور ہو...... یہ سب اللہ کے غیر ہیں' ان میں کوئی بھی اللہ کی الوہیت میں شامل نہیں اور غیروں کو اللہ کے ساتھ شامل کر کے پکارنے کا نام ہی تو عبادت ہے -

نذر و نیاز اور صدقات بھی مالی عبادات ہیں :

نذر و نیاز ' زکوۃ ' صدقہ و خیرات سب مالی عبادتیں ہیں اور مال کی عبادت بھی فقط اللہ کے لئے ہے -

مالی عبادت کے بارے بنیادی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ یہ ساری کائنات اور اس میں جو کچھ ہے 'یہ سب اللہ کا مال ہے۔

﴿ ٱللَّهُ خَـٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ ﴾ (الرعد۱۳/ ۱٦)

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے (الرعد ۱۳ :۱۶)

چنانچہ جب اللہ ہی سارے مال کا پیدا کرنے والا ہے تو خرچ کیا جائے تو اسی کے نام پر خرچ کیا جائے۔ دیا جائے تو اسی کے نام کا دیا جائے...... یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا کے تمام بزرگ اور ولی اکٹھے ہو جائیں تو خشخاش کا ایک دانہ یا گھاس کا ایک تنکا تک پیدا نہیں کر سکتے ۔بلکہ اپنی بھوک کی حاجت کو مٹانے کیلئے خود اناج کے محتاج ہیں۔ تو پھر بڑی بڑی نیا زیں ان کے نام کی کیوں دی جائیں ؟ اللہ تعالیٰ اس طرز عمل کا ذکر یوں فرماتے ہیں :

﴿ وَٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَوٰةً وَلَا نُشُورًا ﴿٣﴾ ﴾

ترجمہ : ان لوگوں نے اللہ کے سوا ایسے (الٰہ) بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے ۔وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں اور یہ تو اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مالک بھی نہیں اور نہ ہی موت' نہ زندگی اور نہ ہی دوبارہ جی اٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

(الفرقان ۲۵ :۳)

یعنی یہ بے چارے کوئی شے بنائیں گے کیا! یہ تو خود بنے ہوئے ہیں اور جو خود بنا ہوا ہو وہ کچھ بنا نہیں سکتا۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے اللہ نے ہمیں مزید باخبر کیا کہ کوئی شے پیدا کرنا تو درکنار یہ تو اپنی ذات کے مالک بھی نہیں اور اپنی ذات سے باہر ان کی بے بسی کا یہ حال ہے کہ

﴿ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴾

ترجمہ : اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے پھر رہے ہو' وہ تو کھجور کی گٹھلی کے (اندر موجود بالکل باریک سے) چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے ۔ (فاطر ۳۵ :۱۳)

آپ نے غور کیا...... اللہ نے یہاں پوری کھجور کا ذکر نہیں فرمایا۔ کیوں...... ؟ اس لئے

کہ اس کا گودا جسم کی نشو و نما کرتا ہے- گٹھلی کا نام بھی نہیں لیا کیونکہ اسے اگر زمین میں دبادیا جائے تو کھجور کا درخت اگ آتا ہے...... ذکر فرمایا تو گٹھلی کے اوپر لپٹی ہوئی باریک جھلی کا کہ جو انسان کے کسی کام نہیں آتی اور جس کی حیثیت کسی شمار میں نہیں- تو ایسی شے کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ بے چارے "الٰہ" تو اس ناکارہ سی شے کے مالک بھی نہیں- تو جب یہ نہ کوئی بنانے والے ہیں' نہ کسی شے کے حقیقی مالک ہیں کہ کسی کو اپنی ملکیت میں سے کچھ دے سکیں تو پھر اللہ کی بنائی ہوئی شے 'اللہ کی دی ہوئی چیز ان کے نام کے ساتھ منسوب کیوں کی جائے- ان کے نام پر مشہور کیوں کی جائے' اللہ کے نام کے ساتھ ان کا نام شامل کیوں کیا جائے- صدقہ وخیرات دیتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ ان کے نام کو شریک کیوں کیا جائے...... ؟؟؟ کسی جانور یا کھیر پر اللہ کے نام کے ساتھ ان کا نام شامل کرنا' مشہور کرنا اور شریک کرنے کا نام ہی تو شرک ہے......اور یہی ناشکری اور نمک حرامی ہے کہ بنانے اور دینے والا صرف اللہ- اور نامِ چلتا پھرے بزرگوں کا...... آخر یہ ظلم کیوں ؟

آج ہمارے معاشرے میں "بابا گائیاں والا" کے نام پر بے شمار گائیوں کی ٹولیاں لوگوں کی فصلیں اجاڑتی پھرتی ہیں...... مگر لوگ انہیں کچھ کہنے سے ڈرتے ہیں کہ بابا ناراض ہو جائے گا- یہ بستیوں میں آتی ہیں تو عورتیں انہیں روٹیاں کھلاتی ہیں' ان کے گلے میں بندھی ہوئی ٹاکیوں میں نوٹ اور سکے باندھ دیتی ہیں' یہ یقین کر کے کہ اب ان کی کئی امیدیں بر آئیں گی اور حاجتیں پوری ہوں گی- یہی کام عرب کے مشرک کیا کرتے تھے' وہ بھی اپنی اونٹنیوں اور بکریوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے- ان کے اس شرکیہ طرز عمل کو اللہ نے یوں بیان کیا ہے :

﴿ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۖ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴾ (المائدہ ۵/ ۱۰۳)

ترجمہ : اللہ نے نہ کوئی بحیرہ بنایا ہے نہ سائبہ 'وصیلہ اور نہ حام مگر یہ کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثریت بے عقلوں ہی کی ہے- (المائدہ ۵ : ۱۰۳)

دیکھئے! قرآن ان شرکیہ نظریات کی پرزور انداز سے تردید کررہا ہے کہ یہ عقائد اور خیالات ان لوگوں کے اپنے ہیں اور یہ جو انہوں نے اللہ اور بزرگوں کے نام پر یہ جانور چھوڑ رکھے ہیں تو اللہ کا ایسی ملاوٹی مالی عبادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نذر نیاز اور ایصال ثواب کی رسومات میں شرک کی آمیزش :

قرآن کی یہ راہنمائی آج کے لوگوں کو بھی یہ سبق دے رہی ہے کہ یہ۔ پیر عبدالقادر جیلانی کے نام کی گیارہویں جو تم نے مشہور کر رکھی ہے اور انہی کے نام کی ہے۔ تو تمہارا یہ طرز عمل تمہارا اپنا گھڑا ہوا خیال ہے۔ یہ گیارھویں۔ اور یہ جناب جعفر صادق کے کونڈے اللہ نے نہیں بنائے' یہ اللہ کا نام لیکر تم اللہ پر جھوٹ بولتے ہو۔

چاول اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ دودھ اللہ کا تیار کردہ مشروب ہے۔ اور تم اسے اپنے "الٰہ" بزرگوں کے نام پر مشہور کر کے ساتھ اللہ کا نام لے کر خود اپنے آپ کو اور اس شرکیہ طرز عمل سے روکنے والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہو۔ جب تم سے کوئی جواب بن نہیں پاتا تو یہ کہتے ہو۔ کہ ہم ان بزرگوں کے "ایصال ثواب" کے لئے یہ خیرات دیتے ہیں۔ یہ ایصال ثواب تو گنہگاروں کے لئے ہے اور تم ان بزرگوں کو بھلا گنہگار کب سمجھتے ہو۔ تم تو انہیں گناہوں سے پاک اور انہیں اپنا داتا اور غوث سمجھتے ہو۔ تم تو ان سے کچھ لینے کی نیت سے انہیں دیتے ہو۔ ان کو راضی کرنے کے لئے ان کے نام کا پکاتے ہو۔ یاد رکھو توحید کا وعظ کرنے والے اپنے محسنوں کو تم ایسی دہری' (ذومعنی) باتیں کر کے مغالطے میں ڈال سکتے ہو مگر تم اللہ کو دھوکہ اور مغالطہ نہیں دے سکتے۔ اور مشرکین مکہ کے طور طریقوں سے آنکھیں نہیں چرا سکتے جو تمہارے طرز عمل سے ملتا جلتا ہے۔

جناب جعفر صادق کے کونڈوں کا حلوہ جس سوجی سے بناتے ہو وہ سوجی گندم ہی سے بنتی ہے' وہ گندم کہ جس کا ایک دانہ زمین میں بویا گیا۔ سورج کی کرنیں سمندر کے پانیوں پر پڑیں۔ یہ پانی بھاپ بن کر آسمان کی طرف اٹھا۔ وہاں بدلیوں کی صورت میں تبدیل

ہوا- پھر مالک کے حکم سے ہوائیں ان بدلیوں کو اٹھا کر زمین پر پھیلانے لگیں- پھر یہ پانی بارش بن کر برسا- زمین نے اس کو پیا- ادھر ہوا زمین کے مساموں میں داخل ہوئی اور احسن الخالقین کے حکم سے ننھی سی کونپل گٹھلی اور دانے کا سینہ پھاڑ کر گدگدائی اور زمین کو چیر کر باہر نکل آئی- دوستو! ذرا سوچو تو سہی! ننھی سی کونپل میں بھلا اتنی قوت کہاں ہے- یہ تو قادر مطلق کی قدرت کا کرشمہ ہے-

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰ ﴾ (الأنعام٦/ ٩٥)

ترجمہ :بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا ہے- (الانعام :٩٥)

ازاں بعد پانی کی برودت' ہوا کی سرسراہٹ' چاند کی ٹھنڈک اور آفتاب کی تمازت اللہ کے حکم سے اس کی نشوونما میں اپنا فریضہ ادا کرتی ہوئی اسے اس مقام تک لے آئی-

کہ ایک دانے کا سات سو دانہ بن چکا تھا- مگر بنانے والا کون تھا؟ ملاحظہ فرمایئے :

﴿ مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّا۟ئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾ (البقرة٢/ ٢٦١)

ترجمہ : جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں (سٹے) نکلے- ہر بالی میں سو سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ کرتا ہے اور اللہ وسعت والا' جاننے والا ہے- (البقرة ٢ :٢٦١)

کس قدر ناشکری' ناقدری اور نمک حرامی ہے کہ انہی دانوں سے سوجی بنی- سوجی سے حلوہ تیار ہوا- انہی دانوں کے میدے کی پوڑی بنی- مگر یہ پوڑی اور حلوہ کس کے نام پہ مشہور ہوا؟؟ یہ جناب جعفر صادق کے کونڈوں کے نام سے معروف ہوا (العیاذباللہ)

اللہ والوں کا طرز عمل کیا ہوتا ہے؟ اس آیت نے اس سے بھی آگاہ کیا' کہ اللہ کے بندے اللہ کا دیا ہوا' اللہ کے راستے میں ہی خرچ کرتے ہیں' یہ مالی عبادت وہ الہ کے نام پر ہی بجالاتے ہیں-

اللہ کا راستہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی دوسرے نام کو شامل و شریک نہیں کرتے۔ اور وہ ایسا کریں بھی کیسے؟ کہ پھلوں اور اناج کے اگنے اور نشوونما پانے کے سارے منصوبے میں اللہ کے ساتھ شامل و شریک ہے ہی کوئی نہیں۔

اسی طرح اللہ کی ہدیاں نذر مانتی ہیں تو وہ بھی اللہ کے لیے' جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے اس طرح نذر مانی:

﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (آل عمران ۳/ ۳۵)

ترجمہ: میرے رب! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں' وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہوگا' میری اس پیشکش کو قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے۔

(آلِ عمران ۳ :۳۵)

غرض مال جیسا بھی ہو وہ حیوانات میں سے ہو یا نباتات میں سے' جمادات میں سے ہو یا معدنیات میں سے۔ وہ اللہ کا پیدا کردہ ہے' اس پر اللہ ہی کی حقیقی ملکیت ہے۔ وہ صدقہ کی صورت خرچ کیا جائے یا خیرات کی شکل میں' وہ زکوٰۃ کی صورت میں ادا کیا جائے یا نیاز کی صورت میں دیا جائے' قربانی کی صورت میں دیا جائے یا نذر ماننے اور اسے پوری کرنے کی ہیئت میں پیش کیا جائے۔ یہ سب قسمیں اور صورتیں اللہ کے راستے میں مال پیش کرنے کی صورتیں ہیں۔ اب چونکہ مالی عبادت فقط اللہ کے لئے ہے۔ لہٰذا مال خرچ کرنے کی یہ تمام اشکال اور اقسام بھی اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔

ایک قابل غور نکتہ بھی ذہن سے محو نہ ہونے پائے' وہ یہ ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن "نماز" اور تیسرا "زکوٰۃ" ہے۔ اسی طرح "تشہد" یعنی "التحیات" میں بھی بدنی عبادتوں کے ذکر کے بعد مالی عبادتوں کا تذکرہ۔ تو یہ مالی عبادت جسے "زکوٰۃ" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم اللہ کے راستے میں مقررہ نصاب کے مطابق مال کا خرچ کرنا ہے' مگر اس کا اصل معنی پاکیزگی ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مالی عبادت سرانجام دینے

سے پورا مال پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ''الطیبات'' کا معنی کسی شے کا عمدہ اور نفیس ہونا ہے' مگر اس کا اصطلاحی معنی ''مالی عبادتیں'' ہے یعنی اگر مالی عبادت سر انجام دی جائے تو سارا مال عمدہ 'نفیس اور پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ مگر توجہ کیجئے! اگر مالی عبادت میں کسی غیر کو شامل کر کے شرک کا ارتکاب کیا جائے تو کیا مال پاکیزہ' عمدہ اور نفیس رہ سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شرک کی نجاست سے یہ پہلے سے بھی زیادہ ناپاک ہو جائے گا۔

قرآن نے ''الٰہ'' کا معنی داتا' دستگیر' غوث الاعظم' کارساز اور غریب نواز بھی بتلایا ہے۔

ہماری اب تک کی گفتگو سے دو باتیں سامنے آئیں' ایک یہ کہ عبادت جس کی بھی بجالائی جائے قرآن نے اس کا ذکر ''الٰہ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی عبادت کی' یہ دونوں ان کے ''الٰہ'' ٹھہرے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے ولیوں کی عبادت کی تو وہ ان کے ''الٰہ'' ٹھہرے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم کے لوگوں نے لکڑی یا پتھر کی تصاویر ''اصنام'' کی عبادت کی تو وہ ان کے ''الٰہ'' ٹھہرے۔ دوسری بات یہ سامنے آئی کہ زبان' جسم اور مال سے بھی اللہ کی عبادت بجالائی جاتی ہے اور ان عبادتوں میں سے جو عبادت بھی کسی پیغمبر' ولی یا بزرگ کے لئے کوئی بھی شخص سر انجام دیتا ہے' وہ درحقیقت اسے ''الٰہ'' کے درجے پر فائز سمجھ رہا ہوتا ہے۔

ہم نے جو قرآنی آیات پیش کی ہیں ان سے پوری طرح یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مختلف زمانے کے گمراہ لوگ اپنے اپنے بزرگوں کو مشکل کشا' حاجت روا' داتا و دستگیر اور غوث الاعظم خیال کرتے تھے۔ جبکہ اللہ نے ان کے ان تمام خیالات و اوہام کا رد کیا ہے۔

ایک شبہ کاازالہ :

یہاں ایک ضروری وضاحت جو کہ قابل ذکر ہے-یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دستگیر بمعنی ہاتھ پکڑنے والاوغیرہ کے الفاظ توہندوں کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں-مثال کے طور پر اگر کوئی تیراک کسی ڈوبتے کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنارے پر لے آئے تو اسے دستگیر کہنے میں کیا حرج ہے ؟-تو اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ دنیا اسباب کی دنیا بنائی ہے-ایک شخص تیراکی کے سبب سے کسی کو کنارے پر لے آیا تو اس تیراک کی کوئی بھی پوجا شروع نہیں کر دیتا اور نہ ہی کوئی اس کی عبادت کرتا ہے' سب کو معلوم ہے کہ یہ دنیا کا نظام اللہ نے اسباب کے تحت بنایا ہے-لیکن اگر کوئی شخص اسباب کی عدم موجودگی میں ڈوبتے ہوئے کسی فوت شدہ بزرگ یا ہزاروں سینکڑوں کیلو میٹرز پر بیٹھے ہوئے کسی زندہ بزرگ کو اپنی مدد کے لئے پکارنا شروع کر دے اور اپنی دستگیری کا واویلہ کرے تو اسی کا نام شرک ہے-کیونکہ اس نے مخلوق کو اسباب سے بلند وبالا ہستی "الٰہ" سمجھ کر پکارا-چنانچہ آج ہمارے معاشرے کے لوگ جن بزرگوں کو گنج بخش اور داتا دستگیر وغیرہ کے ناموں سے یاد کر کے ان سے اپنی ضروریات اور حاجات کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں-بغیر اسباب کے انہیں مافوق الاسباب ہستیاں سمجھ کر ان کو پکارے جارہے ہیں' تو اسی عمل کا نام "الٰہ" بنانا ہے اور اسی چیز کو قرآن نے شرک کہا ہے-

چنانچہ-آیئے !اس ضمن میں ہم اللہ کی آخری کتاب حق وباطل میں فرق کر دینے والے فرقان حمید سے مزید راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ داتا و دستگیر' غوث' گنج بخش اور مشکل کشا کونسی ہستی ہے ؟

اللہ ہی مشکل کشا ہے :

قارئین کرام یاد کیجئے-وہ لمحات کہ جب حضرت یونس علیہ السلام سمندری پانیوں میں

گھر گئے تو ان مشکل لمحات میں انہوں نے اپنے "الٰہ" کو یوں پکارا :

﴿ فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ أَن لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَـٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٨٧)

ترجمہ : پھر وہ اندھیروں میں پکار اٹھا کہ تیرے سوا کوئی "الٰہ" نہیں' تو پاک ہے' میں ہی قصورواروں میں سے تھا- (الانبیاء ٢١ : ٨٧)

دیکھئے- یہاں "الٰہ" کا لفظ مشکل کشا کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے اور یونس علیہ السلام کی پکار واضح ہے کہ اے اللہ یہاں تیرے سوا کوئی میرا "الٰہ" (مشکل کشائی کرنے والا) نہیں ہے- اس آیت نے (لا الہ الا اللہ) کے اقرار کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مشکل کشا نہ سمجھا جائے-

اللہ ہی بگڑی بنانے والا ہے :

مشرکین مکہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے ہر کام کو بگاڑنے کی کوششوں میں مصروف تھے تو اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر علیہ السلام کی یوں راہنمائی فرمائی :

﴿ رَّبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴾ (المزمل ٧٣/ ٩)

ترجمہ : مشرق اور مغرب کا رب کہ جس کے علاوہ کوئی "الٰہ" نہیں ہے بس تو (اے میرے رسول) اسی کو اپنا کارساز بنالے- (المزمل ٧٣ : ٩)

بگڑے کاموں کو درست کرنے کا کام جس کے حوالے کر دیا جائے اسے عربی میں وکیل کہتے ہیں- اس کا معنی کارساز یعنی کام بنانے والا ہے - دوسرے معنوں میں بگڑے کاموں کو سنوارنے والا بھی ہے- اور جو بگڑی بنادے اسے قرآن "الٰہ" کہہ کر خبردار کر رہا ہے- کہ (لا الہ الا اللہ) کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو بگڑی بنانے والا کام سنوارنے والا خیال نہ کیا جائے- اور یہ کہ جو مالک اپنے بندوں کے بگڑے کام سنوارنے والا "الٰہ" ہے' وہی مشرق و مغرب کا رب (پالنے والا) ہے- لہٰذا اپنے اسی رب کے ہو کر رہ جاؤ

-یارب' یارب کہہ کر اپنے کام اپنے پالنے والے رب تعالیٰ ہی کے سپرد کر کے اسی ایک ہی کو "الٰہ" مانو-

اللہ ہی غوث الاعظم ہے :

جس سے فریاد کی جائے اسے غوث (فریاد رس) کہا جاتا ہے اور جو بہت بڑا فریاد کو پہنچنے والا ہو' اسے غوث الاعظم کہا جاتا ہے- جبکہ حقیقت یہ ہے کہ غوث سمجھ کر جس سے فریاد کی جائے وہی رب ہوتا ہے' اور رب ایک ہی ہے' دو نہیں ہیں کہ اس ایک رب کے علاوہ کسی اور کو غوث کہتے پھریں-

اب آیئے ......ذرا ملاحظہ کیجئے - کہ ہمارے آخری رسول حضرت محمد ﷺ غوث الاعظم سمجھ کر جنگ بدر کے مشکل حالات میں استغاثہ (فریاد) کس سے کر رہے ہیں ؟ سنئے ! فرما رہے ہیں :

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّى مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴾ (الأنفال ٨/ ٩)

ترجمہ : (اے نبیؐ! وہ وقت یاد کرو) جب تم نے اپنے رب کو غوث مان کر فریاد کی تو اس نے تمہاری فریاد سن کر قبول کی اور پے در پے پہنچنے والے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کا وعدہ فرمایا- (الانفال ٨ :٩)

چنانچہ یہ مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو شخص کسی انسان کو غوث الاعظم کا لقب دے رہا ہے' وہ اسے در حقیقت اپنا "الٰہ" مان کر رب بنا رہا ہے اور یہی شرک ہے جس کا ارتکاب شیخ عبد القادر جیلانی کو غوث الاعظم کہہ کر کیا جا رہا ہے -ایسے شرک عظیم سے فوراً اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہئے-

اللہ ہی غریب نواز ہے :

غریب الوطن مسافروں اور تہی دامن فقیروں کو نوازنے والا اللہ ہی ہے۔ ہمارے یہاں لوگوں نے بزرگوں کو غریب نواز مشہور کر رکھا ہے مگر جناب موسیٰ علیہ السلام جیسے غریب الوطن مسافر کو غربت و فقیری میں نوازنے والا کون ہے ؟اور موسیٰ علیہ السلام کس طرح اپنے رب کو غریب نواز سمجھ کر اس کے حضور فریاد کناں ہیں۔ذرا ملاحظہ تو فرمایئے :

﴿ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴾ (القصص ۲۸/ ۲٤)

ترجمہ : میرے رب! اس وقت آپ جو نسی خیر سے بھی مجھے نوازیں' میں اس کا فقیر (محتاج) ہوں۔ (القصص ۲۸ :۲۴)

اب دیکھئے۔ اللہ نے کیسے نوازا۔ مصر میں فرعونی حکومت سے راہ فرار اختیار کرنے والے مسافر موسیٰ علیہ السلام مدینے میں پہنچے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھے اور جب اپنی غریب الوطنی کا خیال آیا کہ پیچھے ظالم فرعونی حکومت اور آگے کوئی ٹھکانا دکھلائی نہیں دیتا۔ تو اللہ سے ہر قسم کی خیر مانگنے کی فریاد کی۔ ادھر اللہ نے یوں نوازا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پیغمبر شعیب علیہ السلام کے گھر کا مہمان بنا دیا۔ پھر وہی گھر ان کا ٹھکانا بنا دیا۔ اور پھر اسی بیت نبوت کا موسیٰ علیہ السلام کو داماد بنا دیا۔ جب میاں بیوی کئی سالوں کے بعد مصر واپس جانے لگے تو راستے میں سفر ہی کی حالت میں طور سینا کے پاس انہیں تاج نبوت سے بھی سرفراز فرما دیا۔

ایسے غریب نواز کو کہتے ہیں رب اور وہی رب "الٰہ حقیقی" ہے۔ اور وہ تو اپنے سب بندوں کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ﴾ (الفاطر ۳۵/ ۱۵)

'لوگو۔ تم سب اللہ ہی کے فقیر اور" منگتے "ہو" (فاطر ۳۵ :۱۵)

اللہ ہی داتا ہے :

اب اگر بندے ہی کسی اور دوارے کے منگتے بن کر انسانوں کو داتا مانتے اور کہتے پھریں تو پھر اس سے بڑھ کر ایسے بندوں کی اور کیا بد قسمتی ہو سکتی ہے' جبکہ اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے قرآن میں جو دعا سکھلائی تو یہ کہ وہ اللہ کو داتا مانیں' کسی اور کو داتا وغیرہ نہ کہہ کر...... اپنے عقیدے کی اصلاح کی توفیق مانگتے رہا کریں- قرآنی دعا ملاحظہ کیجئے-

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴾
(آل عمران۳/ ۸)

ترجمہ : رب ہمارے- ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ڈانواں ڈول نہ ہونے دینا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما- بے شک آپ- آپ ہی تو داتا ہیں-

(آلِ عمران ۳ :۸)

ملاحظہ کیجئے- کہ کس طرح اللہ اپنے بندوں کی دعا اور دلی پکار کو قرآن کا حصہ بنا رہے ہیں- کہ گمراہی (شرک) سے نکل کر کلمہ ہدایت (لاالہ الااللہ) کا اقرار دو مرتبہ کی تکرار کے ساتھ کہ- آپ- آپ ہی تو داتا ہیں- اب وہ لوگ اپنے ایمان کی فکر کریں جو اللہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ شیخ علی ہجویری یا کسی اور بزرگ کو داتا سمجھتے اور کہتے پھرتے ہیں- اور یہ کہ ان کے ایمان اور ان کے دل کس حالت میں ہیں ؟

اللہ ہی گنج بخش ہے :

اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :

﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ﴾ (الأنعام٦/ ٥٠)

(میرے رسولؐ کہو! میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں-"

(الانعام ٦ :٥٠)

یعنی ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور یہ کہ وہ خزانے میں تمہیں بخش دوں-اب جب اللہ کے رسول ﷺ خزانے بخشنے والے "گنج بخش" نہیں ہیں-تو غور فرمائیے! علی ہجویری یا ان جیسے دیگر بزرگ کیسے خزانے بخشنے والے "گنج بخش" ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا اللہ ہی گنج بخش ہے-بندہ کوئی نہیں ہے-

اللہ ہی دستگیر ہے :

انسان دریا یا سمندر میں ڈوب رہا ہو اور کوئی غیبی قوت' مافوق الاسباب اور مافوق الادراک ہستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنارے لگا دے' اسے دستگیر یعنی ہاتھ پکڑنے والا کہا جاتا ہے-اسی طرح کوئی شخص کسی سے خوفزدہ ہو' انسان یا جن اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہوں......وہ مشکلات میں پھنسا ہوا ہو...... کسی مصیبت میں گھرا ہوا ہو......اس دوران کوئی ہستی اس کی ایسی دستگیری کرے' مدد کرتے ہوئے اس کا ایسا ہاتھ پکڑے' اس کو اس انداز سے اپنی پناہ میں لے کہ پھر کسی کو بھی اسے نقصان پہنچانے کی جرات نہ ہو اور تمام مشکلات سے وہ محفوظ و مامون ہو جائے' تو ایسی دستگیری کرنے والا دستگیر' ایسی پناہ گاہ مہیا کرنے والا شہنشاہ' اللہ ہی تو ہے-وہ اللہ-وہ ہمارا رب ہمیں آخری پیغمبر ﷺ کی زبانی قرآن کا یہ آخری پیغام دے رہے ہیں-سنئے!

﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ ۝٣ ﴾

ترجمہ : (میرے رسول) کہہ دیجئے کہ میں سب انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں' جو سب لوگوں کا بادشاہ ہے-تمام لوگوں کا "الٰہ" ہے- (الناس ۱۱۴ :۱-۲)

اب ہمارے پیارے رسول ﷺ زندگی گزاریں تو اللہ کی پناہ اور اسی کی دستگیری میں گزاریں-مگر ان کی محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرنے والے امام الانبیاء علیہ السلام کے اسوہ کے برعکس اپنے جیسے انسانوں کو دستگیر بناتے پھریں-تو پھر کیا انہیں اس بات پر غور نہیں کرنا چاہئے کہ (لا الٰہ الا اللہ) کے ساتھ آخر ان کا تعلق کیسا ہے؟ جبکہ اس سورۃ میں یہ

بات واضح ہے کہ جو لوگوں کا "الہٰ" ہے 'بادشاہ ہے' وہی سب لوگوں کا رب اور دستگیری کرنے والا ہے۔

یہاں (لاالہٰ الااللہ) کا مطلب یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی پناہ دینے والا 'اور ہماری دستگیری کرنے والا دستگیر' کوئی نہیں ہے۔

بزرگوں کو القابات کس نے دیئے ؟؟ :

یہ بات قرآن نے واضح کر دی کہ ہم سب کا "الہٰ" وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے اور داتا و دستگیر 'گنج بخش' مشکل کشا' حاجت روا' بگڑے کام سنوارنے والا' غریبوں اور فقیروں کو نوازنے والا اور غوث الاعظم صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لیں کہ یہ القابات جو یار لوگوں نے بزرگوں کو دے رکھے ہیں' یہ ان کی اپنی ایجاد ہے۔ اللہ نے ایسا کوئی لقب کسی انسان کو بالکل نہیں دیا۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قوم کو انتباہ کرتے ہوئے کہا :

﴿ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ﴾ (یوسف ۱۲/ ٤٠)

ترجمہ : اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کی عبادت تم کر رہے ہو' یہ تو محض نام (القابات) ہی ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑا ہے جبکہ اللہ نے ایسی کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ (یوسف ۱۲ :۴۰)

لوگو۔ سن لو! اللہ نے بزرگوں کے لئے ایسی کوئی دستاویز نہیں اتاری جس میں انہیں غوث' قطب' قلندر' داتا و دستگیر وغیرہ کے القابات دیئے ہوں۔ یہ تو گمراہ لوگوں کا اپنا کارنامہ ہے جو لامحالہ سارے کا سارا شرک اور اللہ کی گستاخی پر مبنی ہے۔

لاالٰہ الااللہ کا تقاضا :

اب (لاالٰہ الااللہ) کا تقاضا ہے کہ یہ "الٰہ" (بزرگ) جنہیں لوگوں نے خدائی القابات دے کر اوران سے اللہ کی الوھیت والے عقائد اور نظریات وابستہ کر لئے ہیں۔ان سے توبہ کی جائے اورانہیں "الٰہ" یعنی داتا و دستگیر اور غوث الاعظم وغیرہ ماننے سے انکار کر دیا جائے۔ ان بزرگوں کی جس انداز سے بندگی اور عبادت ہو رہی ہے' اسے ترک کر دیا جائے اور بزرگوں کے ان درباروں اور آستانوں کو خیرباد کہہ دیا جائے۔یہ ہے "لاالٰہ الااللہ" کا تقاضا اور مطالبہ۔یہی وہ مطالبہ ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا تھا' مگر انہوں نے اس مطالبے کو ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا :

﴿ قَالُوا يَٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِىٓ ءَالِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِن نَّقُولُ إِلَّا ٱعْتَرَىٰكَ بَعْضُ ءَالِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّىٓ أُشْهِدُ ٱللَّهَ وَٱشْهَدُوٓا۟ أَنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ ﴾ (ھود ۱۱/ ۵۳۔۵۴)

ترجمہ : انہوں نے کہا : اے ہود ! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو نہیں لایا اور ہم اپنے "الٰہ" بزرگوں کو محض تیرے کہنے پر نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی ہم تیری بات ماننے والے ہیں۔ہم تو یہی کہیں گے کہ ہمارے ولیوں میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑ گئی ہے۔حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا : اچھا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اس شرک سے جو تم کر رہے ہو۔بے زار ہوں۔ (ھود ۱۱ : ۵۳-۵۴)

کون ہے جو (لاالٰہ الااللہ) کے تقاضوں پر لبیک کہے ؟

قارئین کرام ! اب (لاالٰہ الااللہ) کے قرآنی تقاضے اور مطالبے جو آپ نے ملاحظہ کیے۔ان کا آپ کو جواب دینا ہے۔مگر یاد رہے' خاتم الانبیاء ﷺ کی امت کہلانے والوں کا جواب اس طرح کا نہیں ہونا چاہئے جس طرح کا جواب جناب ہود علیہ السلام کی امت کے

لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو دیا تھا- اور نہ ہی وہ جواب ہونا چاہئے جو ہمارے پیارے رسول ﷺ کو مشرکین مکہ نے دیا تھا- اور اس جواب کی پاداش میں جب وہ جہنم میں جل رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کا جواب یاد دلاتے ہوئے فرمائیں گے :

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾ ﴾ (الصافات ٣٧/ ٣٥-٣٦)

ترجمہ : ان لوگوں سے جب کہا جاتا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو اکڑ جاتے تھے اور کہتے تھے : کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر اپنے "الٰہ" (بزرگوں) کو چھوڑ دیں ؟

(الصافات ٣٧ : ٣٥-٣٦)

یہ لوگ جو (لا الٰہ الا اللہ) کا انکار کر رہے ہیں یہ اللہ کو مانتے تھے' اسے آسمانوں اور زمین کا خالق تسلیم کرتے تھے- قرآن نے ان کے اللہ کو تسلیم کرنے کی خبر یوں دی ہے :

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴿٢٥﴾ ﴾ (لقمان ٣١/ ٢٥)

ترجمہ : (میرے رسول) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ؟ تو کہیں گے- "اللہ نے" (الزمر ٣٩ : ٣٨)

قرآن نے ہمیں یہ بتادیا کہ مشرکین مکہ اللہ کو مانتے تھے' اسے ہر شے کا خالق تسلیم کرتے تھے مگر وہ اپنے "الٰہ" بزرگوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے جبکہ (لا الٰہ الا اللہ) کا تقاضا یہی تھا- اللہ کو ماننے کا صحیح معنوں میں حق تبھی ادا ہوگا کہ انہیں چھوڑا جائے' چنانچہ اس کلمہ توحید کے تقاضوں کو جاننے کی وجہ سے انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ کلمہ محض زبان کا اقرار نہیں بلکہ اس کا اقرار کرتے ہی اپنے کردار سے ان بزرگوں کو چھوڑنا پڑے گا اور اس کے لئے وہ تیار نہ تھے- چنانچہ (لا الٰہ الا اللہ) کا اقرار کرنے والو! (لا الٰہ الا اللہ) کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اپنے کردار سے ان تمام "الٰہ" بزرگوں اور پیروں کو جنہیں اللہ کا شریک اور مد مقابل بنادیا گیا ہے- انہیں فوراً چھوڑ دو!

الوہیت کے اختیارات کا دعویٰ کرے۔اللہ کے ہاں اس کے دعویدار کی سزا جہنم ہے :

پیغمبر، فرشتے اور نیک لوگوں کو جنہیں لوگوں نے "الٰہ" بنا رکھا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کے حضور اپنے گمراہ عبادت گزاروں سے بے زاری کا اعلان کریں گے اور اللہ کے حضور اپنی صفائیاں پیش کر کے سرخرو ہو جائیں گے۔ مگر وہ لوگ کہ جنہیں خود "الٰہ" بننے کا شوق تھا، وہ اپنے درباروں اور آستانوں کی تعمیر و ترقی کے خود آپ بندوبست کر گئے تاکہ وہ پجتے رہیں (یعنی ان کے مرنے کے بعد ان کی پوجا پاٹ جاری و ساری رہے)۔ اور وہ کہ جو ان آستانوں پر گدی نشین بن کرے بیٹھے ہیں اور لوگ انہیں اپنا حاجت روا، مشکل کشا اور کرنی والا پیر سمجھے ہوئے ہیں اور پیر صاحبان اپنے ماننے والے مریدوں کے ایسے عقائد کی بناء پر خوش ہیں کہ اس طرح وہ ان کی نذروں اور نیازوں پر خوب گلچھرے اڑا رہے ہیں اور نسل در نسل ان کا یہ منفعت بخش کاروبار مختلف من گھڑت سلسلوں نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ وغیرہ کے نام سے جاری ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ ۞ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّىٓ إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِۦ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٢٩)

ترجمہ : اور ان میں سے جو کوئی یہ کہے : کیا اللہ کے علاوہ میں بھی "الٰہ" ہوں تو ایسے شخص کو ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (الانبیاء ۲۱ :۲۹)

یاد رہے ۔۔ خود "الٰہ" بننے کا اعلان نہ عیسائیوں کے پادری کرتے تھے، نہ مکے کے مشرک مگر اس کے باوجود اللہ نے عیسائیوں سے کہا کہ انہوں نے اپنے ان پادریوں صوفیوں وغیرہ کو اپنا رب بنالیا تھا۔ دراصل ان کا جو کردار تھا وہ اپنے آپ کو رب بنانے والا تھا اور ان کا جو طرز عمل تھا وہ اپنے آپ کو "الٰہ" بنانے ہی کا اعلان تھا۔ چنانچہ آج بھی جن لوگوں کا طرز

عمل اور کردار ان لوگوں جیسا ہے وہ اپنے آپ کو "الٰہ" بنانے کا ہی اعلان کر رہے ہیں- جبکہ قرآن حکیم واضح طور پر اللہ کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی کے "الٰہ" بنانے یا خود بننے کی سزا جہنم بتلا رہا ہے- یہی وجہ ہے کہ رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنی امت کو ایسے طرز عمل سے خبردار کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ میں یوں تلقین فرمائی:

﴿ فَفِرُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۖ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ ۖ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥١﴾ ﴾ (الذاریات ٥١/ ٥٠_٥١)

ترجمہ: پس بھاگو اللہ کی طرف، بے شک میں تمہیں اللہ کی طرف سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو "الٰہ" مت بناؤ- بے شک میں تم لوگوں کو اللہ کی جانب سے کھلا ڈرانے والا ہوں- (الذاریات ۵۲ :۵۰-۵۱)

لوگو-- دستگیری کے لئے، پناہ ڈھونڈنے کے لئے، حاجت روائی کے لئے، حصول اولاد کے لئے، بیماری سے شفا طلبی کے لئے اور اپنی دیگر حاجات و ضروریات کے لئے انسانی (الٰہ) بزرگوں کے درباروں اور آستانوں کی طرف مت بھاگو- بھاگنا ہے تو ان مقاصد کے لئے اللہ کی طرف بھاگو- اس کی پناہ میں آؤ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو وہ نبی ہو یا ولی آستانے والا ہو یا خانقاہ والا، اسے اللہ کے ساتھ (الٰہ) یعنی داتا و دستگیر اور غوث وغیرہ مت بناؤ- اللہ کے رسول ﷺ تم کو اس سے ڈرا رہے ہیں، خبردار کر رہے ہیں، اور انتباہ کر رہے ہیں- اگر تم نے اس انتباہ پر- اس وارننگ پر کان نہ دھرا- تو پھر ایسے غافل لوگ قرآن میں اپنا یہ انجام دیکھ لیں-

﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتُلْقَىٰ فِى جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو "الٰہ" مت بناؤ، وگرنہ تو ملامت زدہ ہو کر اور دھتکارا ہوا بن کر جہنم میں جا پڑے گا- (بنی اسرائیل ۱۷ :۳۹)

حضرات - آخر ایسی کونسی مصیبت ہے کہان بزرگوں کو بہر صورت اللہ کے ساتھ "الٰہ" مان کر جہنم میں ذلیل و رسوا ہوا جائے - چنانچہ ببانگ دہل یہ اعلان کر دینا

چاہئے- کہ ہم آسمانوں اور زمین پر اللہ ہی کو اپنا "الٰہ" مانتے ہیں- زمین پر بھی ہمارا کرنی والا وہی ہے اور آسمان میں موت کے بعد ہمارے کام آئے گا تو وہ اللہ ہی کام آئے گا- دونوں جگہ وہی "الٰہ" ہے زمینی اور اخروی مشکلات حل کرنے والا وہی ہے- زمین پر ہمارا فریاد رس اور قیامت کے کڑے وقت میں ہماری فریاد کو پہنچنے والا وہی ہمارا غوث الاعظم ہے- زمین پر ہمیں دنیاوی نعمتیں دینے والا اور آسمانوں میں ہمیں جنت کی نعمتوں سے مالا مال کرنے والا ہمارا داتا وہی ہے- زمین پر مصائب سے پناہ دینے والا ہمارا وہی دستگیر ہے- جو کہ

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ إِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ☆

ترجمہ : اور وہی اللہ جو کہ آسمانوں میں "الٰہ" ہے اور زمین میں "الٰہ" ہے اور وہی حکمت والا جاننے والا ہے- (الزخرف ۴۳ : ۸۴)

یہ تھا "الٰہ" کا معنیٰ و مفہوم جو ہم نے قرآن کی روشنی میں آپ کے سامنے بیان کیا اور اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ "الٰہ" صرف اور صرف اللہ ہے-

اے انسان اپنے پروردگار اللہ کو پہچان :

"الٰہ" کی تشریح سے جہاں بناوٹی "الہوں" کی حقیقت کھل کر سامنے آئی وہاں حقیقی "الٰہ" کی قدرتوں اور اس کی صفات سے خوب پتہ چل گیا کہ وہ کون ہے- تاہم چونکہ "لاالٰہ" کے بعد "الا اللہ" پر غور کرتے ہوئے جب ہم نے لفظ اللہ کو قرآن میں ڈھونڈا تو ایک محتاط گنتی کے مطابق ستائیس سو انتیس (۲۷۲۹) مرتبہ خالق کائنات کے اس ذاتی نام (اللہ) کو قرآن کی مختلف آیات میں پایا- ان آیات میں سے چند ایک آیات ہم نے منتخب کی ہیں-- ملاحظہ کیجئے اور اپنے خالق و مالک رب تعالیٰ کو پہچانئے !

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۵۵)

ترجمہ : اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی "الٰہ" نہیں ہے' وہ از خود زندہ' تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے- (البقرۃ ۲ : ۲۵۵)

اکیسویں پارے میں اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اس طرح کروائی :

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ﴾

ترجمہ : اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا' پھر تمہیں رزق دیا' پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے' پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا- کیا تمہارے بنائے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے- ؟ پاک ہے وہ (اللہ) اور بہت بالا و برتر ہے اس شرک سے' جو یہ لوگ کرتے ہیں- (الروم ۳۰ :۴۰)

ساتویں پارے میں دیکھئے کہ تمہارا رب کون ہے ؟

﴿ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴾

ترجمہ : اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے -یہ ہے اللہ تمہارا رب- کوئی "الٰہ" اس کے سوا نہیں ہے' ہر چیز کا خالق ہے لہذا اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے-)الانعام ۶ :۱۰۱' ۱۰۲)

لوگو- اللہ نے تمہیں کس طرح پیدا کیا- اور ہر مرحلے پر تمہاری کس کس طرح نگہبانی اور پرورش کو سامنے رکھا- ذرا دیکھو تو- اپنے رب اور اپنے مالک کی مہربانیاں !

﴿ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۶)

ترجمہ : وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین اندھیر پردوں کے اندر ایک کے بعد ایک شکل دیتا ہے- یہی اللہ (جو یہ کام کرتا ہے) وہی تمہارا رب ہے' اسی کی بادشاہی ہے' کوئی (الٰہ) اس کے سوا نہیں ہے' پھر تم کہاں سے پھیرے جاتے ہو ؟

(الزمر ۳۹ :۶)

اللہ تعالیٰ اپنے احسانات گنوا کر فرماتے ہیں کہ یہ ہے تمہارا پروردگار، مگر آخر پھر تمہیں اللہ سے ہٹا کر غیروں کے درازوں کی خاک چھاننے پر کون لگاتا ہے ؟ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے احسانات بھلا کر بندوں کے بھکاوے میں آکر اپنے جیسے انسانوں کے درباروں کی مٹی چاٹتے پھرتے ہو۔اور محض رزق وغیرہ کیلئے اپنا ایمان برباد کرتے پھر رہے ہو۔ حالانکہ جس رب نے تمہیں ماں کے پیٹ، رحم اور جھلی کے تین اندھیروں میں رزق فراہم کیا۔وہ بھلا اس دنیا میں تمہیں رزق سے محروم رکھے گا۔ ؟ذرا آنکھ کھول کر دیکھ تو سہی، اس دنیا کو تیرے پروردگار نے تیرے لئے کس طرح بنایا سنوارا اور تجھے بھی سنوارا اور تیرے لئے عمدہ رزق کا بھی بندوبست فرمایا۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَـكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۖۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ﴾ (المؤمن ٤٠/ ٦٤)

ترجمہ : وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیسی حسین بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔(جس کے یہ احسانات ہیں)۔وہی اللہ تمہارا رب ہے۔پس وہ بڑی برکتوں والا ہے سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (المومن ۴۰ :۶۴)

لوگو! جس کسی نے اس اللہ کو اپنا رب اور "الٰہ" مان لیا اور اپنے معبود حقیقی سے واقف ہو گیا۔اسے اسکا مالک کافی ہے، کسی اور کی اسے ضرورت نہیں ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کے بارے محبت کے پیرائے میں یوں بیان فرماتے ہیں :

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ ﴾

ترجمہ : اے میرے نبی ﷺ تمہارے لئے اور تمہاری پیروی کرنے والے مومنوں کیلئے تو

بس اللہ ہی کافی ہے۔ (الانفال ۸ :۶۴)

ہاں۔وہ اللہ کافی ہے جو!

﴿ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ ٱلْمَلِكُ ٱلْحَقُّ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْكَرِيمِ ﴿١١٦﴾ ﴾

ترجمہ: بہت ہی بلند وبالا ہے' اللہ سچا بادشاہ ہے' اس کے علاوہ کوئی "الہ" نہیں ہے' وہ عزت والے عرش کا مالک ہے۔ (المومنون ۲۴ :۱۱۶)

جنت کی چابی: لاالٰہ الا اللہ:

بخاری شریف کی روایت کے مطابق (لاالٰہ الا اللہ) کو اللہ کے رسول ﷺ نے کلمہ ایمان کہا ہے۔ تو اس کلمہ ایمان کے جو تقاضے قرآن نے کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں' ان تقاضوں کو جانتے ہوئے جو شخص یہ کلمہ ایمان پڑھ لے اور اس پر اپنی عملی زندگی میں ڈٹ جائے تو وہ جنت کا وارث بن جاتا ہے بشر طیکہ وہ ڈٹ جائے' جیسا کہ سفیان بن عبد اللہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بتلائیں کہ آپ کے بعد میں کسی سے نہ پوچھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْ أَمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ»(مسلم

"کہو۔میں اللہ پر ایمان لایا پھر ڈٹ جا"

(صحيح مسلم كتاب الايمان باب جامع اوصاف الاسلام عن ابى هريرة)

یاد رہے۔جم اور ڈٹ وہی سکتا ہے جس نے اس کلمے کو علم اور بصیرت کے ساتھ آنکھیں کھول کر پڑھا ہو۔جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ»(مسلم)

ترجمہ: جو کوئی مرا اس حال میں کہ وہ (لاالٰہ الا اللہ) کو جانتا تھا' وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(صحيح مسلم كتاب الايمان باب الرسل على من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً عن عثمان رضى الله عنه)

ایسا شخص بھلا جنت میں کیوں داخل نہ ہوگا کہ جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی خوشخبری موجود ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ اس کے پاس (کلمہ ایمان) اپنے مکمل تقاضوں کے ساتھ موجود ہو۔ مکمل تقاضوں اور اپنے تمام مطالبات سمیت یہ کلمہ موجود ہوگا تو یقیناً وہ جنت میں داخل ہو جائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهَ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَالِكَ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس بندے نے بھی لاالہ الا اللہ پڑھا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب من مات لا یشرك شیأ دَخَلَ الجنّةَ)

چنانچہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق وھب بن منبہ سے یہ کہا گیا۔ کیا "لا الٰہ الا اللہ" جنت کی چابیاں نہیں ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں! مگر بات یہ ہے کہ کوئی چابی ایسی نہیں ہوتی جس کے دندانے نہ ہوں اور اگر تو دندانوں والی چابی کے ساتھ آئے گا تو تیرے لئے (جنت کے دروازے) کھولے جائیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب من کان آخر کلامه لا اله الا الله تعلیقاً)

اب یہ دندانے "لاالٰہ الا اللہ" کے قرآنی تقاضوں کے مطابق شرک سے پاک وہ اعمال ہیں جو اللہ کے فرامین اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں۔

اے اللہ تمام مسلمانوں کو لاالٰہ الا اللہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

نولکھ ہزاری کے مجاور کی کہانی

(شرک کی دلدل اور سیم وزر کی دنیا میں پھنسے
ایک گدی نشین کی دلچسپ اور حیران کن آپ بیتی)

شاہ کوٹ شہر کے مغربی جانب ایک پرانی آبادی ہے- یہ آبادی اب شہر کا حصہ بن چکی ہے-اس آبادی کو مجاوروں کی بستی کہا جاتا ہے- کیونکہ یہاں بابا شاہ نولکھ ہزاری کے نام سے ایک مزار ہے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ " انہوں نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نو لکھ ہزار مرتبہ قرآن پڑھا تھا-" اس دربار کی آمدنی کے 1/4 حصہ کے پتی دار عبد الرحمان مجاور کو نہ جانے کیا خیال آیا کہ وہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا -وہاں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں) جب اس نے اپنے عقائد اور پاکستان کی مذہبی صورت حال کے بالکل برعکس ایک نیا ماحول دیکھا تو وہ حق کی تحقیق میں لگ گیا- پھر رو رو کر راہ ہدایت کے لئے بیت اللہ میں دعائیں مانگنے لگا..........اور جب وہ پاکستان لوٹا تو وہ عبد الرحمان مجاور کی بجائے حاجی عبد

الرحمان موحد بن چکا تھا- پھر شاہ کوٹ کہ جہاں اہل توحید برائے نام ہی تھے- اور وہ قصبہ جو بابا شاہ کے نام سے شاہ کوٹ تھا' اس کے پڑوس میں توحید کوٹ کا ڈنکا کیسے بجا؟ اور آج وہاں کیا صورت حال ہے-؟ یہ عبدالرحمان موحد کی زبانی سنئے :

نولکھ ہزاری کا مفہوم :

اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ حضرت ابوالخیر نولکھ ہزاری کو ان کے مرشد نے قرآن کی ایک آیت کا وظیفہ بتلایا اور کہا کہ یہ وظیفہ نو لاکھ ہزار مرتبہ پڑھنا ہے- ہمارے حضرت کو وہ آیت تو بھول گئی' اب سوچا کیا کیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے ایک ٹانگ پر پانی میں کھڑے ہو کر نو لکھ ہزار دفعہ پورا قرآن پڑھ ڈالا!! اور یوں اس کرامت کی بناء پر وہ نو لکھ ہزاری کے نام سے معروف ہو گئے- یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے ساری عمر نکاح نہیں کیا اور عورت کا چہرہ تک نہیں دیکھا- حضرت کی بزرگی اور پارسائی ظاہر کرنے کیلئے یہ بات ہم لوگ مریدوں کو بتلایا کرتے تھے- مگر اب جب قرآن وحدیث کی روشنی سے ہمارا سینہ روشن ہوا تو پتہ چلا کہ یہ تو رہبانیت ہے اور ہمارے رسول ﷺ کی تعلیم تو یہ ہے :

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِشَعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ من ماءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ لِطِيْبِهَا فَقَالَ: لَوْ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِي هَذِهِ بِشَعْبٍ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتَّى اَسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: لاَ تَفْعَلُ بِأَنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلوتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِيْنَ عَامًا أَلاَ تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ لَكُم وَيَدْخِلَكُمْ الْجَنَّةَ؟ أُغْزُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»

ترجمہ : ایک صحابی رسول ایک گھاٹی میں سے گذرا جہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا- وہ جگہ اس کو

بہت زیادہ پسند آئی- دل میں کہا اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ اس وادی میں ڈیرہ ڈال لوں (رہبانیت اختیار کرلوں کیسا اچھا ہو !) لیکن میں یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیئے بغیر نہیں کروں گا- تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذرکہ کیا تو امام الانبیاء نے فرمایا تمہارا اللہ کی راہ میں (جہاد) میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں بیٹھ کر 70 سال نماز پڑھنے سے بہتر ہے- کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کردے ؟ اللہ کی راہ میں لڑائی کرو جس نے اونٹنی کے دودھ دھونے (میں صرف ہونے وقت کے برابر) اللہ کی راہ میں (قتال) لڑائی کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی -امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے- معلوم ہوا اسلام میں رہبانیت قتال فی سبیل اللہ ہے-

(ترمذی: ابو اب الفضائل الجہاد باب فی ا لغدوۃ والروح فی سبیل اللہ)

یہ تو عیسائیوں کا طریقہ ہے کہ ان کے ہاں وہ شخص بہت بڑ ولی اور وہ عورت بہت بڑی ولیہ شمار ہوتی ہے جو مجرد زندگی گزاریں جبکہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا :

«اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ»

ترجمہ : نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی' اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے-

(ابن ماجه : كتاب النكاح باب ما جاء فی فضل النكاح رقم الحديث 1846)

علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

(سلسلة الاحاديث الصحيحه وقم الحديث 2383)

اور یہاں ہم تھے کہ اپنے بزرگ کی بے نکاح زندگی کو بزرگی ظاہر کر کے گویا ان کا تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے توڑ رہے تھے اور انہیں اسلام اور امت سے خارج کر رہے تھے اور رسول اللہ کی عظیم سنتوں کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے تھے-

تعارف :

نو لکھ ہزاری کا دربار جس کا کبھی میں مجاور ہوا کرتا تھا- شاہ کوٹ کی پہاڑی کے دامن

میں واقع ہے-صاحب مزار کی کرامتوں کے چرچے پورے پنجاب میں مشہور ہیں- یہ دربار اس وقت سے ہے جب یہاں جنگلات ہوا کرتے تھے-اسی وقت سے جنگلی قوم کے چار قبیلے اس کی گدی کے وارث چلے آرہے ہیں-وہ چار قبیلے بھٹی 'راٹھور' کھوکھر اور طور قوموں سے تعلق رکھتے ہیں-ان کی پیری مریدی دریائے راوی اور چناب کے درمیان دور تک پھیلی ہوئی ہے-

میرا تعلق طور قبیلے سے ہے اور میں دربار پر اپنے قبیلے کا نمائندہ مجاور تھا- ہم مجاوروں نے اپنے اپنے مریدوں کے علاقے تقسیم کر رکھے تھے' جہاں سال میں ایک دو دفعہ گشت لگا کر ہم نیازیں وصول کیا کرتے تھے-میرا علاقہ جڑانوالہ سے لے کر سیدوالا تک کا تھا-

ایک دلخراش واقعہ :

ایک دفعہ ہم مریدوں سے سالانہ نیاز وصول کرنے 'ایک گاؤں میں ' اپنے ایک مرید کے پاس پہنچے-مرید نے اپنی ہمت سے بڑھ کر خوب مہمان نوازی کی' نذر و نیاز بھی پیش کی- ہمارے ایک ساتھی مجاور نے مرید سے کہا : ہمیں یہ چند مینڈھے بھی چاہئیں-مرید کی بھیڑ بکریاں بیماری کی وجہ سے اس سال کافی تعداد میں مر چکی تھیں- چنانچہ اس نے کچھ پس و پیش کی- ہمارے ساتھی پیر صاحب کو غصہ آگیا-رات کے وقت وہ اٹھا اور اپنے مرید کی حویلی میں پہنچ گیا' جہاں بھیڑ بکریاں بندھی ہوئی تھیں- پیر صاحب بڑے مضبوط آدمی تھے-انہوں نے دو تین بھیڑوں کی گردن توڑ کر جان سے مار دیا اور واپس آکر اپنے بستر پر دراز ہو گئے- صبح ہوئی مرید نے اپنی بھیڑیں مری ہوئی دیکھیں تو فوراً آکر پیر صاحب کے پاؤں پڑ گیا اور کہنے لگا : حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی' یہ سارا گھر آپ کا ہے' جو جی چاہے آپ لے جائیں- چنانچہ پیر کی نیاز پکی ہو گئی اور مرید کا عقیدہ پیر پر پہلے سے زیادہ پختہ ہو گیا-

آج بھی یہ واقعہ جب کبھی مجھے یاد آتا ہے تو پیری مریدی کے روپ میں تمام ظلم میری نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں اور دل روتا ہے کہ اور یوں پکار اٹھتا ہے...... اے اللہ کریم !

تیری مخلوق کی اس ظلم سے جان کب چھوٹے گی ؟

سرکار کے حالات زندگی اور چند کرامتیں :

ماسوائے سنی سنائی باتوں اور کہاوتوں کے اس بزرگ کے حالات کا کچھ علم نہیں ہو سکا- آج تک مصنف اور کسی مؤرخ نے ان کے نام تک کا ذکر نہیں کیا- زمانے کا بھی نہیں پتہ کہ یہ کب ہوئے' کہاں سے آئے' کون تھے اور ان کا عقیدہ کیا تھا...... ؟ کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں -یہ ہیں ان کی زندگی کے حالات-

اب آتے ہیں کرامتوں کی طرف- پہلے جنگلی وقت میں جبکہ بارہ بارہ میل تک دوران سفر پینے کا پانی دستیاب نہ ہوتا تھا- نلکوں کا وجود تک نہ تھا- کنویں ہی ہوا کرتے تھے -اس زمانے میں شاہ کوٹ میں بھی کنویں ہی ہوا کرتے تھے -یہ مغلیہ دور کا زمانہ تھا- شاہ کوٹ کا علاقہ نشیبی تھا' اس لئے بارش کا پانی یہاں سال بھر جمع رہا کرتا تھا- چنانچہ لوگ اپنے مویشیوں سمیت یہاں آکر کئی کئی ماہ گزار دیتے تھے-اس پانی کے بارے میں ہمارے مجاوروں نے ایک کہانی مشہور کر رکھی تھی- جو اس طرح تھی :

نولکھ ہزاری ڈنڈا :

اس پانی پر ایک برہمن کا قبضہ تھا- وہ پانی لینے والے سے ایک ٹکہ وصول کیا کرتا تھا- پیر صاحب یہاں آئے تو انہوں نے برہمن کو پیسے لینے سے روکا- ہندو برہمن نے کہا : اپنی بزرگی دکھا یا پھر میری بزرگی دیکھ- پیر نے کہا : پہلے تو دکھا- چنانچہ برہمن نے لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں جن کو "کھڑاؤں" کہا جاتا ہے' کو حکم دیا کہ : آسمان کی طرف چڑھ جاؤ- وہ آسمانوں کی طرف اڑ گئیں- تب حضرت ہزاری نے اپنے ڈنڈے کو حکم دیا : جا !...... ان کھڑاؤں کو اتار لا- ڈنڈا گیا- کھڑاؤں پر برسنے لگا- وہ نیچے گر گئیں- یہ جب برہمن نے دیکھا تو وہ یہاں سے اٹھ کر چلا گیا- تو پانی پر اور یہاں شاہ کوٹ پر حضرت نولکھ ہزاری کا قبضہ

ہو گیا-

یہی قصہ لاہور کے علی ہجویری صاحب کے بارے میں بھی مشہور ہے اور اسی پانی پر جھگڑے کا قصہ راولپنڈی کے امام بری کے بارے میں بھی مشہور ہے- غرض ایسی بے سروپا باتیں بنا کر یہ لوگ جاہل عوام کو خوب لوٹ رہے ہیں- اسی طرح مزار کے قریب ہی ایک پہاڑی ہے- یہاں پر ایک پتھر میں ایک بڑا سا پیالہ بنا ہوا ہے- ایک جانب شیر کے دو پنجے ہیں' دوسری جانب بکری کے گھٹنے بنے ہوئے ہیں- اسکے بارے میں مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت نے شیر اور بکری کو ایک پیالے میں پانی پلایا تھا- اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے نشانات لگانا کیا کوئی مشکل کام ہے- لوگوں نے تو پتھروں کے خوبصورت بت تراش لئے کہ جنہیں دور سے دیکھیں تو اصل کا گمان ہو- تو ایسے نشانات اپنا کاروبار معرفت چمکانے کے لئے لگا لئے جائیں تو کونسا بعید ہے- اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ نشانات مسلمانوں کے لگائے ہوئے ہیں یا کہ مسلمانوں سے بھی قبل ہندو سادھو اور پنڈت یہ کاریگری کر کے اپنے لوگوں کو بے وقوف بناتے رہے ہیں' اور پھر یہ بنا بنایا ریڈی میڈ کام مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا-

سکھوں سے مشابہت :

اس بات کو تقویت اس واقعہ سے بھی ملتی ہے کہ سکھ جو کہ حسن ابدال جاتے ہیں اور وہاں ان کا گوردوارہ "پنجہ صاحب" موجود ہے- وہاں انہوں نے اپنے گورو کا یہ قصہ مشہور کر رکھا ہے کہ ایک حضرت اور ان کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا- حضرت نے پہاڑ کا ایک بہت بڑا چٹان نما پتھر نیچے لڑھکا دیا' تب نیچے کھڑے گورونانک نے اپنے پنجے سے چٹان کو وہیں روک دیا- چٹان آج بھی لڑھکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ہاتھ کا پنجہ بھی دکھائی دیتا ہے- وہاں گوردوارہ "پنجہ صاحب" بن گیا جہاں سکھ اپنے گرو کی پوجا پاٹ کرتے ہیں-

تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کاریگریاں' شعبدے اور افسانے ہیں' جو ہر مذہب والوں نے اپنے ماننے والوں کو بے وقوف بنا کر مشہور کر رکھے ہیں اور خوب دنیا کما رہے ہیں- رہا

اسلام...... تو اس کا نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ ان چیزوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے' نہ کہ رواج دینے کیلئے-

جب مرید قابلِ اعتراض حالت میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ! :

ہر قمری مہینے کی پہلی جمعرات کو نو چندی کہا جاتا ہے اور اس روز دربار پر بہت زیادہ رش ہوتا ہے- ایک نو چندی کے دن زائرین کے مسافر خانے میں لوگوں نے چند افراد کو قابلِ اعتراض حالت میں دیکھ لیا' تب انہیں گدی نشین کے روبرو پیش کر دیا گیا- انہوں نے گدی نشین کی خدمت میں نذرانہ پیش کر دیا- دوسرے روز جب مسافروں نے ان افراد کی پھر وہی حالت دیکھی تو گدی نشین سے جا کر دوبارہ شکایت کی' تو انہوں نے جواب دیا : رات مجھے بڑے پیر صاحب ملے تھے- وہ مجھ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے : میرے مہمان میرے جانور ہیں' ان سے مت تعرض کریں- چنانچہ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ بڑے پیر صاحب نے یوں ان کا ذکر کیا ہے تو انہیں بھی بزرگ سمجھ کر لوگ ان کی زیارت کو جمع ہو گئے-

ایسے ہی لکیر کے فقیر اندھے پیروکاروں کے بارے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے :

﴿أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ﴾ (الأعراف ٧/ ١٧٩)

"یہ لوگ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں" (الاعراف ۷ : ۱۷۹)

اب حضرت نے جانور تو تسلیم کر لیا' دیکھئے اگلی منزل جو جانوروں سے بھی بدتر ہے' اسے کب تسلیم کرتے ہیں-

پیشاب سے نہانے کی برکتیں !! :

دربار کے قریب ایک چھپڑ (جوھڑ) ہے- پہلے اس میں پانی کچھ صاف ہوا کرتا تھا اور مرد اور عورتیں یہاں نہایا کرتے تھے- عقیدہ یہ تھا کہ یہاں نہانے سے تمام جلدی بیماریاں

خارش وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں۔نوچندی اور میلے کے دنوں میں رش زیادہ ہوتا' ارد گرد نوجوان لڑکے اور باقی لوگ کھڑے ہوتے اور یہاں نہانے والوں کا نظارہ کرتے۔اب اس چھپڑ میں شہر کا گوبر' پیشاب ملا گندہ پانی جمع ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بعض لوگ اب بھی اس میں نہانے سے باز نہیں آتے۔

متبرک راکھ :

اسی طرح بے اولاد لوگ دربار کے صحن کے درختوں کے اڑھائی پتے کھاتے ہیں' یہ یقین کر کے کہ اب انہیں اولاد ملے گی۔جس کا مرض لاعلاج ہو اس کے بارے' مشہور ہے کہ وہ حضرت کے لئے جلنے والی آگ کی راکھ کھایا کرے۔

غرض ہم لوگوں نے یہاں یہ مشہور کر رکھا تھا اور اپنے مریدوں کا عقیدہ بنا دیا تھا کہ اللہ کی سلطنت بہت وسیع ہے۔اس کا تخت آسمانوں سے بھی اوپر ہے۔اکیلا وہ انتظام چلا نہیں سکتا۔' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بزرگوں کو زمین میں اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ لوگوں کے حالات سے اللہ کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔چنانچہ پیر کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے اور یہ جو مصائب آتے ہیں تو یہ بزرگوں کی ناراضگی کی وجہ سے ہی آتے ہیں' لہٰذا انہیں راضی رکھنا چاہئے۔

مشرکین مکہ کا عقیدہ :

یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ جو ہم نے اپنے مریدوں میں مشہور کر رکھا ہے مشرکین مکہ سے ملتا جلتا ہے۔اللہ کے فرامین ملاحظہ کیجئے :

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۳۱)

ترجمہ : میرے رسول ﷺ ان سے پوچھو! کون ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے سننے اور دیکھنے کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے۔کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟؟...... تو بول اٹھیں گے کہ " اللہ" کہہ دو: پھر کیا تم (شرک کرنے سے) پرہیز نہیں کرتے۔ (یونس : ۱۳)

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ نے مشرکین مکہ کے عقیدے کو یوں بیان فرمایا :

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ ﴾ (لقمان۳۱/ ۲۵)

ترجمہ : اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟...... تو یہ یہی کہیں گے کہ " اللہ نے۔کہو۔" سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں مگر ان میں اکثر جانتے ہی نہیں ہیں۔ (لقمان ۳۱ : ۲۵)

مشرکین مکہ یہ سب کچھ ماننے کے باوجود اپنی بزرگ پرستی کی دلیل کیا دیتے تھے۔ قرآن کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمالیں اور آج کے لوگوں کی دلیلوں کو بھی سامنے رکھ لیں اور پھر دیکھیں کہ ان میں کیا فرق ہے۔اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں :

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَولِيَاءِ مَا نَعْبُدُ هُمْ الا لِيقَرِ بُونَا اِلَى اللّٰه زُلْفٰى

ترجمہ : اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کے علاوہ مددگار بنا رکھے ہیں (وہ اپنے اس شرک کی دلیل یوں بیان کرتے ہیں) ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ وہ (بزرگ) اللہ تک ہماری رسائی کرتے ہوئے ہمیں اس کے قریب کر دیں۔ (الزمر ۳۹ : ۳)

یہ تو تھا ان کا کہنا جبکہ ان کا عمل بھی ہمارے سامنے موجود ہے اور ان کے اس عمل پر اللہ کے رسول ﷺ کا رد عمل بھی موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں : مشرکین کہا کرتے تھے : " اے اللہ! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔" یہاں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے : تم پر افسوس ہے یہیں رک جاؤ۔ ٹھہر جاؤ!...... (مگر وہ مشرک اس کے بعد کہتے) " مگر وہ شریک

جو کہ تیرے ہی ماتحت ہے اور جس کا تو ہی مالک ہے اور جس چیز کا وہ (بزرگ) مالک ہے' اس کا بھی (اے اللہ) تو ہی مالک ہے" مشرکین یہ الفاظ کعبے کا طواف کرتے ہوئے کہتے :

(صحیح مسلم: کتاب الحج باب التلبیه صفتھاووقتھا رقم الحدیث 1185)

میں کیسے تائب ہوا :

ایک روز دربار میں بیٹھا تھا- اچانک دروازے پر لوگوں کی آوازیں سنائی دیں' ایک آواز یوں کان میں پڑی...... "وہابی ہے' حضرت کی گستاخیاں کر رہا ہے-'...... ' میں بھاگ کر دروازے پر گیا- لمبی سی داڑھی والا ایک مبلغ توحید کا وعظ کر رہا تھا...... لوگوں کو دربار پر ہونے والے شرک سے باز کر رہا تھا...... اللہ کی عظمت بیان کر رہا تھا...... میں نے اسے روکا- وہ نہ رکا تو اسے دھکے دے کر ایک طرف کر دیا اور پھر مریدوں نے اسے مزید دھکے دے کر اور مار کر دربار کی حدود سے نکال دیا-

یہ واقعہ جو رونما ہو چکا تھا- یہ بار بار میرے سامنے آنے لگا' پھر یہ میرا چین اڑانے لگا' اس مظلوم مبلغ کی آواز ہر روز میرا پیچھا کرنے لگی- حتیٰ کہ میرا دل چاہنے لگا کہ وہ شخص ایک بار مجھے مل جائے تو اس سے معذرت کروں- مگر وہ شخص نہ جانے اللہ کا کون بندہ تھا کہ جو مجھے آج تک نہ مل سکا- بہر حال میں نے سوچا- یہ تبلیغی جماعت والا ہو گا- چنانچہ تبلیغی جماعت میں دلچسپی لینے لگا- ان کے افراد سے ملاقاتیں کرنے لگا- ان کے حلقوں میں چوری چھپے بیٹھنے لگا -مگر تبلیغی جماعت کے لوگوں میں اس کردار کا مجھے کوئی فرد نظر نہ آیا جس کی مجھے تلاش تھی- جسے میں نے دھکے دیئے تھے' جسے میرے مریدوں نے مارا تھا- آخر کار اپنے خیال کے مطابق تبلیغی جماعت والوں سے ایک درجہ اوپر دیوبندیوں سے رابطہ کرنے لگا کہ شاید وہ مجھے یہاں سے مل جائے کہ جس کی تلاش میں' میں سرگرداں ہوں' مگر یہاں بھی مراد پوری نہ ہو سکی- اس دوران ہمارے مجاوروں کی قوم سے میرا ایک ہم قوم دوست منظور احمد حج کرنے گیا- وہ واپس آیا- وہاں کے حالات اس نے مجھ سے بیان کئے تو اہلحدیث حضرات کی تعریفیں کرنے

لگا- میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص اہل حدیث مسلک اختیار کرنے والا ہے- میں نے فی الحال اس کو ایسا کرنے سے روکا- دوسرے سال اللہ کی توفیق سے میں خود حج کرنے کے لئے روانہ ہوا- یہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے- بحری جہاز کا سفر تھا- جہاز میں شاہ کوٹ کے حاجیوں کے ساتھ ہی ڈسکہ شہر کے حاجیوں کا قافلہ تھا- یہ سب لوگ اہلحدیث تھے - ان میں ایک اہلحدیث عالم منیر احمد تھا ' جو صبح قرآن کا درس اور شام کو حدیث کا درس دیتا- میں ان درسوں میں شامل ہونے لگا- قرآن وحدیث کا یہ وعظ سن کر مجھے واضح طور پر محسوس ہوا کہ جس شخص نے ہمارے دربار پر وعظ کیا تھا- ان کے وعظ اور بیان توحید کا انداز ایک ہی جیسا ہے- بہر حال اب واضح طور پر اہلحدیث حضرات سے انس سا محسوس ہونے لگا-

تقلید سے تحقیق کی طرف :

دو ذوالحج کو ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے- پہلے ہی طواف کے بعد ہمارے قافلے نے دو نفل نہ پڑھے ' کیونکہ یہ طواف بعد از نماز عصر ہوا تھا اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت ہے- چنانچہ نماز عصر کے بعد ہم حنفی لوگ ہر طواف کے بعد نفل چھوڑ دیا کرتے تھے اور اہلحدیث پڑھ لیا کرتے تھے- ایک روز میں نے ایک اہلحدیث عالم سے طیش میں آکر پوچھا : تم لوگ واقعی گستاخ رسول ﷺ ہو- حضور ﷺ عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور تم باز ہی نہیں آتے !!! اہلحدیث عالم نے میری یہ باتیں تحمل سے سنیں اور مشکٰوۃ شریف کی حدیث میرے سامنے رکھ دی ' جس میں اللہ کے گھر کو اس ممانعت سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا-

«يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لاَ تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ أَوْ صَلَّى آيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ»

ترجمہ : اے بنی عبد مناف کسی کو مت روکو جو اس گھر کا کسی بھی دن یا رات کی کسی گھڑی میں طواف کرنا یا نماز پڑھنا چاہتا ہے-

(ترمذی : کتاب الحج باب ماجاء فی الصلوۃ بعد العصرو بعدا لصبح لمن یطوف ابن ماجه :کتاب اقامة الصلوة باب ما جاء فی الرخصة فی الصلوة بمكة فی كل وقت رقم الحدیث 1245)

اب میں یہ حدیث اپنے حنفی علماء کے پاس لے کر گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر حدیث کا انکار کر دیا کہ امام ابو حنیفہ نے اس پر عمل نہیں کیا- لہٰذا وہ ہمارے لئے دلیل نہیں بن سکتی' کیونکہ ہم تو امام اعظم کے مقلد ہیں- یہ بات میرے دل کو پتھر بن کر لگی- میں نے سوچا کہ جن لوگوں کو میں گستاخ کہہ رہا ہوں' وہ اپنی ہر بات پر حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں اور جو محبت اور عاشق بنے پھرتے ہیں' وہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے قابل عمل ہونے کے لئے اس کو ایک امتی کے عمل کا محتاج بنا رہے ہیں' بھلا اس سے بڑھ کر اور ظلم اور گستاخی کیا ہوگی-!!! چنانچہ اس واقعہ نے میرے لئے تحقیق کا دروازہ کھول دیا اور پھر میں نے مکہ اور مدینہ میں جو پانچ ماہ قیام کیا تو یہ سارا عرصہ اسی تحقیق میں ہی لگا رہا- حتیٰ کہ اس تحقیق نے مجھے اس مقام تک پہنچا دیا کہ اب مجھے اہلحدیث مسلک کے قبول کرنے کا اعلان کر دینا چاہئے اور میں نے اپنے اللہ سے ہدایت کی خصوصی دعا کی اور بیت اللہ کے اندر حطیم میں سو گیا- کیا دیکھتا ہوں- ایک مسجد ہے جو ساری کی ساری شیشے کی بنی ہوئی ہے- اس کے مینار آسمان کو چھو رہے ہیں اور بنیادیں دور تک زمین کی گہرائیوں میں بڑی مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہیں' جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمائی ہے :

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ ﴾ (إبراهيم ١٤/ ٢٤)

ترجمہ : میرے پیغمبر آپ نے دیکھا نہیں- اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسے بیان کی جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو- اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں-

(ابراھیم ۱۴ : ۲۴)

میں نے دیکھا :اس مسجد میں لوگ نماز ادا کر رہے ہیں اور رفع الیدین کی سنت پر عمل

کر رہے ہیں-میں اس مسجد کے گرد پھر رہا ہوں-داخل ہونا چاہتا ہوں مگر راستہ نہیں مل رہا-
آخر کار میں نے مسجد کے اندر والے ایک نمازی سے پوچھا: دروازہ کدھر ہے؟ جواب ملا:
اس کے دروازے میں مشرک آدمی نہیں داخل ہو سکتا-

قرآن میں اللہ مومنوں سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَـٰذَا ۚ﴾ (التوبة۹/ ۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلاشبہ مشرک پلید ہیں-لہذا یہ اس سال کے بعد احترام والی مسجد کے قریب بھی نہ جائیں- (التوبہ ۹ :۲۸)

اس کے بعد میں اچانک مسجد میں داخل ہو گیا اور وہاں نماز پڑھنے لگا-اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں حطیم میں لیٹا تھا-

شیطان کا جال:

اب میں نے اہل حدیث ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا بلکہ دل تو موحد بن چکا تھا-اس دوران شیطان درباری زندگی کی پر تعیش بہاروں کے چھن جانے کا خوف دلانے لگا، مستقبل کے خطرات سے ڈرانے لگا...... دربار پر جو خزانہ کھلتا اور میں اس خزانے کی دولت کرنسی سکوں اور نوٹوں کو تکڑی (ترازو) سے تولا کرتا تھا...... وہ منظر میرے سامنے آنے لگا...... نیازوں اور شیرینوں کی حلاوت کا مزا مجھے یاد آنے لگا...... اور یہ بات بھی یاد آئی کہ ہم نے کس محنت سے ان نیازوں کو رواج دیا- حتیٰ کہ سکھوں سے شیرینی لینے کے لئے ہم لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ سکھوں کے بڑے بابا گورونانک صاحب بھی ہمارے پیر کی دعا سے ہی وجود میں آئے ہیں- ہماری یہ بات سن کر ہمارے دربار پر حلوے کھیریں اور نیازیں اور زیادہ کثرت سے آنا شروع ہو گئی تھیں-اسی طرح شیطان مجھے کبھی برادری کا ہت-رسم ورواج کا ہت اور کبھی وہ جھوٹی عزت کے ختم ہونے کا خوف دلاتا...... مگر میں نے تعوذ پڑھا-لا حول

ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کیا اور اللہ کی توفیق سے عبد الرحمان مجاور سے عبد الرحمٰن موحد بن کر ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بنائے ہوئے مرکز توحید بیت اللہ سے عقیدہ ابراہیمی لے کر واپس گھر لوٹا۔

گھر آنے پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے:

گھر آیا۔ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ اب سب سے میری پہلی بات توحید پر ہوتی۔ جوں جوں توحید بیان کرتا گیا توں توں اپنے اور بیگانے سب مجھ سے نفرت کرتے گئے۔ جو کوئی مجھے دیکھتا "یا علی مدد" کے نعرے بلند کرتا۔ مجھے دیکھ کر شرکیہ کلام دہراتا۔ بعض لوگوں نے میری مخالفت میں مجھ پر منشیات' قتل اور ڈاکے کے مقدمات قائم کر دیئے۔ شاہ کوٹ کے تمام مولویوں نے اپنے لاؤڈ اسپیکروں کا رخ میری طرف کر دیا۔ صبح کے وقت درس قرآن کی بجائے مجھے گالیاں دینے سے حضرت صاحب کی تقریر شروع ہوتی۔

میں نے کیا کیا؟......:

میرا گھر جو کہ دربار کے پڑوس میں مجاوروں کی آبادی میں تھا۔ میں نے اس کے ساتھ اللہ کی توفیق سے اللہ کا گھر تعمیر کر دیا اور اللہ کی توحید کا وعظ کرنے لگا۔ تب میری مخالفت میں اور زیادہ شدت آگئی اور پھر تو میرا یہ حال ہو گیا کہ جب کبھی میرے مخالفین مجھے گالیوں اور دشنام طرازیوں سے نوازتے تو مجھے یہ خیال آنے لگتا شاید حق بیانی میں مجھ سے کوتاہی ہو رہی ہے اور یہ سوچ کر کہ یہ تکالیف اللہ کی محبت اور اس کی توحید کو اپنانے اور بیان کرنے کی وجہ سے پیش آرہی ہیں' دل مسرور ہو جاتا۔

مسجد بنانے کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد رفیق مدنپوری مرحوم کو (اللہ الرحمان ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں سے ایک باغیچہ بنائے آمین) ہم نے مسجد میں خطاب کی دعوت دی۔ لوگ دور دور سے چل کر آئے کہ شاہ کوٹ کی مسجد میں اہل حدیث کا پہلا اجتماع ہو رہا ہے۔

اہل حدیث ہونے کے بعد ڈیڑھ سال تک تو میرا کوئی ساتھی نہ تھا' بعد میں جب دعوت کا کام بڑھا تو اللہ نے کئی لوگوں کے دل پھیر دیئے۔

تب کچھ ہی عرصہ بعد اللہ کی توفیق سے چوہدری محمد ارشد ساہی صاحب نے ننکانہ روڈ پر ایک ایکڑ سترہ مرلے کا وسیع و عریض پلاٹ شہر کی انتہائی اہم جگہ پر حاصل کر لیا' جہاں آج کل اللہ کی توحید کا ڈنکا بج رہا ہے۔ شہر کے وسط میں بھی نئی اہل حدیث مسجد بن چکی ہے۔ شاہ کوٹ کے مضافات میں بھی دعوت توحید پھیل چکی ہے۔ دھنو آنہ اور چک نمبر ۸ میں اہل حدیث مساجد بن چکی ہیں۔ دو دوسرے دیہات میں مساجد بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (اب تک یقیناً بن چکی ہوں گی۔ ان شاء اللہ) غرض جس علاقے میں اہل توحید کا نام و نشان نہ تھا' آج الحمد للہ وہاں توحید کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔

کڑوی بات :

آخر پر میں ایک کڑوی بات بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شاہ کوٹ کی طرح نہ جانے کہاں کہاں دعوت توحید پھیلنے کی ایسی کئی داستانیں بکھری پڑی ہیں مگر ہماری اہلحدیث جماعتوں کو اس کا خیال تک نہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دعوت کے میدان کو ہم چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسلک کے حق ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اپنا آپ منوا کر خود ہی پھیلتا جا رہا ہے' جبکہ ہماری جماعتوں کا منظم طریقے سے اس اہم کام میں عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے' اگر یہی کام منظم طریقے سے جماعتی سطح پر کیا جائے اور نامراد جمہوریت میں صلاحیتیں اور قیمتی سرمایہ برباد کرنے کی بجائے ''دعوت الی اللہ'' میں یہ سب کچھ خرچ اور صرف کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ

﴿ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ ﴾ (النصر ۱۱۰/ ۲)

کا سماں بندھ جائے۔ (ان شاء اللہ)

اصلی داتا دربار کی تلاش میں!!

داتا دربار کا تاریخ کے ریکارڈ اور مشاہدات کی
دنیا کی آنکھ سے ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

داتا دربار اسے کہتے ہیں جہاں سے دونوں جہانوں کی بھلائیاں مل جائیں اور جس دربار سے یہ سب کچھ مل جائے بھلا ایسا کون نادان ہے جو وہاں نہ جائے- چنانچہ ہم تو جس دربار کو داتا دربار سمجھتے تھے سو اسے سمجھتے ہی تھے...... مگر جب ہم اپنے گاؤں سے اٹھ کر لاہور شہر میں آئے تو پتہ چلا کہ لاہور میں ایک داتا دربار ہے- چنانچہ دربار پر جانے اور اسے دیکھنے کا اشتیاق ہوا اور اپنا یہ شوق ایک دوست کے سامنے ظاہر کیا...... تو وہ کہنے لگا: بھئی بھاٹی دروازہ میں جو دربار ہے وہاں مت جایئے...... وہ تو نقلی دربار ہے' وہ داتا دربار نہیں ہے- داتا دربار تو شاہی قلعہ میں ہے- وہاں شیش محل کی دیوار کے ساتھ زیر زمین واقع ہے ...... علماء اور مورخین نے جو تحقیق کی ہے تو ان کی جدید تحقیق کے مطابق آثار قدیمہ کے محکمہ والوں نے وہاں کھدائی شروع کر دی- کھدائی کرتے ہوئے اندر سے داتا دربار دریافت ہو گیا- وہی اصلی دربار ہے- یہ بھاٹی والا نقلی دربار ہے' یہاں مت جایئے' یہاں کچھ بھی نہیں ہے-

اصلی داتا دربار :

اب میں شاہی قلعہ میں جانکلا- وہاں ایک اہلکار سے پوچھا : بھئی سنا ہے- کہ اصلی داتا دربار یہاں شاہی قلعہ میں ہے!!...... ؟ آپ کی بڑی مہربانی اگر آپ مجھے وہاں لے چلیں تو -اہلکار نے مجھے آہستہ سے کہا : بھئی دربار تو ہے' میں آپ کو وہاں لے چلتا ہوں' ویسے ہم عام لوگوں کو اس کی خبر نہیں کرتے کیونکہ رش ہو جاتا ہے اور وہ زمین دوز ہے' زیادہ لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اصلی داتا دربار یہ ہے' تو سب لوگ بھاٹی والے نقلی داتا دربار کو چھوڑ کر یہیں آجائیں گے اور پھر اندر دم گھٹ کر مر جائیں گے- میں نے کہا : اچھا یار پھر مجھے تو وہاں لے چل نا- چنانچہ ہم دونوں شیش محل کی دیوار کے ساتھ پہنچے تو اس نے زمین پر پڑے ہوئے آہنی دروازے کے دونوں طاق دائیں بائیں واکیے تو اندر سے بل کھاتی ہوئی نیچے کو جاتی ہوئی سیڑھی دکھائی دی- مجھے کہنے لگا : لو یہ ہے اصلی داتا دربار......اب مجھے اجازت...... میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زیر زمین گنبد کا اندرونی حصہ اپنے سر کے اوپر دکھائی دیا' درمیان میں ایک قبر تھی' جس کے اوپر سادہ پتھر لگے ہوئے تھے-اس قبر کے اردگرد ایک عورت اور دو مرد بیٹھے تھے- میں نے ان سے پوچھا : وہ کہاں سے آئے ہیں ؟ تو انہوں نے کہا : ہم کراچی سے آئے ہیں' محض اس اصلی داتا دربار کی زیارت کرنے آئے ہیں-

وہاں ان لوگوں نے ایک دیا بھی جلا رکھا تھا اور ایک سبز چادر بھی مزار پر ڈال رکھی تھی - یہ دیکھ کر میں واپس ہوا تو تمام راستے میں یہی سوچتا رہا- کیا یہ اصلی داتا دربار ہے ؟ کیا لوگوں نے ایک فوت شدہ "بزرگ" کی قبر کو داتا دربار کہنا شروع کر دیا ہے- ؟ داتا تو اسے کہتے ہیں جس سے جو مانگا جائے وہ عطا کرے اور یہ اصول ہے کہ دینے والے کا ہاتھ ہمیشہ اوپر ہوتا ہے جبکہ لینے والے کا ہاتھ ہمیشہ نیچے ہوتا ہے- یہ کیسا داتا ہے کہ جسے کہا تو داتا جاتا ہے مگر یہ خود سطح زمین سے بھی نیچے مدفون ہے !!......اور جو اس داتا سے مانگنے والے ہیں' وہ اس داتا سے اوپر ہیں !!اور پھر جب یہ اس زیر زمین داتا سے مانگ رہے ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھ



شاہی قلعے میں موجود داتا دربار کے نزدیک واقع ایک گہرا کنواں جس پر آہنی جنگلہ نصب ہے اور دربار سے ہوتا ہوا ایک چھوٹا سرنگ نما راستہ اس میں جا نکلتا ہے

آسمان کی جانب ہوتے ہیں' چہرہ اور نگاہیں بھی اکثر آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں...... تو یہ تو واقعہ اور عمل میں بہت دوری ہے-واقعہ اور عمل میں یکسانیت تو یہ ہے کہ ہاتھوں کے تلوے آسمان کی بجائے زمین کی جانب ہوں کیونکہ ان لوگوں کا داتا زیر زمین (دفن) ہے...... کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ لوگوں کی فطرت آسمان میں داتا کی تلاش میں سرگرداں ہے جبکہ بعض لوگوں نے اپنے مقاصد کی خاطر لوگوں کو گمراہ کیا ہو اور یوں انہیں ایک زیر زمین داتا فراہم کر دیا ہو-

علی ہجویری کی قبر شاہی قلعے میں ہے بھاٹی چوک میں نہیں !! :

جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ علی ہجویری کی قبر لوگوں کے بقول بھاٹی چوک میں نہیں ہے ...... بلکہ یہ نقلی قبر ہے' جو اکبر بادشاہ نے تعمیر کروائی تھی' تاکہ عرس میلوں وغیرہ کی بناء پر پیدا ہونے والے ہجوم اور اژدھام سے شاہی محل کو بچایا جاسکے اور عوام قلعے سے باہر والی قبر پر ہی جو کرنا ہے کرتے رہیں-

قارئین کرام ! یہ لوگوں کا یا صرف ہمارا ہی نکتہ نظر نہیں بلکہ ایک تاریخی امر واقعہ ہے-جس کے متعلق اس سے پہلے بھی متعدد اہل فکر و دانش زور دے چکے ہیں کہ حکومت پاکستان علی ہجویری کی اصل قبر کی نشاندھی کر کے لوگوں میں پائے جانے والے اضطراب کو رفع کرے-ان احباب میں مولانا اجمل قادری کے والد مولانا احمد علی لاہوری بھی شامل ہیں-اب ہم مثال کے طور پر آپ کو ایک تحقیقی تحریر پڑھواتے ہیں جو ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء کے روزنامہ پاکستان ٹائمز'' میں شائع ہوئی-اس میں شاکر رضوانی صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت علی ہجویری کی قبر کی اصل حقیقت سامنے لائے-جب یہ مضمون پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا تو پورے پاکستان میں خانقاہی نظام کے علمبرداروں نے آسمان سر پہ اٹھالیا-چاہئے تو یہ تھا کہ گدی نشین داتا دربار تہہ دل سے یہ کہتے :

بھئی ہم اتنا واویلا کیوں کریں ؟ ہم صاف کہتے ہیں کہ جس طرح مرضی حکومت



شاہی قلعہ میں زمین دوز راستہ جو دربار کو جاتا ہے قبر سے قبل آہنی گیٹ انتظامیہ کی طرف سے
مقفل رہتا ہے۔ تاکہ زیادہ لوگ اکٹھے ہونے کی صورت میں حبس دم سے ہلاک نہ ہو جائیں

تحقیق کرلے - یہاں بھاٹی والی قبر انہی داتا علی ہجویری صاحب کی ہی ہے - ہمیں کوئی اعتراض نہیں - حکومت جس طرح چاہے تحقیق کرے ہم بھرپور تعاون کریں گے' تاکہ عوام الناس میں جو شکوک و شبہات کی فضاء پائی جاتی ہے' وہ ختم ہو - قارئین! خانقاہی نظام کے ٹھیکیداروں اور تاجروں نے ایسا نہیں کیا کہ اس طرح جو ان کی دن رات تجوریاں بھرتی تھیں...... بینک بیلنس بنتے تھے...... اصل حقائق سامنے آنے کی صورت میں وہ ختم ہو جاتے - بے دلیل خانقاہی نظام کی بدولت اس قبر کے ذریعہ جو تجارت دن رات جاری و ساری تھی وہ تباہ ہو جاتی .... ہاں ...... اسی لئے انہوں نے قبر کی تحقیق کرنے والے صحافی شاکر رضوانی کے خلاف پورے ملک میں احتجاج کا طوفان کھڑا کر دیا -

اس شدید احتجاج کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسکو دیکھتے ہوئے کوئی دوسرا شخص دوبارہ یہ مطالبہ کرنے کی جرأت نہ کرسکے - اس احتجاج میں شائع ہونے والے ایک اشتہار کا ایک فوٹو آپ بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں - جس میں شاکر رضوانی کے انگریزی مضمون کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ بھی ان گدی نشینوں نے کیا ہے (جو نظر آرہا ہے) - ہم مضمون کا وہ ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں' خود کچھ نہیں کہتے !! ...... کہ ہم کچھ عرض کریں گے تو شکائت ہوگی...... لیجئے ! اشتہار بھی داتا دربار کے گدی نشینوں کا اور پاکستان ٹائمز میں شائع ہونے مضمون کے ایک حصہ کا ترجمہ بھی ان ہی کا کیا ہوا...... لیجئے پڑھئے ! اس کی سرخی کچھ اس طرح ہے :

"مزار گنج بخشؒ کو مسمار کرنے کا شر انگیز مطالبہ"

اور پھر گدی نشین شاکر رضوانی کی تحریر کا ترجمہ کرتے ہیں' جس میں رضوانی صاحب لکھتے ہیں :

"جیسا کہ بیان کیا ہے کہ مصنف (داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ) کے بارے میں اس کے سوا کوئی معلومات موجود نہیں جو کہ اس کتاب (کشف المحجوب) میں دی گئی ہیں - ان کی

مزار گنج بخشؒ کو مسمار کرنے کا شر انگیز مطالبہ

22 جولائی 1991ء روزنامہ
پاکستان ٹائمز میں
شاکر رضوانی کی دل آزار
تحریر کا اُردو ترجمہ

جیسا کہ بیان کیا ہے کہ مصنف (داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں اس کے سوا کوئی معلومات موجود نہیں جو کہ اس کتاب (کشف المحجوب) میں دی گئی ہیں ان کی پیدائش اور وصال کی تاریخوں کا بھی تخمینہ ہی لگایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ان کی جائے تدفین کے بارے میں بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ لاکھوں لوگ موجودہ جگہ کو ان کا مزار سمجھ کر زیارت کرتے ہیں۔ جب کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور جگہ شاید اکبر کے قلعے کے ایک کونے میں مدفون ہوں۔ گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ نکتہ بھی اتنا نتیجہ خیز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ایسی جعلی قبر بنانا جو ان کی قبر قطعاً نہ ہو، اس کو غسل دینا، کپڑے کی چادریں چڑھانا اور پھول نچھاور کرنا بت پرستی کی ایک قسم ہے علامتی بت پرستی بہت بڑی گمراہی ہے۔

حکومت کا یہ فرض ہے کہ اس ولی کی قبر کا تعین کرے خواہ یہ نتیجہ حاصل کرنے کی غرض سے یہاں سے انسانی ڈھانچہ نکالنا روکنے کے لیے قبر ہی کیوں نہ کھودنا پڑے۔ اگر کسی قبر اس ولی کا مدفن ہوا تو اس کا جسم اور کفن صحیح سالم ہوگا اور اگر یہاں کوئی شخص مدفون نہ ہوا تو یہاں سے انسانی ڈھانچہ نہیں ملے گا۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہاں پر کسی قبر کا وجود نہیں تھا۔ تا آنکہ شہنشاہ اکبر نے لوگوں کو شاہی محل سے دور رکھنے کے لیے یہ جعلی قبر تعمیر کروائی۔

شہنشاہ اکبر نے اجمیر میں بھی یہی کام کیا تھا جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قریبی پہاڑوں میں مدفون ہیں جبکہ ان کی درگاہ اور دربار شہر کے بیچ بازار میں ہے۔ ایسا محض زائرین کی سہولت کے لیے کیا گیا تھا۔

میں نے بارہا اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ کسی بھی تاخیر کے بغیر اس ابہام کو دور کیا جائے لیکن تاحال کوئی اقدام نہیں کیا گیا ہے۔ اگر قبر کھولنے پر یہ ثابت ہو جائے کہ ولی واقعتاً یہاں دفن ہیں تو ایک بڑے شبہ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر اس کے برعکس بات ثابت ہو تو اس جعلی قبر کو مسمار کر دیا جائے

احتجاج

ہم اس فتنہ انگیز اور گستاخانہ تحریر پر زور احتجاج کرتے ہیں اور حکومت پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ اس تحریر کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار افراد اور گستاخ شاکر رضوانی پاکستانی رشدی کے خلاف فوری انصاف کی عدالت میں کارروائی کی جائے۔ تاکہ یہ فتنہ جلد اپنے انجام کو پہنچے۔

شاکر رضوانی کی دل آزار تحریر

As said, very little is known of the author besides what is contained. His dates of birth and death can only be conjectured. Even his place of burial is uncertain. Millions of people visit what they believe to be his shrine while his remains may be lying elsewhere; probably, in a corner of Akbar's Fort. By an in-depth reflection even this point would be of no consequence, were it not for the fact that displaying the replica of a grave that may not be his grave at all, giving it ritualistic baths and laying sheets of cloth on it and strewing it with flowers is little short of idolatry, the idolatry of symbolism, and is misleading.

It is government's duty to ascertain the place of the saint's burial even if this should mean digging up the grave to find out if a human skeleton does lie there. If a saint lies there, the body and the coffin will be intact. Or no trace of a skeleton will be found there if nobody was buried there, in which case, it will have to be conceded that no replica of grave stood there until Emperor Akbar had one constructed to keep the masses away from the imperial palace.

He had done the same thing in Ajmer where Hazrat Khawaja Moinuddin Chishti lies buried on one of the neighbouring hills, while his dargah and mausoleum are in the town's main bazar. This was done for the convenience of the pilgrims.

I have pointed out time and again that this ambiguity should be cleared without delay, but no action has yet been taken. If, after opening the grave, it is found that the saint does actually lie here; then, first, the great doubt will have been cleared once for all.

Should the discovery be otherwise, the grave replica should be demolished........

برائے رابطہ
صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد سجادہ نشین داتا گنج بخش
[illegible]

منجانب میاں علی رضا صاحب سجادہ و قومی موومنٹ داتا دربار لاہور

دربار کے گدی نشینوں کی طرف سے جاری ہونے والے احتجاجی اشتہار کا عکس

پیدائش اور وصال کی تاریخوں کا محض تخمینہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی جائے تدفین کے بارے میں بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔ لاکھوں لوگ موجودہ جگہ کو ان کا مزار سمجھ کر زیارت کرتے ہیں۔ جب کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور جگہ 'شاید اکبر کے قلعے کے ایک کونے میں مدفون ہوں۔ گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ نکتہ بھی اتنا نتیجہ خیز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ایسی جعلی قبر بنانا جو ان کی قبر قطعاً نہ ہو' اس کو غسل دینا' کپڑے کی چادریں چڑھانا اور پھول نچھاور کرنا' بت پرستی کی ایک قسم ہے۔ علامتی بت پرستی بہت بڑی گمراہی ہے۔

حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس ولی کی قبر کا تعین کرے خواہ یہ تیقن حاصل کرنے کی غرض سے' یہاں سے انسانی ڈھانچہ کے آثار دیکھنے کے لئے (علی ہجویری کی) قبر ہی کیوں نہ کھودنا پڑے۔ اگر یہی قبر اس ولی کا مدفن ہوا تو اسکا جسم اور کفن صحیح سالم ہوگا۔ اور اگر یہاں کوئی شخص مدفون نہ ہوا تو یہاں سے انسانی ڈھانچہ نہیں ملے گا۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہاں پر کسی قبر کا وجود نہیں تھا۔ تاآنکہ شہنشاہ اکبر نے لوگوں کو شاہی محل سے دور رکھنے کے لئے یہ جعلی قبر تعمیر کروائی۔

شہنشاہ اکبر نے اجمیر میں بھی یہی کام کیا تھا' جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قریبی پہاڑوں میں مدفون ہیں...... جبکہ ان کی درگاہ اور دربار شہر کے بڑے بازار میں ہے۔ ایسا محض زائرین کی سہولت کے لئے کیا گیا تھا۔

میں نے بارہا اس بات کی نشاندھی کی ہے کہ کسی بھی تاخیر کے بغیر اس ابہام کو دور کیا جائے لیکن تاحال کوئی اقدام نہیں کیا گیا ہے۔ اگر قبر کھودنے پر یہ ثابت ہو جائے کہ ولی واقعتاً یہاں مدفون ہیں تو ایک عظیم شبہے کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر اس کے برعکس بات ثابت ہو تو اس جعلی قبر کو مسمار کر دیا جائے۔" (پاکستان ٹائمز کی عبارت ختم ہوئی)

(روزنامہ پاکستان ٹائمز ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء)

اب داتا دربار کے گدی نشین اس تحریر اور مطالبے پر آگ بگولا ہوتے ہوئے احتجاج کرتے ہوئے کہتے ہیں:

احتجاج :

"ہم اس فتنہ انگیز اور گستاخانہ تحریر پر پرزور احتجاج کرتے ہیں اور حکومت پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ اس تحریر کی نشرواشاعت کے ذمہ دار افراد اور گستاخ شاکر رضوانی "پاکستانی رشدی" کے خلاف فوری انصاف کی عدالت میں کاروائی کی جائے۔ تاکہ یہ فتنہ جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچے۔"

قارئین کرام! یہ تھا نقلی قبر کے متعلق لب کشائی کرنے والے کے متعلق داتا کے سجادہ نشینوں کا ردعمل کہ جس کے متعلق میں متواتر یہ سوچ چلا جارہا تھا کہ اچانک اخبار میں خبر پڑھی کہ دس ستمبر کو لاہور میں داتا صاحب کا عرس ہو رہا ہے اور یہ عرس بھاٹی دروازے میں ہو رہا تھا۔ اب کے دوبارہ یہ سوچنے لگا کہ شاہی قلعہ میں جو اصلی داتا دربار دیکھنے گیا تھا' وہ تو سچی بات ہے نقلی داتا دربار ہے۔ اب ممکن ہے جس بھاٹی والے دربار کو لوگ نقلی داتا دربار کہتے ہیں' ممکن ہے یہی اصلی ہو۔ چنانچہ فیصلہ کیا کہ اسے بھی دیکھ ہی لیا جائے۔ لہٰذا میں نے انجنیئر ساتھی کو تیار کیا۔ پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس سے ہم نے اپنے ایک دوست محمود احمد صاحب کو بھی ہمراہ لیا اور ہم تینوں بھاٹی کے داتا دربار کی طرف چل دیئے۔

دولہے کی قبر پر......!!

جب ہم داتا دربار کی طرف جانے والے پررونق بازار میں داخل ہوئے تو جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے اور بازار کی رونقیں اور داتا صاحب کو دینے کیلئے لوگوں کی شاپنگ دیکھ رہے تھے' تو کچھ یقین ہونے لگا کہ یہ داتا کا عرس ہے۔ ہم نے عربی میں یہی پڑھا ہے کہ عرس کا معنی شادی ہوتا ہے۔ اور اس حوالے سے دولہا میاں کو عریس اور دلہن صاحبہ کو عروس کہتے ہیں۔ کیا داتا کی بھی شادی ہوتی ہے؟...... کیا وہ بھی ہر سال دولہا بنتا ہے؟ یہ یقین نہ آتا تھا۔ مگر بازار کی رونق دیکھ کر صاف محسوس ہونے لگا کہ پروگرام واقعی شادی جیسا

ہے- تلہ لگی اور کڑھائی کی ہوئی خوبصورت سبز قیمتی چادریں اسی طرح داتا دربار کو پہنائی جارہی ہیں جیسے ہمارے معاشرے میں دولہن کو پہنائی جاتی ہیں-اسی طرح دولہا کونوٹوں کی سلامی اور ہار پہنائے جاتے ہیں' وہی کیفیت یہاں ہے کہ چادریں نوٹوں سے بھر کر لائی جارہی ہیں'نوٹوں اور پھولوں کے ہار بھی یہاں بے شمار ہیں' چھوہارے'پتاشے'مکھانے'اور مٹھائیاں جن کے بغیر شادی کا تصور نہیں کیاجاسکتا ' ان سے یہ بازار بھرا پڑا ہے-

تھوڑا سا آگے گئے تو گوشت زردے اور پلاؤ کی دیگوں کا کوئی شمار نہ تھااور نہ ہی کھانے والوں کا...... بھلا شادی ہو اور زردہ پلاؤ نہ ہو' ہمارے معاشرے میں یہ ناممکن سی بات ہے ......میں نے اپنے ساتھی سے کہا : یار ......یہ لاوڈ اسپیکروں کا شور کیسا ہے ؟جو کان کے پردے پھاڑے چلا جارہاہے اور سمجھ کچھ آنہیں رہاکہ یہ کہنے والے کیا کہہ رہے ہیں ؟ چنانچہ ہم اس شور کی طرف متوجہ ہو کر چلنے لگے تو کیادیکھتے ہیں کہ جہاں کبھی اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ ہواکرتا تھا-وہ علم کا گھوارہ گرا کر مسمار کر دیا گیاہے اوراس کی جگہ پر اس بے ہنگم شور کا بندوبست کیا گیاہے-خیال کیا یہ شور کہ جسے اتنے زبردست اہتمام کے ساتھ برپا کیا گیا ہے' یہ کوئی بڑی زبردست اورپائے کی چیز ہوگی- معلوم ہوتاہے کہ اگر حکومتی سرپرستی میں پورے ملک کے علمی گھوارں کو گرا کر ایسے ہی شوروں کا بندوبست کر دیا گیا تو یہ قوم شاید جاپانی قوم سے بھی بازی لے جائے!! یہ سوچتے سوچتے جب اس "شور گاہ" کے قریب پہنچے تو سامنے کیادیکھتے ہیں ایک نوجوان عورت سبز لباس زیب تن کئے ہوئے انتہائی والہانہ انداز میں دھمال ڈال رہی ہے !! اوراس کے اردگرد ایک مجمع ہے'جو یہ نظارہ کررہاہے-داتادربار کے عرس (شادی) کی یہ دھمال اوررقص دیکھ کر آگے بڑھے تو ایک مرد بھی عورتوں کا روپ دھار کر یہی کام کر رہاتھا-!! لوگ کہہ رہے تھے : یہ داتا دربار کے ملنگ اور ملنگنیاں ہیں-

ہم قوالی ہاؤس پہنچ گئے :

یہ لوگ جس شور پر والا و شیدا ہو رہے تھے وہ جس جگہ پر برپا تھا اس جگہ کے اردگرد جنگلے لگے ہوئے تھے اور ہم اسی جگہ پر پہنچنا چاہتے تھے- چنانچہ ہم نے ایک آدمی سے پوچھا: بھئی اس "شور کی جگہ" کو جانے کا راستہ کہاں ہے؟ تو اس نے غصے سے کہا: شور نہیں یہ تو "قوالی شریف" ہے اور پورے ملک سے بڑے بڑے قوال یہاں آتے ہیں- اب میں سوچنے لگا- اے اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ عربی میں تو قوالی کا معنی "یاوہ گوئی" بنتا ہے جبکہ بے تکی اور بے ہودہ چیخ و پکار کرنے والوں کو قوال کہا جاتا ہے- اور یہ اسے شریف کہہ رہا ہے!!

...... خیر ہم اس کے بتائے ہوئے راستے سے قوالی شریف کی جگہ پر پہنچ گئے- اس جگہ کی سجاوٹ کے کیا کہنے!!...... رات کا وقت تھا' بجلی کے قمقمے' ٹیوبیں اور رنگارنگ کے گلوب جگمگ جگمگ کر رہے تھے- رنگ برنگی چمکدار جھنڈیاں پنکھوں کی ہوا کیساتھ پھڑ پھڑا رہی تھیں- ہمیں دیکھ کر وہ غریب دیہاتی یاد آگیا کہ جس نے کسی دربار کا ایسا منظر دیکھ کر حسرت سے کہا تھا- بقول شاعر:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا روشن ہے بجلی کے چراغوں سے

بیٹھنے کو قالین بچھے ہوئے تھے- سامنے اسٹیج پر سات آٹھ آدمیوں کی ایک ٹیم براجمان تھی- ان کے سامنے مائیک تھے- طبلے طنبورے اور سرنگی نما آلات موسیقی ان کے سامنے تھے- یہ سب حضرات کبھی مل کر یک بار کبھی تین کبھی ایک اور پھر مل کر...... گلے پھاڑ پھاڑ کر...... ابھر ابھر کر...... کبھی زیادہ جوش میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر...... ایسی عجیب و غریب آوازیں نکالتے تھے کہ جنہیں پوری طرح سمجھنا پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر نکالنے کے مترادف تھا- اس اسٹیج پر ہر پانچ منٹ کے بعد ایک نئی ٹیم آ رہی تھی اور اپنا اپنا کرتب دکھلا کر واپس جا رہی تھی- سامعین نوٹوں کی بارش کر رہے تھے- ایسا بھی ہوا کہ دو

آدمی انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اس اسٹیج کے سامنے کھڑے ہو گئے' جیب سے نوٹوں کی دتھیاں (دفتریاں) نکال کر جیسے نوٹ گنے جاتے ہیں" ایسے جلدی جلدی نیچے پھینکے جاتے تھے- ایک ختم ہونے کے بعد دوسری دتھی (دفتری) نکال لیتے- اور پھر کوئی آگے بڑھ کر ان نوٹوں کو ایک رومال میں ڈال کر ان قوالوں کے اوپر پھینک دیتا- ادھر قوال صاحبان اور تیز ہو جاتے- اتنے تیز ہو جاتے کہ دور بیٹھے ہوئے مجھے ان کی پھولی ہوئی اور پھٹنے کے قریب رگیں صاف دکھائی دے رہی تھیں- بعد میں معلوم ہوا کہ ان پر روپے پھینکنے والے ان کے اپنے ہی ایجنٹ تھے جو کہ ایک منصوبے کے تحت اس طرح ڈرامہ رچاتے ہیں تاکہ لوگ بھی جوش میں آکر قوالوں پر دولت نچھاور کریں- اور اس طرح وہ ایک مجلس میں معرفت کے نام پر ہزاروں روپے چند منٹوں میں لوگوں سے ہتھیا لیتے ہیں- بہر حال سروں پر کپڑے کی سنہری اور سادہ ٹوپیاں پہننے والی یہ داڑھی منڈے قوالوں کی ٹیمیں' اس مجلس کی انتہائی پاکباز ٹیمیں تھیں...... اور ان ٹیموں کی قوالیوں کے جو کوئی ایک آدھ شرکیہ الفاظ سمجھ میں آتے تھے تو وہ اس قدر شرک و کفر سے لبریز تھے کہ اگر انہیں سمندروں میں پھینک دیا جائے تو سمندروں کا پانی تیزاب بن جائے...... بہر حال ہم یہاں سے اٹھے اور سیدھے داتا دربار کی طرف چل دیئے-

نقلی دربار کی طرف:

دربار پر پہنچے...... دیکھا تو یہ داتا دربار بھی ایک قبر پر ہی مشتمل تھا' اسکے گرد اور کئی قبریں ہیں- یہاں اس قدر ہجوم تھا کہ اللہ کی پناہ ...... شہر کی سڑکوں پر تو ہم دیکھ ہی چکے تھے کہ لوگوں نے چادر کے کونوں کو تھاما ہوا ہے' آگے آگے ڈھول بجتا جا رہا ہے' نوجوان ڈسکو ڈانس کر رہے ہیں- سیٹیاں بج رہی ہیں- راہ چلتے لوگ نوٹ اس چادر میں ڈال رہے ہیں- اب جب یہ چادر دربار کے گیٹ پر پہنچی تو ہر شخص اس کے نیچے پناہ پکڑنے کی کوشش کرتا' اس کے دامن کو تھامنے کی مقدور بھر جدوجہد کرتا' پھر اس رش میں دھکم پیل کی نذر ہوتا'

محافظوں سے جھڑکیاں اور چھڑیاں کھاتا- جب دربار سے تقریباً ایک فٹ پہلے ایک چوکور جالی دار سنگ مرمر کے سفید کمرے سے گزرنے لگتا تو پہلے اس کمرے کے ساتھ چمٹ جاتا 'کوئی آہ وزاری کر کے رو رہا ہے 'کوئی جالی پر ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے اور جسم پر پھیر رہا ہے' کوئی اپنا وجود اس کے ساتھ مس کر رہا ہے 'لوگ جالیوں کے اندر نوٹ بھی پھینک رہے ہیں- نہ جانے یہ کمرہ کتنی بار نوٹوں سے بھرتا ہے اور کتنی بار خالی کیا جاتا ہے !!اس کے بعد پھر یہ حضرات آگے بڑھتے ہیں اور داتا دربار کے ساتھ اس سے کہیں بڑھ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں-

خزانوں کا مالک :

مشہور ہے کہ شیخ معین الدین چشتی جن کا مزار ہندوستان کے شہر اجمیر میں ہے-وہ بھی یہاں داتا دربار پر آئے تھے- مذکورہ جالی دار کمرے والی جگہ پر انہوں نے چلہ کاٹا تھا اور پھر فیض پانے کے بعد انہوں نے یہ شعر کہا تھا :

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

ایک طرف کھڑا میں اپنے ساتھی عبدالقدوس کے ہمراہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور دوسری جانب میرے ذہن کی نظر اللہ کے قرآن پر تھی-اس کے آخری رسول ﷺ کے فرمان اور ان کی مبارک سیرت پر تھی...... قرآن میں اللہ اپنے پیغمبر سے کہہ رہے ہیں :

﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ ﴾ '(الأنعام٦/ ٥٠)

ترجمہ : میرے نبی کہہ دو! میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں-

(الانعام : ٥٠)

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے-اس لئے اب اللہ کے

رسول تو گنج بخش (خزانے عطا کرنے والے) نہیں ہیں لیکن عجب ستم ظریفی ہے کہ جناب چشتی صاحب اس بزرگ کو گنج بخش قرار دے رہے ہیں...... اور جو دوسری بات "فیض عالم" دنیا کو فیض پہنچانے والی ہے- تو یہ کونسا فیض ہے جس کا انکشاف جناب معین الدین چشتی کو ہوا ہے؟ فیض دو ہی طرح کا ہو سکتا ہے' دینی ہو گا یا دنیاوی- دینی فیض تو قرآن و حدیث کی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ دے گئے- اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کبھی یہ فیض اللہ کے رسول ﷺ کی قبر مبارک پر لینے نہیں گئے' نہ کبھی کوئی مسئلہ پوچھنے گئے' نہ کبھی کوئی چلّہ کاٹنے گئے...... اب رہا دنیاوی فیض تو اس کے بارے اللہ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ﴾ (الأعراف۷/ ۱۸۸)

ترجمہ: میرے نبی کہہ دو! میں تو اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے-

(الاعراف : ۱۸۸)

اب جب اللہ کے رسول ﷺ بھی خود اپنے اختیار سے اپنے آپ کو فیض پہنچانے پر قادر نہیں تو حضرت علی ہجویری صاحب فوت ہونے کے بعد اپنے چلہ کشی کرنے والے مرید کو کیا دنیاوی فیض پہنچائیں گے؟

قبروں کے مجاور:

اب رہی بات "مظہر نور خدا" ہونے کی جس کا مطلب خدا کے نور کا ظہور یا اوتار ہے- تو یہ فقرہ ایسے شرکیہ عقیدے کا حامل ہے کہ جس کا تعلق اسلام کے ساتھ بہر حال نہیں ہے-

باقی جہاں تک قبر کے پاس بیٹھ کر چلہ کشی کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہم تو کچھ نہیں کہتے' صرف اپنے پیارے رسول ﷺ کا پیارا فرمان سنائے دیتے ہیں:

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ لأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ

فَتَخْلُصَ إِلَي جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَي قَبْرٍ»(مسلم)

ترجمہ : اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارہ اس کے کپڑوں کو جلادے' پھر اس کے بدن کو جا لگے تو یہ انگارا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ انسان کسی قبر کا مجاور رہے۔

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب النھی عن الجلوس علی القبر ؟ رقم الحدیث 972عن ابی مرثد الغنوی)

غرض میں یہ سب کچھ سوچ جارہا تھا اور لوگوں کو دیکھے جارہا تھا جو کچھ وہ یہاں کر رہے تھے۔

شاہ ایران' ذو لفقار علی بھٹو اور گولڈن گیٹ :

یہاں سے دائیں جانب بیرونی طرف ایک سونے کا دروازہ بھی نصب ہے ۔لوگ یہاں بھی بیرونی جنگلے کے ساتھ ہی چمٹ چمٹ کر آہ وزاریاں کر رہے تھے ۔میں کبھی تو اس دروازے کو دیکھتا تھا اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سلیٹ کو دیکھتا تھا جس کے مطابق اسے شاہ ایران نے بنوایا تھا اور ذوالفقار علی بھٹو نے یہاں نصب کیا تھا......شاہ ایران کو پوری دنیا میں کہیں جائے پناہ نہ ملی ۔وہ حکومت ایران سے جان بچانے کے لئے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد دنیا میں مارا مارا پھرتا رہا اور آخر کار سسک سسک کر کینسر سے مر گیا۔ تو رہا بے نظیر بھٹو کا والد ذولفقار علی بھٹو' تو وہ مولوی مشتاق کی عدالت میں پھانسی کے پھندے پر چڑھ گیا ......میں یہ غور کرتا تھا اور لوگوں کو یہاں روتے دیکھ کر سوچتا تھا......کہ یا اللہ یہ کیا چاہتے ہیں ؟شاہ ایران والا انجام چاہتے ہیں یا کہ بھٹو جیسا حال چاہتے ہیں......بہر حال پھر دربار سے ہوتے ہوئے بائیں جانب کا رخ کیا تو دربار کے سامنے وسیع وعریض اور خوبصورت مسجد دکھائی دی ۔دربار اور مسجد کا ایک ہی صحن ہے۔ مختلف جگہوں سے آئے چھوٹے درباروں کے گدی نشیں کعبے کی طرف پشت کئے ہوئے......اور دربار کی طرف منہ کئے ہوئے براجمان

تھے -ہر ولی کے گرد مریدوں کا جمگھٹا تھا' مٹھائیوں کے ڈبے سامنے پڑے تھے' ختم پڑھا جارہا تھا اور تبرک تقسیم کیا جارہا تھا- ذرا آگے بڑھے تو ایک اور حضرت بڑے جاہ و حشمت سے آتے ہوئے دکھائی دیئے -مریدوں نے مسند بچھائی- حضرت براجمان ہوگئے- دومرید دائیں بائیں دستی پنکھے کی ہوا دینے لگے اور دو سامنے مودب ہو کر بیٹھ گئے- حضرت اب دائیں بائیں دیکھ رہے تھے ...... کہ کون نیا مرید بننے کیلئے آتا ہے -؟ چنانچہ لوگ آکر بیٹھنے شروع ہوگئے- مرید حضرت کی شان بیان کرتے جاتے تھے' نئے بننے والے متاثر ہو کر حضرت کے آستانے کا پتہ پوچھ رہے تھے- کئی ایک حضرت کی نذر کچھ مال بھی کر رہے تھے -غرض چاروں طرف ایسے "حضرت" کثیر تعداد میں اپنی اپنی محفل سجا کر بیٹھے تھے-

اب میں سوچنے لگا کہ مسجد تو مسلمانوں کی عبادت گاہ ہوتی ہے اور یہ داتا دربار بھی عبادت گاہ بن چکا ہے اور صاحب دربار بزرگ کو کہا بھی داتا جاتا ہے اور یہ جو مسجد میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں تو یہ اس صاحب دربار بزرگ "داتا کی مسجد" مشہور ہے- دونوں کا صحن بھی ایک ہے -ایک طرف یہ دیکھ رہا ہوں اور دوسری طرف جب اپنے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی طرف دیکھتا ہوں تو آپؐ فرماتے ہیں :

«عَنْ جُنْدُب قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَمُوْتَ بِخَمْسٍ أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ» (مسلم)

ترجمہ : حضرت جندبؓ فرماتے ہیں : میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو وفات پانے سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا : خبردار ! تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے اپنے نبیوں اور نیک بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا- خبردار ! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا ' میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں-

(صحیح مسلم : کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور واتخاذ

الصور فیھا.....الخ)

یہاں ہم نے دعوت کا کام بھی جاری رکھا-ایک نوجوان کو سمجھانے کی کوشش کی مگراس نے الٹی سیدھی باتیں کر کے بھاگنے ہی کی کوشش کی-

داتادربار اچھی طرح دیکھنے کے بعد میں نے اپنے دوست سے کہا : یار جو اصلی داتادربار دیکھا' تووہ بھی نقلی نکلا......اور جو نقلی دیکھا...... یہ سوچ کر کہ کہیں یہ ہی اصلی نہ ہو' تووہ بھی نقلی ہی نکلا-اور پھر یہ نقلی بھی ایسا کہ اس کے اوپر بھی ایک نقل چڑھی ہوئی ہے یعنی اس کی قبر تو سطح زمین پر ہے-اسے دیکھنے کوئی خاص ہی جاسکتا ہے جبکہ اس کی سیدھ میں 14 فٹ اوپر یہ موجودہ قبر ہے جو کسی بھی انسان سے خالی ہے' جسے لوگ پوج رہے ہیں- تو یہ جو دربار بنا رکھا ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں' چنانچہ میں نے اپنے آپ سے کہا : اصلی داتادربار تو وہی ہے جسے تم دیکھ آئے ہو......وہ دربار کہ جسے بنانے کا اللہ نے خود اپنے خلیل ابراھیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا......وہ اللہ کا گھر کہ جس پر کالی چادر چڑھائی جاتی ہے...... جسے غسل دیا جاتا ہے...... جس کے ساتھ چمٹ کر رویا جاتا ہے...... جس کے سیاہ پتھر کو چوما جاتا ہے ؟...... جس کے گرد والہانہ طواف کیا جاتا ہے...... جس کا تبرک آب زم زم پیا جاتا ہے...... جس کا سفر کرنے کے لئے خاص طرح کا سفید لباس (احرام) پہنا جاتا ہے...... وہ ہے عرش والے داتا کا دربار' جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے......باقی دنیامیں جتنی بھی مسجدیں ہیں'ان سب کا تعلق دراصل اسی دربار کے ساتھ ہے-اگران مسجدوں کا تعلق اس دربار کے ساتھ نہ رہے تو یہ مسجدیں...... مسجدیں نہ رہیں گی' یہ کچھ اور ہو جائیں گی -باقی میرے بھائی...... یہ جواب ہم نے فوت شدہ بزرگ کا دربار دیکھا ہے تو یہاں پر تو ساری اس اصلی مکے والے داتادربار کی نقالی ہے-

اسے منوں کے حساب سے عرق گلاب کا غسل دیا جاتا ہے' لوگ عرق پیتے اور

چہرے پر ملتے ہیں-اسی طرح سبز چادریں چڑھائی جاتی ہیں'اس کے ساتھ لپٹ کر آہ وزاری کی جاتی ہے'اس کے پتھروں کر چوما جاتا ہے' یہاں دودھ کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں اور تبرک کھائے جاتے ہیں-سبز لباس پہنے جاتے ہیں اور دور دراز سے اس کی زیارت کا قصد کر کے اس کا سفر اختیار کیا جاتا ہے'اس دربار کی مسجد کا تعلق رسمی طور پر تو مکہ والے اصلی داتا دربار کے ساتھ ہی ہے مگر نام کی مشہوری کے اعتبار سے اور عملی طور پر اسی نقلی داتا دربار کے ساتھ اس کا تعلق جوڑ دیا گیا ہے...... تو میرے بھائی! آیئے!...... دعا کریں اللہ ایک بار ہر ایک کو وہاں لے جائے-اور سب مل کر اس بات کی کوشش کریں کہ لوگوں کے رخ نقلی داتا درباروں سے موڑ کر اسی اصلی داتا دربار کی طرف موڑیں -ان شاءاللہ

مسلمانوں کے (ولی) عیسائیوں کے (سینٹ)

جس کو داتا دربار کہتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی پیر مکی دربار ہے- یہاں لگے ہوئے ایک سٹال پر میں نے تصاویر دیکھیں تو......

ایک تصویر میں سندھ کے شہباز قلندر کا مزار بنا ہوا ہے اور قلندر صاحب مزار کے سامنے ڈانس کر رہے ہیں- ساتھ ایک شخص ڈھول بجا رہا ہے جبکہ پہلو میں ایک بڑے بزرگ کی تصویر دکھائی گئی ہے- جبکہ اوپر لکھے ہوئے شعر سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس کی

تصویر ہے؟ شعر یہ ہے:

دمادم مست قلندر، علی دا پہلا نمبر

علی شہباز قلندر

ایسے ہی یہ ایک دوسری تصویر ہے۔اس میں جو مزار بنایا گیا' اس پر لکھا گیا ہے "روضہ مبارک کانواں والی سرکار گجرات" اور پھر کانواں والی سرکار کو یوں دکھایا گیا ہے کہ وہ صرف پہلوانوں والی ایک لنگوٹی پہنے ہوئے ہے' داڑھی سے نیچے تک مونچھیں لٹکائے ہوئے' اردگرد کوؤں کو بٹھائے ہوئے' انہیں کچھ کھلا رہا ہے' جبکہ ساتھ بیٹھا ہوا خلیفہ ہاتھ میں کڑا ڈالے ہوئے' آٹا گھوندھ کر کوؤں کو کھلا رہا ہے۔دو چھکے بھی موجود ہیں اور ان پہ بھی کوے بیٹھے ہیں۔ یعنی سارے کام شرع کے خلاف......اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت والے یہ ولیوں کے کام..........

تو ولی صاحب کی مونچھیں داڑھی سے بڑھ گئیں۔آپ ﷺ نے کچا پیاز کھانے والے کو مسجد میں جانے سے منع کیا تو یہاں خیر سے بدبو کا بادشاہ حقہ پیا جا رہا ہے' اور پورا بدن سوائے لنگوٹی کے ننگا کر دیا جاتا ہے' شرم وحیاء کا کباڑہ کر دیا جاتا ہے۔ تو تب بھی یہ ولی رہتا ہے اور کام اس کا کیا ہے؟......"کوؤں کو آٹا ڈالنا"

یہ ایک تیسری تصویر ہے اس میں موہڑہ شریف کے تین ولیوں کو دکھلایا گیا ہے۔پیر محمد قاسم' پیر ہارون رشید اور پیر نظیر احمد صاحب۔پیر نظیر تو اس قدر موٹا ہے کہ نہ جانے بیٹھا کیسے ہے!!!

یہ حجرہ شاہ مقیم کے اولیاء ہیں' ان کی تعداد پانچ ہے۔ایک بچہ ہے' ایک داڑھی والا ہے' باقی تینوں داڑھی منڈے ہیں' مونچھوں والے ہیں' مگر ہیں ولی۔ حتی کہ ایک داڑھی منڈے نوجوان کی تصویر پر لکھا گیا ہے "پیر بہاول شیر قلندر پاک" اور جو بڑا بزرگ داڑھی منڈا ہے' اس کے کندھے پر باز بیٹھا ہے۔مجھے اس بات سے بڑی حیرانی ہوئی ہے کہ ان بزرگوں کے پاس کوے' باز سانپ اور شیر یعنی درندے ہی دکھائی دیتے ہیں' وہ کہ جنہیں

اسلام نے ناپاک اور نجس قرار دیا ہے' نہ جانے اس کی کیا وجہ ہے؟

یہ ایک اور بیچ تنی تصویر ہے۔ یہ حضرت چن پیر کے دربار پر بنائی گئی ہے۔ یہ سارے داڑھی منڈے ہیں۔ ایک آٹھ دس سالہ بچہ بھی ہے جس کا نام کچھ یوں لکھا گیا ہے "حضرت جناب علی ماہی پیر گیلانی" اور جو چن پیر ہے۔ اس کی مونچھیں موجود جبکہ داڑھی غائب ہے اور نام اس طرح سے لکھا گیا ہے "شبیہ حضرت جناب فیض مآب امیر حیدر امام عرف چن پیر گیلانی اور ایک دوسرے بزرگ کا نام یوں لکھا ہوا ہے "اعلیٰ حضرت جناب فیض مآب پیر اصغر علی شاہ گیلانی۔ المشہور بودیاں والے"...... یہ داڑھی منڈے اولیاء ہیں' حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ بار بار مختلف الفاظ میں داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے آپ ﷺ کے احکامات۔ فرمایا:

(۱) وَاعۡفُوا اللُّحٰی

(داڑھی کو معاف کردو)

(۲) اَوۡفُوۡا اللُّحٰی

(داڑھیوں کو پورا رکھو)

(۳) اَرۡخُوا اللُّحٰی

(داڑھیوں کو لٹکاؤ)

(صحیح مسلم :کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرہ)

مگر ستم بالائے ستم کہ اس پیغمبر کے امتی کہلانے والے داڑھی منڈے ولی بن گئے ہیں۔ "فیض مآب" بن گئے۔

اسی طرح ایک تصویر اس طرح ہے کہ چھ دربار دکھلا کر چھ ولی دکھلائے گئے ہیں۔ یہ ولی محبوب علی دہلوی' بو علی اجمیر والے' معین الدین چشتی' قطب اللہ دہلوی اور بابا فرید گنج شکر ہیں۔ یہ چھ بزرگ اکٹھے بیٹھے ہیں۔ نیچے کشتی بنائی گئی ہے۔ ساتھ عورت دعا میں مصروف ہے اور پھر بغداد والے پیر عرف گیارھویں والے کا ہاتھ کشتی کے پیچھے نمودار ہوتے دکھلایا

گیا ہے-اسی سین کو ایک دوسری تصویر میں مزید وضاحت سے پیش کیا گیا ہے اور لکھ دیا گیا ہے "یا غوث اعظم دستگیر ما" یعنی اے ہمارا ہاتھ پکڑنے والے بہت بڑے فریاد کو پہنچنے والے- اور یہ جملہ بھی لکھا گیا ہے:

لے یار ہویں والے دا ناں
تے ڈبی ہوئی ترپے گی

پیر بغداد اور حضرت حسینؓ کی تصاویر:

بغداد کا صدام حسین جو کہ بقول میاں نورانی گیارھویں دیتا ہے اور وہ سید صدام حسین کاظمی ہے-وہ برباد ہو گیا- خلیج میں اس کے بیڑے ڈوب گئے' مگر کوئی بھی تر نہ سکا- بیڑیاں اور بیڑے کیا ترتے' یہاں تو خود پیر بغداد کا اپنا مزار بھی جہازوں کی بمباری سے محفوظ نہ رہا-اس کے مینارے تڑاخ کر ٹوٹ گئے-غرض یہ ایک واقعہ تھا جو ہو چکا-اللہ نے دکھلا دیا کہ کوئی مشکل کشا اور دستگیر نہیں' جس کا جی چاہے اس سے نصیحت پکڑ لے-غرض ان چھ بزرگوں کے نیچے پھر ایک بزرگ ہاتھ میں سانپ پکڑے شیر پر سوار ہے اور اس کے سامنے ایک ولی حضرت منسا دیوار پر بیٹھا ہے اور دیوار چلنے لگی ہے-

یہ ایک تصویر ہے-اس میں 57 ولیوں کی تصاویر ہیں-سب سے بڑی گیارھویں والے پیر کی' دوسرے نمبر پر جناب حضرت علی ہجویری کی اور ان کے علاوہ دیگر تمام ولی بمع ننگے پونگے' ان میں وہ بھی ہیں کہ جن کی طرف دیکھ کر بچہ ڈر جائے اور وہ بھی کہ جن کی نہ داڑھی' نہ مونچھ' نہ سر کے بال اور نہ لنگوٹی کے سوا کچھ اور--

پھر اس بت پرستی کا ایک اور شاہکار بھی ہے-یہ بابا تاج الدین ناگپوری ہے' اور اسکے سامنے ایک عورت بیٹھی ہے-چنانچہ ایک ولی خاتون کی تصویر رہ گئی تھی' اس کی کسر بھی پوری کر دی گئی-

قارئین کرام! یہ تو تھی ولیوں کی داستان-یہ لوگ اس سے آگے بڑھے اور صحابہؓ تک

جا پہنچے- انہوں نے کربلا کا نقشہ کھینچا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے پر روتے دکھلایا- زخمی گھوڑے کو دکھلا کر اوپر شہید کربلا اور شام غریباں لکھ دیا-

ایک دوسری تصویر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فوٹو بنا کر "یا علی مدد شیر خدا" لکھ دیا-

ان پاکباز لوگوں کی تصاویر بنا کر یہیں پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ یہ لوگ اور آگے بڑھے -حضرت نوح علیہ والسلام کی کشتی بنائی اور لکھ دیا" کشتی حضرت نوح علیہ السلام -" درندے پرندے چرندے اور انسان اس کشتی میں داخل ہو رہے ہیں- حضرت نوح علیہ السلام کشتی کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اسمیں سوار ہونے کی دعوت دے رہے ہیں- سامنے پہاڑ پر ان کا بیٹا چڑھ رہا ہے-

جد الانبیاء خلیل الرحمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بھی بنا ڈالی گئی ہے- دائیں ہاتھ میں چھری دکھائی گئی ہے اور اس کے نیچے دنبہ کھڑا ہے جبکہ بائیاں ہاتھ بچے کے پیٹ پر ہے' جس کی ٹانگیں رسی کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں اور آنکھوں پر پٹی ہے- اوپر سے عورت کی شکل کا فرشتہ دکھلائی دے رہا ہے' جو نازل ہو رہا ہے-

مشرکین مکہ نے بھی ابراھیم ؑ کی ایسی ہی تصاویر بنا رکھی تھیں- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپؐ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور مشرکین کے معبودوں کو نکالنے کا حکم دیا' تو انہیں نکال دیا گیا -

فَأُخْرِجَ صُورَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ فِي اَيْدِيْهِمَا مِنَ الْاَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا

ترجمہ : بیت اللہ میں سے ابراھیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویر بھی نکال دی گئی- ان دونوں کے ہاتھوں میں تیر تھے- تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ انہیں تباہ کرے انہیں علم ہے کہ ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی-

(صحیح بخاری :کتاب المغازی رقم الحدیث 4288 و کتاب احادیث الانبیاء رقم الحدیث3352وکتاب الحج رقم الحدیث 1601)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا علیہا السلام کی تصاویر بھی بنادی گئی ہیں -اور وہ منظر پیش کیا گیا ہے کہ جب شجر ممنوعہ چکھنے سے جنتی لباس اتر گیا اور پھر جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو دونوں ڈھانپنے لگے-اب آپ خود اندازکر لیں کہ اس منظر کشی کی تصویر کیسی ہوگی ؟......اس موضوع پر ہندوؤں نے بالکل ننگی فحش فلمیں بھی بناڈالی ہیں کہ جس میں حضرت آدم اور اماں حوا کو برہنہ حالت میں دکھایا گیا ہے-اس کے بعد مسلمانوں کو غیرت کیا آنی تھی!! ان قبوری حضرات نے ان کی دیکھا دیکھی ان کی نیم برہنہ تصاویر بنانے کی جسارت کر ڈالی-

قارئین کرام !انبیاء کرام اور اصحاب عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ توہین آمیز مناظر لندن میں نہیں بن رہے' کہ جہاں شیطان رشدی نے شیطانی حرکتیں کیں بلکہ یہ سب کچھ پاکستان میں چھپتا ہے اور درباروں کے سائے تلے بکتا ہے-اسی طرح خانقاہی اور درباری ولیوں کی تصویریں اس طرح بنائی جاتی ہیں کہ اب (نعوذباللہ) اللہ کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ شرک کا کاروبار' بت فروشی کا یہ دھندا جب گھر گھر پہنچ کر دیواروں کے ساتھ سجتا ہے' الماریوں اور شیشے کے فریموں میں جڑتا ہے تو درباروں اور خانقاہوں کی رونقوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے-کہیں محکمہ اوقاف کی تجوریاں بھرتی ہیں تو گدی نشین اور سجادہ نشین بھی لوگوں کے مال و دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں' ایمان بھی برباد کرتے ہیں اور عزت ہاتھ لگ جائے تو اسے بھی بالعموم جانے نہیں دیتے-جب کوئی پکڑا جاتا ہے تو کہتے ہیں "جعلی پیر تھا" جبکہ اصل بات یہ ہے جو کسی نے خوب کہی ہے کہ "مرزا پکڑا گیا اور گندہ ہوگیا جبکہ باقی رانجھا اور مجنوں وغیرہ...... پکڑے نہیں گئے' اس لئے وہ عاشق صادق بن گئے" باقی اس گٹر میں جو بھی اترے ہیں اور جو گٹر میں اتر جائے بھلا اس کے کپڑے سلامت کب رہتے ہیں ؟ تو یہ حال ان پیروں کا ہے جو کہ سارے ہی جعلی ہیں 'اصل تو ہوتا ہی کوئی نہیں'

کیونکہ اسلام میں اس کی اصل کا وجود ہی نہیں' یہ درباری اور خانقاہی بیماری عیسائیوں سے ہی ادھر کو آئی ہے' اور جس انجام سے وہ دوچار ہوئے ہیں اسی انجام سے یہ گزر رہے ہیں- بس ڈھکنا اٹھانے کی ضرورت ہے' دیکھئے کون اللہ کا بندہ یہ کام کرتا ہے...... ؟ مگر عیسائیوں کا جو ڈھکنا اٹھ چکا ہے' وہ تو ملاحظہ کیجئے! مولانا مودودی رحمہ اللہ نے تفہیم القرآن میں ''ورھبانیة ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم'' اور صوفیت انہوں نے خود ایجاد کرلی جسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا......'' (الحدید)

کی تشریح کرتے ہوئے عیسائیوں کے درباری اور خانقاہی نظام کی کچھ جھلکیاں پیش کی ہیں- وہ ملاحظہ کیجئے-

عیسائی راہبوں کی عجیب وغریب باتیں :

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں رہبانیت کا آغاز مصر سے ہوا- اس کا بانی سینٹ انتھونی (St. Anthony) تھا' جو 250ء میں پیدا ہوا اور 350ء میں دنیا سے رخصت ہوا- اسے پہلا مسیحی راہب قرار دیا جاتا ہے- اس نے فیوم کے علاقے میں پسپیر کے مقام پر (جو اب دیر المیمون کے نام سے معروف ہے) پہلی خانقاہ قائم کی- اس کے بعد دوسری خانقاہ اس نے بحر احمر کے ساحل پر قائم کی' جسے اب دیر مار انطونیوس کہا جاتا ہے- عیسائیوں میں رہبانیت کے بنیادی قواعد اس کی تحریروں اور ہدایات سے ماخوذ ہیں- اس کے آغاز کے بعد یہ سلسلہ مصر میں سیلاب کی طرح پھیل گیا اور جگہ جگہ راہبوں اور راہبات کے لئے خانقاہیں قائم ہوگئیں' جن میں سے بعض میں تین تین ہزار راہب بیک وقت رہتے تھے- 325ء میں مصر ہی کے اندر ایک اور مسیحی ولی پاخمیوس نمودار ہوا' جس نے دس بڑی خانقاہیں راہبوں اور راہبات کے لئے بنائیں- اس کے بعد یہ سلسلہ شام و فلسطین اور افریقہ و یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیلتا چلا گیا- کلیسائی نظام کو ابتدائی دور میں اس رہبانیت کے معاملہ میں سخت الجھن سے سابقہ پیش آیا' کیونکہ وہ ترک دنیا' تجرد اور غریبی و مفلسی کو

روحانی زندگی کا آئیڈیل تو سمجھتا تھا' مگر راہبوں کی طرح شادی بیاہ اور اولاد پیدا کرنے او رملکیت رکھنے کو گناہ بھی نہ ٹھہرا سکتا تھا۔ بالاخر سینٹ آتھاناسٹیوس (متوفی 373ء) سینٹ باسل (متوفی 379ء) سینٹ اگسٹائن (متوفی 430ء) اور گریگوری اعظم (متوفی 609ء) جیسے لوگوں کے اثر سے رہبانیت کے بہت سے قواعد چرچ کے نظام میں باقاعدہ داخل ہو گئے۔

اس راہبانہ بدعت کی چند خصوصیات تھیں جنہیں ہم اختصار کے ساتھ یہاں بیان کرتے ہیں :

پہلی خصوصیت سے متعلق :

سخت ریاضتوں اور نت نئے طریقوں سے اپنے جسم کو اذیتیں دینا۔ اس معاملہ میں ہر راہب دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ عیسائی اولیاء کے تذکروں میں ان لوگوں کے جو کمالات بیان کئے گئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں۔ اسکندریہ کا سینٹ مکاریوس ہر وقت اپنے جسم پر 80 پونڈ کا بوجھ اٹھائے رکھتا تھا۔ 6 مہینے تک وہ ایک دلدل میں سوتا رہا ورزہریلی مکھیاں اس کے برہنہ جسم کو کاٹتی رہیں۔ اس کے مرید سینٹ یوسیوس نے اپنے پیر سے بھی بڑھ کر ریاضت کی۔ وہ 150 پونڈ کا بوجھ اٹھائے پھرتا تھا اور 3 سال تک ایک خشک کنوئیں میں پڑا رہا۔ سینٹ سابیوس صرف وہ مکئی کھاتا تھا جو مہینہ بھر پانی میں بھیگ کر بدبودار ہو جاتی تھی۔ سینٹ بیساریون 40 دن تک خاردار جھاڑیوں میں پڑا رہا اور 40 سال تک اس نے زمین کو پیٹھ نہیں لگائی۔ سینٹ پاخومیوس نے 15 سال' اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال لگائے بغیر گزار دیئے۔ ایک ولی سینٹ جان تین سال تک عبادت میں کھڑا رہا۔ اس پوری مدت میں وہ نہ کبھی بیٹھا نہ لیٹا۔ آرام کے لئے بس ایک چٹان کا سہارا لے لیتا تھا۔ اس کی غذا صرف وہ تبرک تھا جو ہر اتوار کو اس کیلئے لایا جاتا تھا۔ سینٹ سیمون اسٹائلائٹ (390ء' 440ء) جو عیسائیوں کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے' ہر ایسٹر سے پہلے پورے

چالیس دن فاقہ کرتا تھا- ایک دفعہ وہ پورے ایک سال تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہا- بسا اوقات وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ایک کنویں میں جا رہتا تھا- آخر کار اس نے شمالی شام کے قلعہ سیمان کے قریب 60 فٹ بلند ایک ستون بنوایا جس کا بالائی حصہ صرف تین فٹ کے گھیرے میں تھا اور اوپر کٹہرا بنا دیا گیا تھا- اس ستون پر اس نے پورے تیس سال گزار دیئے- دھوپ' بارش' سردی اور گرمی سب اس پر سے گزرتی رہتی تھیں اور وہ کبھی ستون سے نہ اترتا تھا- اس کے مرید سیڑھی لگا کر اس کو کھانا پہنچاتے اور اس کی گندگی صاف کرتے تھے- پھر اس نے ایک رسی لیکر اپنے آپ کو اس سے باندھ لیا یہاں تک کہ رسی اس کے گوشت میں پیوست ہو گئی' گوشت سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے- جب کوئی کیڑا اس کے پھوڑوں سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر پھر پھوڑے ہی میں رکھ لیتا اور کہتا "کھا جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے-" مسیحی "عوام" دور سے اس کی زیارت کے لئے آتے تھے- جب وہ مرا تو مسیحی عوام کا فیصلہ تھا کہ وہ عیسائی ولی کی بہترین مثال تھا-

اس طرح اولیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہیں- کسی ولی کی تعریف یہ تھی کہ 30 سال تک وہ بالکل خاموش رہا اور کبھی اس کو بولتے نہ دیکھا گیا- کسی نے اپنے آپ کو ایک چٹان سے باندھ رکھا تھا- کوئی جنگلوں میں مارا مارا پھرتا اور گھاس پھوس کھا کر گزرا کرتا- کوئی بھاری بوجھ ہر وقت اٹھائے پھرتا- کوئی طوق و سلاسل سے اپنے اعضاء جکڑے رکھتا- کچھ حضرات جانوروں کے بھٹوں' یا خشک کنوؤں' یا پرانی قبروں میں رہتے تھے اور کچھ دوسرے بزرگ ہر وقت ننگے رہتے اور اپنا ستر اپنے لمبے لمبے بالوں سے چھپاتے اور زمین پر رینگ کر چلتے تھے- ایسے ہی ولیوں کی کرامات کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی ہڈیاں خانقاہوں میں محفوظ رکھی جاتی تھیں- میں نے خود کوہ سینا کے نیچے سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں ایسی ہی ہڈیوں کی ایک پوری لائبریری سجی ہوئی دیکھی ہے' جس میں کہیں اولیاء کی کھوپڑیاں قرینے سے رکھی ہوئی تھیں' کہیں پاؤں کی ہڈیاں' اور کہیں ہاتھوں کی ہڈیاں- اور ایک ولی کا تو پورا ڈھانچہ ہی شیشے

کی ایک الماری میں رکھا ہوا تھا۔

دوسرے عجوبے سے متعلق :

ان کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر وقت گندے رہتے اور صفائی سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ نہانا یا جسم کو پانی لگانا......ان کے نزدیک خدا پرستی کے خلاف تھا' جسم کی صفائی کو وہ روح کی نجاست سمجھتے تھے۔ سینٹ اتھانا ٹسیوس بڑی عقیدت کے ساتھ سینٹ اینتھنی کی یہ خوبی بیان کرتا ہے کہ اس نے مرتے دم تک کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے۔ سینٹ ابراہام جب سے داخل مسیحیت ہوا ' پورے 50 سال اس نے نہ منہ دھویا' نہ پاؤں۔ ایک مشہور راہبہ کنواری سنویا نے عمر بھر اپنی انگلیوں کے سوا جسم کے کسی حصے کو پانی نہیں لگنے دیا۔ ایک کانونیٹ کی 130 راہبات کی تعریف میں لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے' اور غسل کا تو نام سن کر ہی ان کے بدن پر لرزہ چڑھ جاتا تھا۔

اس رہبانیت نے ازدواجی زندگی کو عملا بالکل حرام کر دیا اور نکاح کے رشتے کو کاٹ پھینکنے میں سخت بیدردی سے کام لیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کی تمام مذہبی تحریریں اس خیال سے بھری ہوئی ہیں کہ تجرد سب سے بڑی اخلاقی قدر ہے' اور عفت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی جنسی تعلق سے قطعی احتراز کرے' خواہ وہ میاں اور بیوی کا تعلق ہی کیوں نہ ہو۔ پاکیزہ روحانی زندگی کا کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ آدمی اپنے نفس کو بالکل مار دے اور اس میں جسمانی لذت کی کوئی خواہش تک باقی نہ چھوڑے۔ ان لوگوں کے نزدیک خواہش کو مار دینا اس لئے ضروری تھا کہ اس سے حیوانیت کو تقویت پہنچتی ہے۔ ان کے نزدیک لذت اور گناہ ہم معنی تھے' حتی کہ مسرت بھی ان کی نگاہ میں خدا فراموشی کے مترادف تھی۔ سینٹ باسل ہنسنے اور مسکرانے تک کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ انہی تصورات کی بناء پر عورت اور مرد کے درمیان شادی کا تعلق ان کے ہاں قطعی نجس قرار پا گیا تھا۔ پھر ان درباری اور خانقاہی ولیوں کی تاریخ میں یہ دور بھی آیا کہ روم کے ایک ولی کی وفات پر دو گروہوں نے پاپائی کیلئے اپنے

اپنے امیدوار کھڑے کئے- دونوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی- حتی کہ ایک دن میں صرف ایک چرچ سے 137 لاشیں نکالی گئیں-

فقر کے پردے میں دنیا پرستی :

اس ترک و تجرید اور فقر و درویشی کے ساتھ دولت دنیا سمیٹنے میں بھی کمی نہ کی گئی- پانچویں صدی کے آغاز ہی میں حالت یہ ہو چکی تھی کہ روم کا بشپ بادشاہوں کی طرح اپنے محل میں رہتا تھا- اور اس کی سواری جب شہر میں نکلتی تھی تو اس کے ٹھاٹھ باٹھ قیصر کی سواری سے کم نہ ہوتے تھے- سینٹ جیروم اپنے زمانے (چوتھی صدی کے آخری دور) میں شکایت کرتا ہے کہ بہت سے بشپوں کی دعوتیں اپنی شان میں گورنروں کی دعوتوں کو شرماتی ہیں- خانقاہوں اور کنیسوں کی طرف دولت کا یہ بہاؤ ساتویں صدی (نزول قرآن کے زمانے) تک پہنچتے پہنچتے سیلاب کی شکل اختیار کر چکا تھا- یہ بات عوام کے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ جس کسی سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو جائے' اس کی بخشش کسی نہ کسی ولی کی درگاہ پر نذرانہ چڑھانے یا کسی خانقاہ یا چرچ کو بھینٹ دینے ہی سے ہو سکتی ہے- اس کے بعد وہی دنیا راہبوں کے قدموں میں آ رہی کہ جس سے فراران کا طرۂ امتیاز تھا- خاص طور پر جو چیز اس تنزلی کی موجب ہوئی' وہ یہ تھی کہ راہبوں کی غیر معمولی ریاضتیں اور ان کی نفس کشی کے کمالات دیکھ کر جب عوام میں ان کے لئے بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی تو بہت سے دنیا پرست لوگ لباس درویشی پہن کر راہبوں کے گروہ میں داخل ہو گئے- اور انہوں نے ترک دنیا کے بھیس میں جلب دنیا کا کاروبار ایسا چمکایا کہ بڑے بڑے طالبین دنیا ان سے مات کھا گئے-

فطرت کے خلاف جنگ کا نتیجہ :

عفت کے معاملہ میں بھی فطرت سے لڑ کر رہبانیت نے بارہا شکست کھائی اور جب شکست کھائی تو بری طرح کھائی- خانقاہوں میں نفس کشی کی کچھ مشقیں ایسی بھی تھیں جن

میں راہب اور راہبات مل کر ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بسا اوقات ذرا زیادہ مشق کرنے کے لئے ایک ہی بستر پر رات گزارتے تھے۔ مشہور راہب سینٹ ایواگریس (St.Evagrius) بڑی تعریف کے ساتھ فلسطین کے ان راہبوں کے ضبط نفس کا ذکر کرتا ہے جو "اپنے جذبات پر اتنا قابو پا گئے تھے کہ عورتوں کے ساتھ یکجا غسل کرتے تھے اور ان کی دید سے 'ان کے لمس سے' حتیٰ کہ ان کے ساتھ ہم آغوشی سے بھی ان کے اوپر فطرت غلبہ نہ پاتی تھی۔" غسل اگرچہ رہبانیت میں سخت ناپسندیدہ تھا مگر نفس کشی کی مشق کے لئے اس طرح کے غسل بھی کر لئے جاتے تھے۔ آخر کار اسی فلسطین کے متعلق نیسا (Nyssa) کا سینٹ گریگوری متوفی 396ء لکھتا ہے کہ وہ بدکرداری کا اڈا بن گیا ہے۔ انسانی فطرت کبھی ان لوگوں سے انتقام لئے بغیر نہیں رہتی جو اس سے جنگ کریں۔ رہبانیت اس سے لڑ کر بالآخر بداخلاقی کے جس گڑھے میں جا گری' اس کی داستان آٹھویں صدی سے گیارہویں صدی عیسوی تک کی مذہبی تاریخ کا بدنماترین داغ ہے۔ دسویں صدی کا ایک اطالوی بشپ لکھتا ہے کہ "اگر چرچ میں مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے خلاف بدچلنی کی سزائیں نافذ کرنے کا قانون عملاً جاری کر دیا جائے تو لڑکوں کے سوا کوئی سزا سے نہ بچ سکے گا ' اور اگر حرامی بچوں کو بھی مذہبی خدمات سے الگ کر دینے کا قاعدہ نافذ کیا جائے تو شاید چرچ کے خادموں میں کوئی لڑکا تک باقی نہ رہے۔" قرون متوسطہ کے مصنفین کی کتابیں ان شکایتوں سے بھری ہوئی ہیں کہ راہبات کی خانقاہیں بداخلاقی کے چکلے بن گئی ہیں۔ ان کی چار دیواریوں میں نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ پادریوں اور چرچ کے مذہبی کارکنوں میں محرمات تک سے ناجائز تعلقات اور خانقاہوں میں خلاف وضع فطری جرائم تک پھیل گئے ہیں' اور کلیساؤں میں اعتراف گناہ (Confession) کی رسم بدکرداری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔"

قارئین کرام! مسلمان صوفیاء کی عظمتوں کے جو نقشے ہم نے آپ کے سامنے رکھے انہیں بھی ملاحظہ کریں۔ اور عیسائی صوفیوں کی عظمتوں کے جو کارنامے تھے انہیں بھی ملاحظہ کریں اور سوچیں کہ آج کس قدر ان میں قدر مشترک پیدا ہو چکی ہے اور یہ مسلمانوں کے

لئے کس قدر تباہ کن ہے-اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور جو محفوظ ہیں-انہیں غیر محفو:
لوگوں کو محفوظ کر دینے کی توفیق عطا فرمائے(آمین)

وماعلينا الا البلاغ